

U101939

H

Date- 15-12-98

Title - AL MAHMOON (Part-1,2)

Author - Ghilbi Nemaui.

Publisher - Darul Musnafeen (Aurangabad),

Date - 1992

Pages - 248

Subjects - Tafsire khulfae Rasuli Allah -
Mahmoon Al Rashidee; Mahmoon

Al Rashidee - Seewaleh.



رائل ہیریز آف اسلام

بینے

نامور فرمان وایان اسلام

کا

ہملا اور دوسرا حصہ

الماسون

حالات ہیں ووسرے حصے میں ان مراتب کی تفصیل دیتے ہیں اس کے بعد ملکی حالات اور ماسون کے تمام عقائد و عادات کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ نیز ان تمام کارناموں کی تفصیل و چین کی وجہ ماسون الرشید کا عہد و ناسا ان عالم کے عہد سے علمی حیثیت میں ممتاز تسلیم کیا گیا ہے مولف جناب شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی پروفیسر مدرسۃ العلوم علیکڈہ و فیلو یونیورسٹی الہ آباد حسب اجازت مولف صاحب و صوف

فضائل النظار علی بنی طبع لی

ماہنامہ سید محمد سعید احمد

(۱۰۰۰)

چھپائی شدہ

چھپتے چھپتے

مختصر فرست کتب متعلقہ افضل لائبریری و بک

حویلی اعظم خان دہلی

احسن تفسیر آرو مولفہ مولانا حافظ حاجی سید احمد حسن تعلقہ راجپور آباد وکن۔ اردو زبان۔
 حلیہ ہشتی ہے جو طیب سے اردو کو کلام علامہ مصر نے عجیب و غریب حقائق و معارف سے آراستہ کیا ہے اول تو یہ کہ کوشش
 الہی کی شرح ہے جسے شریعت انصاف سے جو قرآن پاک میں دوسری جگہ وارد ہوئے ہیں اس کے بعد کتب مذاہد میں سے سب سے
 خلفا ابوبکر و امام المفسرین حضرت ابن عباس کے اشادات سے نامور۔ و سلم الثبوت تفسیر ابن جریر ابن کثیر معالم السنن من
 وہ نکتے فراہم کئے ہیں وہ وہ لطائف ہیں کہ پڑھنے والا بخیر و دیانت کی صحت کا انعام حاصل سے زیادہ
 کی توضیح ایسی کہ حرف آئینہ ہوتا چلا جاتا ہے حکم متبادلاتوں کی وضاحت ناسخ نسخ کی حقیقت اپنے اپنے موت
 ہے کہ خطرات کا شہر باقی نہیں رہتا اس پر طرہ یہ کہ زبان صاف و سیدھی و چمک اسکو کہتے ہیں ہم فرما وہم ثواب ظاہر
 اور باطن بھی وجد دیگر مسلمان اپنی ایمان کی شمع کو لیں اور دیکھیں کہ احسن التفسیر کے دل آملہ فالوس میں وہ کیسی ہلکی
 کتاب مذکور کا لائق مصنف ایسا نہیں جو انظر من الشمس جو نے کام صدق نہ ہو خان کون و مکان نے اسکو اپنے حافظ
 خزانہ عنایت فرمایا ہے۔ حافظ کلام الہی۔ موصدا و عارف کی فخر بخشی کے علاوہ اس کے مجملہ بیٹے میں اسلام کی وہ
 زبانی کہ عالم کشش جہت کے مسلمانوں کے دلوں میں اس کے خدا پرست ہونے کا مسک بٹھا دیا۔ یہ سب اسکا صلہ
 اپنی عمر کا بہت سا حصہ اسی تفسیر میں صرف کر دیا اور خدا نے اپنے فضل عظیم سے مصنف کی جان نثانی کو اس دور
 بشتا کہ یہ تفسیر بھی شروع ہو کر اوراق کا نمودار ہی بل ملک کی خدمت میں پیش ہوا تھا کہ ذرا پوری تفسیر کی طلب
 جس کے باعث فدوی سنی والی تمام من اللہ لکھا اس کو بہت جلد چھاپنے میں مصروف ہوا خداوند کریم کی مدد و حقیر
 ہوئی اور اُسے اسکو اپنی قدرت کا طرہ سے چھپوا دیا طبقہ علما و فضلا کے ہاتھوں میں پوری تفسیر کے پینچنے کے بعد
 شکیہ کے خط طے آئے گئے۔ اس تفسیر کو سات حصوں میں تقسیم کر کے ہر ایک منزل کا ایک ایک حصہ قرار دیا ہر کل حصہ
 مبلغ **۵۰ روپے** جو صاحب پوری تفسیر خریدیں گے ان سے مبلغ **۵۰ روپے** اور مقدمہ احسن التفسیر پر علاوہ جمعہ
 سے جاوے گئے پوری تفسیر کا محصول چم ہو گا۔
کثرت فرار آرو وہ کتاب جس کو طبین تیل اور لاجواب کہ کسی طرح مبالغہ نہیں ہو سکتا۔ یہ کتاب اپنے فن میں
 اور نثری استبہ کی ہم اسکی خوبیاں کر کے آچا عزیز وقت ضائع کرنا نہیں چاہتے مختصراً اتنا کہ بغیر بھی نہیں کہے کہ
 اٹکا، حکیم محمد وارت علیخان مرحوم کی تصنیف سے ہے فضل مصنف نے طب کی جملہ دشواریاں اور اہم گزارا رنگائیوں کو
 خض و خشاک سے پاک و صاف کر کے دماغ سے پاؤں تک کے تمام امراض کو نہایت تفصیل و تشریح سے بیان فرما
 مرض کے متعلق صرف وہی نئے درجہ کئے ہیں جو علامہ مصنف نے بارہا تجربہ کئے ہیں یا جو اس کے معزز و نامور
 مستعملین میں سب سے بڑی خوبی اس میں یہ ہے کہ اکثر امراض کا علاج جڑی اور بوٹیوں سے بتایا گیا ہے اگر آدمی
 کچھ بھی پس ہو تو جنگل میں بیٹھ کر خود بخوبی علاج کر سکتا ہے اگر آپ علم طب سے کچھ نفع اٹھانا چاہتے ہیں تو اس کتاب کو ضرور
 اور گزریٹھے بے لکھے علاج کیجئے باوجود ان خوبیوں کے قیمت صرف فی جلد ۱۲ روپے

تمام درجہ سبب سید محمد شفیع الدین خیر افضل لائبریری و بک کتب حویلی اعظم خان کے ہے

۹۲۳۵۹۲۷

RESERVE

۱۱۲

رائل ہیروز آف اسلام

۱۱۶

یعنی

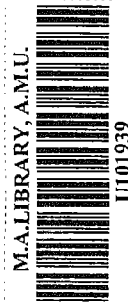
نامور فرمانروایان اسلام

پہلا اور دوسرا حصہ

۱۰۱۹۳۹



المامون



اس کتاب کے دو حصے ہیں پہلے حصے میں تہیہ ترتیب خلافت مامون الرشید کی ولادت تعلیم تربیت ولیعهدی تخت نشینی خانہ جنگیاں فتوحات ملکی اور وفات کے حالات ہیں دوسرے حصے میں اُن عراتب کی تفصیل ہے جسے اُس عہد کے ملکی حالات اور مامون الرشید کے تمام اخلاق و عادات کا اندازہ ہو سکتا ہے نیز اُن تمام کارناموں کی تفصیل ہے جنکی وجہ سے مامون رشید کا عہد عموماً شاہان عالم کے عہد سے علی حیثیت میں ممتاز تسلیم کیا گیا ہے۔

مرتبہ شبلی نعمانی

فضل المطابع پریس و ہلی میں چھپا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زمانہ کے انقلاب سے مسلمانوں کی قومی خاصیتیں گویا بہت کم ہل گئیں اور بدلتی جاتی ہیں۔ تاہم اپنی قومی تاریخ کے ساتھ جو دلچسپی اور شغف اُن کو پہلے تھا۔ اب بھی ہے۔ جس طرح قومی روایتوں کے محفوظ رکھنے میں وہ ہمیشہ نام آور رہے ہیں۔ آج بھی گذشتہ تاریخ کی طرف اُن کو وہ جوش التفات ہے کہ اُس سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔ فرق ہے۔ تو یہ ہے کہ اب سے سو برس پہلے جو زبانیں ہماری ملکی اور قومی زبانیں تھیں اُن میں زمانہ کے امتداد اور اسلامی حوصلہ مندوں نے قومی تاریخ کے بے انتہا ذخیرے مہیا کر دیئے تھے جس کا یہ اثر تھا کہ افسانوں کی طرح یہ روایتیں عام لوگوں میں پھیل گئیں تھیں اور قصہ طلب عوام اس کثرت سے ان زبانوں میں داخل ہو گئے تھے کہ ہمارے لٹریچر کا ہر جملہ۔ گویا قومی تاریخ کا ایک مختصر سامن تھا لیکن آج جو زبان (اردو) ہماری عام ضرورتوں کی کفیل ہے اس کے خزانے میں قومی تاریخ کا جس قدر سرمایہ ہے ضرورت سے بہت کم ہے ہندوستان کی بہت سی تاریخیں لکھی گئیں اور مغلیہ و تیموریہ کے کارنامے بڑی آب و تاب سے دکھائے گئے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ ہندوستان کی مجموعی تاریخ بھی ہماری قومی تاریخ کا ایک بہت چھوٹا حصہ ہے اسلام کو تیرہ سو برس سے کچھ اوپر ہوئے اس وسیع مدت میں اُس کی فتوحات

کہاں کہاں پہنچیں۔ کس کس کو اس نے تاج و تخت دیا۔ کتنی سلطینیں قائم کیں۔ کبھی ہنوا سب کو عروج ہوا۔ کبھی عباسیہ کا ستارہ چمکا۔ آج ولیم نے تاج حکومت سر پر رکھا۔ کل سلجوق کا علم اقبال ہوا۔ کبھی ایوبیہ نے روم و شام کے وفاق و فیہ کبھی ملٹین اُسٹے اور یورپ کو پامال کر آئے۔ اگرچہ یہ خاندان مختلف ملک اور مختلف نسل سے تھے۔ لیکن اسلامی اتحاد نے ان سب کو ایک قوم کہہ کر پکارا اور انہیں کے نرم نرم کے کارنامے ہماری قومی تاریخ بن گئے جس کو اردو زبان میں ہم ڈھونڈنا چاہیں تو کہاں ڈھونڈیں۔

اردو زبان کی یہ کم یا گی کچھ محل تعجب بھی نہیں۔ اردو اگرچہ دیکھتے دیکھتے ترقی کے بہت زینے طے کر گئی اور قریب ہے کہ وہ ایک علمی زبان کے رتبہ تک پہنچ جائے لیکن علماء کا گروہ جو عربی زبان اور عربی تصنیفات کا مالک تھا اور اسوجہ سے تاریخی ذخیرے بھی گویا خاص اسی کے قبضہ اختیار میں تھے۔ اُس کی طرف مطلقاً ملتفت نہ ہوا۔ تصنیف و تالیف تو ایک طرف ہمارے علماء اس زبان میں خط و کتابت کرنا بھی عار سمجھا کئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اردو کچھ اس تیزی سے بڑھی کہ بہت سے لوگ اور خصوصاً یہ سادہ فرائض گروہ اسکی رفتار ترقی کا اندازہ بھی نہ کر سکا۔ چونکہ اس وقت۔ جب وہ (اردو) ملک کی انشا پر داری اور عام تصنیفات پر پورے اقتدار کے ساتھ قابض ہو چکی تھی اور میرا تو خیال ہے کہ اُن میں بہت سے اب تک وہی صحراے عرب اور بہارستان فارس کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ موجودہ نسلیں جنہوں نے حال کی آب و ہوا میں پروا پائی۔ البتہ اردو کا حق سمجھتے ہیں اور ان کی دلی خواہش ہے کہ اپنی ملکی زبان کو ترقی کے اعلیٰ رتبہ پر پہنچائیں۔ اسی کا اثر ہے کہ ملک میں اردو انشا پر داری کا ایک عام جوش بھل گیا ہے اور ہر طرف سے نئی تصنیفات کی صدائیں آرہی ہیں۔ لیکن چونکہ زمانہ کی پریج ضرورتوں نے اس نے گروہ کو بہت کم موقع دیا کہ عربی زبان پر دست کس پاسکے۔ اس لئے عربی تصنیفات سے وہ فائدہ نہ اٹھا سکا اور قومی تاریخ کے اصلی خزانے اسکی آنکھوں سے چھپ رہے گئے۔ مجسبرانہ۔ پرزور اور ایجا پسند طبیعتیں جو کسی طرح غلبی نہیں بیٹھ سکتی تھیں۔ تذکروں۔ اور ناولوں پر جھکیں جس سے اتنا ضرور ہوا کہ اردو کی وسعت کا ایک قدم اور آگے بڑھا۔ لیکن افسوس اور عبرت کی جگہ ہے کہ زبان عربی اور فارسی کو

ہنا کر۔ ہماری علمی اور قومی زبان بنی۔ وہ اُسی خاص سے محروم رہ گئی۔ جو قائم مقامی کی حیثیت سے اُسکا ذاتی حق تھا۔ یہی ایک چیز ہے جو قومی فیلنگ اور قومی خوش کو زندہ رکھ سکتی ہے اور اگر یہ نہیں تو قوم قوم نہیں۔

انہیں خیالات کی بنا پر ایک مدت سے میرا ارادہ تھا کہ اسلامی حکومتوں کی ایک نہایت مفصل اور بیسٹ تاریخ لکھوں۔ لیکن شکل یہ تھی کہ نہ میں تمام خاندانوں کا استقصاء کر سکتا تھا نہ کسی خاص سلسلہ کے انتخاب کی محکوم کوئی وجہ مرنج ملتی تھی۔ آخر میں نے یہ فیصلہ کیا کہ رائل ہیمپز آف اسلام دینے نامور فرمانروایان اسلام کا ایک سلسلہ لکھوں جس کا طریقہ یہ ہو کہ اسلام میں آج تک خلافت و سلطنت کے جتنے سلسلے قائم ہوئے اُن میں سے صرف وہ نامور انتخاب کر لئے جائیں۔ جو اپنے طبقہ میں عظمت حکومت کے اعتبار سے اپنا مہر نہ رکھتے تھے۔ اور ان کے حالات اس ترتیب اور جامعیت سے لکھے جائیں کہ تاریخ کے ساتھ لائف کا مذاق بھی موجود ہو۔ جن خاندانوں کو میں نے اس غرض کے لیے انتخاب کیا ہے اُن کے نام یہ ہیں۔

خاندان یا سلسلہ	ہمپز دینے وہ نامور جو اپنے خاندان یا سلسلہ میں سب سے ممتاز ہے۔
خلفائے راشدین	حضرت عمرؓ - خلیفہ دوم
بنو امیہ	ولید بن عبد الملک
عباسیہ	مامون الرشید
بنو امیہ اندلس	عبد الرحمن ناصر
بنو حمدان	سیف الدولہ
سلجوقیہ	ملک شاہ
نوریہ	نور الدین محمود زنگی۔
ایوبیہ	سلطان صلاح الدین قاتل بیت المقدس
موحیدین اندلس	یعقوب بن یوسف۔

ترکان روم سلیمان اعظم۔

ان خاندانوں کے سوا اور بھی بہت سے اسلامی خاندان ہیں جو تاج و تخت کے مالک ہوئے مگر میں نے ان کو دانستہ چھوڑ دیا ہے۔ ان میں سے بعضوں کے متعلق (مثلاً غزنویہ) مغلیہ تیسوریہ) تو اس وقت ہماری زبان میں مستند تصنیفیں موجود ہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ شان حکومت یا وسعت مملکت کے اعتبار سے ان کو یہ رتبہ حاصل نہیں کہ ہمیں ہرگز کے معزز و بار میں ان کے لئے جگہ خالی کی جائے۔

یہ حصہ جو میں قوم کے سامنے پیش کر رہا ہوں **مامون الرشید عباسی** کی تاریخ ہے اور اسی مناسبت سے اُس کا نام **المامون** ہے۔ اس بات کا محکوم بھی افسوس ہے کہ چند مجبور یوں کی وجہ سے اس سلسلہ میں۔ ترتیب کی پابندی نہ کر سکا۔ اور خلفائے راشدین و بنو امیہ کو چھوڑ کر پہلے اُس خاندان کو لیا۔ جو ترتیباً تیسرے نمبر پر تھا۔ آئندہ بھی شاید میں ترتیب کی پابندی نہ کر سکوں۔ لیکن یہ قطعی ارادہ ہے کہ اگر زمانہ نے مساعدت اور غم نہ وفا کی تو اس سلسلے کے کل حصے جس طرح ہو سکے گا پورے کر دے گا۔

مامون الرشید کے تاریخی حالات کے متعلق عربی میں جس قدر مشہور و مستند تاریخیں ہیں خوش قسمتی سے اکثر اس حصہ کی ترتیب کے وقت میرے استعمال میں ہیں لیکن میں علانیہ اعتراف کرتا ہوں کہ۔ موجودہ زمانہ میں تاریخ کا فن ترقی کے جس پایہ پر پہنچ گیا ہے اور یورپ کی دقیقہ بخشی نے اُسکے اصول و فروع پر جو فلسفیانہ نکتے اضافہ کئے ہیں۔ اُسکے اعتبار سے ہماری قدیم تصنیفات ہمارے مقصد کے لئے بالکل کافی نہیں۔

تاریخ کبیر ابو جعفر جریر طبرستانی۔ مروج الذهب مسعودی۔ کمالی بن الاثیر حسینی

۱۔ یہ نہایت مستند و ضخیم تاریخ ہے۔ ابن الاثیر و ابن خلدون و ابو الفداء کا اصلی ماخذ یہی کتاب ہے۔ سترہ جلدوں میں بمقام بالبنہ نہایت اہتمام سے چھاپی گئی ہے۔ اور ہنوز ناقص ہے۔ ۱۲۔
۲۔ تاریخ کامل مطبوعہ مصر کے حاشیہ پر چھپی ہے اور نہایت مشہور و مفید تاریخ ہے۔ ۱۳۔

ابن خلدون - ابوالفداء - دول الاسلام ذہبی - تاریخ الخلفاء سیوطی - عیون والحادثات
اجبار الدول قرمانی - تاریخ ابن و الفتح کاتب عباسی - فتوح لبلدان - بلاذری
معارف بن قتیبة - اعلام الاعلام - الخوم الزاهرة یہ وہ مبسوط اور مستند تاریخیں ہیں جو
اسلامی تاریخوں میں ممتاز خیال کی جاتی ہیں - اور دولت عباسیہ یا خاص مامون
الرشید کے حالات سے آگہی کا ذریعہ ان سے بڑھکر اور کیا ہو سکتا ہے - لیکن ان
تمام تاریخوں کو پڑھ کر اگر یہ معلوم کرنا چاہو کہ فلان عہد میں طریق تمدن اور طرز معاشرت
کیا تھا - حکومت اور فصل مقدمات کے کیا آئیں تھے - خراج ملک کیا تھا - فوجی قوت کس قدر
تھی - ملکی عہدے کیا کیا تھے - تو ان باتوں میں سے ایک کا پتہ لگنا بھی مشکل ہو گا - خود فراموش
وقت کے طور و طریقے اور عام اخلاق و عادات کا اندازہ کرنا چاہو تو وہ جزئی حالات
اور مفید تفصیلیں نہ ملیں گی جن سے اسکی اخلاقی تصویر ایک بار آنکھوں کے سامنے پہر جائے
جن واقعات کو بہت بڑھا کر لکھا ہے اور ہزاروں صفحے اسکی نذر کر دئے ہیں - وہ صرف
تحت الشیخی - فاتہ جنگیاں - فتوحات ملکی - اندرونی بغاوتیں و عیال کے عزل و نصب کے
حالات ہیں - یہ واقعات بھی کچھ ایسے عامیانہ طریقے پر جمع کر دئے ہیں نہ ان کی اسباب
و علل کا مرتب سلسلہ معلوم ہوتا ہے - نہ ان سے کسی قسم کے دقیق تاریخی نتیجے مستنبط
ہو سکتے ہیں -

مثلاً اسی مامون الرشید کے عہد میں بہت سی بغاوتیں ہوئیں - ان کے متعلق جس تاریخ
کو اٹھا لو نہایت تفصیلی حالات ملیں گے - لیکن اگر یہ تحقیق کرنا چاہو کہ کس قسم کے اندرونی واقعات
نے ان بغاوتوں کو پیدا کیا تھا - اور ان کے نشوونما کی وہ ابتدائی اور تدریجی رفتار جس پر عوام تو
کیا خواص کی نگاہیں بھی نہ اٹھیں کب شروع ہو چکی تھی - تو یہ تاریخی دفتر بہت کم مدد دینگے اور تمکو
تمام تر اپنے اجتہاد سے کام لینا پڑے گا - تاریخ عالم کا ہر واقعہ بہت سے مختلف واقعات
کے سلسلے میں بندھا ہے انہیں ریشہ و دانیوں کا پتہ لگانا اور ان سے فلسفیانہ نکتہ سمجھنے کے
ساتھ تاریخی نتائج کا مستنبط کرنا - یہی چیز ہے جو علم تاریخ کی جان اور روح ہے
ملہ بلاذری نہایت قدیم مرغ ہے غلیظ متوکل باللہ عباسی المتوفی ۳۸۴ھ کے عہد میں موجود تھا اکی تاریخ عربین میں بھی ہے

اور یورپ کو اس فن کے متعلق جس اختراع و ایجاد پر زیادہ تر ناز ہے وہ اسی طلسم کی پردہ کشائی ہے۔ اس سے میرا یہ مقصد نہیں کہ اگلے مصنفوں کی کوشش پر نکتہ چینی کروں اُن لوگوں نے جو کچھ کیا موجودہ اور آئندہ نسلیں ہمیشہ اسکی ممنون رہیں گی۔ لیکن زمانہ کا ہر قدم آگے ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ترقی کی جو حد کل مقرر ہو چکی تھی۔ آج بھی قائم رہے گی۔ ۹۔

اسکے علاوہ۔ یہ ایک بدیہی بات ہے کہ ہر زمانہ کا مذاق مختلف ہے۔ جن باتوں کو قد زمانے اس خیال سے نظر انداز کر دیا۔ کہ یہ جزئی اور عام معمولی باتیں تصنیف کی تسانت کے شایاں نہیں۔ آج انہیں کی تلاش ہے کہ اُس عہد کی عام معاشرت۔ اور طرز زندگی کا اُن سے اندازہ کیا جائے اسی ضرورت سے میں نے اس کتاب کے دو حصے کے پہلے حصے میں وہی معمولی واقعات ہیں جو عموماً تاریخوں میں مل سکتے ہیں۔ یعنی مامون کی ولادت و لیہدی۔ تخت نشینی۔ خانہ جنگیاں۔ بغاوتیں۔ فتوحات ملکی۔ وفات۔

دوسرے حصہ میں اُن مراتب کی تفصیل ہے جسے مامون کے پولیٹکل انتظامات اور شہسوار حالات کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے۔ اگرچہ اس خاص حصہ کی ترتیب کے وقت واقعات کی تاریخیں و تہجہ میں۔ میں خاص تاریخی تصنیفات کا پابند نہ تھا۔ تراجم طبقات۔ مقامی جغرافیہ۔ سفر نامے۔ نقشجات۔ غرض جہاں سے جو بات ملی۔ اخذ کی۔ تاہم اس بات کی سخت احتیاط کی کہ جو کچھ لکھا جائے نہایت صحیح اور مستند تاریخی روایتوں سے لکھا جائے۔

(ناظرین اس موقع پر حصہ دوم جہاں سے شروع ہوا ہی اسکی تہید بھی ملاحظہ فرمادیں)

مامون الرشید کی اہلی تاریخ شروع کرنے سے پہلے مناسب ہو گا کہ ہم مختصر طور پر دولت عباسیہ کے قیام کے ابتدائی حالات لکھیں۔ عام مورخوں نے عباسیہ کے ظہور اقبال اور بنو امیہ کے زوال کا زمانہ قریباً سا تہہ سا تہہ خیال کیا ہے اور اُن مشہور واقعات سے بھی جو شہرت عام کی روشنی میں چمک رہے ہیں۔ یہی گمان ہوتا ہے کہ عباسیوں کو اپنی رقیب سلطنت کی بربادی میں بہت کم عرصہ لگا۔ لیکن تاریخی اصول کے لحاظ سے کسی طرح خیال میں نہیں آسکتا کہ ایک ایسی پُر زور سلطنت ایسے فوری صدمہ سے دفعتاً زیر و زبر ہو جائے

یہ بات بھی کچھ کم تعجب کی نہیں کہ جب خلافت کے دعوے میں ہمیشہ پیغمبر صلعم کا قرب زیادہ مؤثر سمجھا جاتا تھا تو عباسیہ اور سادات کے ہوتے۔ بنو امیہ کیونکر اس منصب پر قابض ہو گئے ان باتوں کے سمجھانے کے لئے ہم خلافت کے اجمالی سلسلہ کو اس ترتیب سے لکھتے ہیں جس وہ تمام عقدے خود بخود حل ہو جاویں جو ان خلافتوں کی پولیٹیکل حیثیتوں کے متعلق تاریخی فلسفہ کے راز ہیں۔

خلافت کا اجمالی سلسلہ بنی ہاشم۔ و بنی امیہ کی حریفانہ طاقتیں۔ بنو امیہ کی سلطنت۔ ہاشمیوں کی کوششیں دولت عباسیہ کا آغاز

آنحضرت صلعم سے پہلے عرب کی تمام قوت و شوکت کا اصلی مرکز قریش کا قبیلہ تھا۔ لیکن قریش کے بھی دو برابر حصے ہو گئے تھے۔ ہاشم و امیہ اور جیسا کہ علامہ بن خلدون نے صاف تصریح کر دی ہے جمیعت اور ملکی اقتدار میں بنو امیہ کا ہلکہ۔ بنو ہاشم سے بھاری تھا۔ البتہ آنحضرت صلعم کے وجود مبارک سے بنو ہاشم فخر و امتزاز میں اپنے حریفوں سے نمایاں طور پر ممتاز ہو گئے۔ آنحضرت کے انتقال کے بعد جب خلافت کی نزاع پیدا ہوئی تو گو فوری طور پر صدیق اکبرؓ پر اتفاق عام ہو گیا۔ لیکن بنو ہاشم دیر تک اپنے اذعابر کے رہے اور انکو اپنی ناکامی پر تعجب اور افسوس دونوں ہوا حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کے بعد شاید بنی ہاشم کے دعوے نئے سرے سے پیش ہونے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے کی باضا بطہ و لیہد ہی نے اسکا موقع نہ دیا۔ حضرت عمرؓ نے اپنی وفات کے قریب چھ شخصوں کو چنا جنکی حاکمانہ لیاقتیں انکے نزدیک ایسی ساویانہ درجہ رکھتی تھیں کہ وہ کسی کے حق میں ترجیح کا فیصلہ نہیں کر سکے۔ حضرت علیؓ نے بھی انتخاب شدہ لوگوں میں شامل تھے اور گو حضرت عباسؓ نے انکو یہ ہر اہمیت کی کہ وہ اپنی خلافت کو بحث اتفاق کے ماتحت نہیں بلکہ بغیر کسی اعانتہ اپنے ہاتھ کا فیصلہ کر لیں

سہ قریش کے اور بھی چھوٹے چھوٹے حصے ہو گئے تھے۔ لیکن برابر کے حریف صرف یہی تھے ۱۲

لیکن جناب امیر رنہ کی بے غرضی اور فیاض دلی نے اس اختلاف انگیز تحریک کے قبول کریمکی اجازت نہ دی اور جب عبدالرحمن بن عوف نے جو اس نزع کے طے کرتے کے لئے ثالث مقرر ہوئے تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قبضہ جمیل کہا اور تنہا تقدیر راضی ہو گئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خاندان بنو امیہ سے تھے۔ اور ان کی خلافت ایک نئے تاریخی سلسلہ کا دیباچہ تھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ ہاشمی تھے نہ اموی۔ اس لئے ان کے عہد تک بنو امیہ و ہاشم یہ دونوں خاندان خلافت میں کچھ حصہ نہیں رکھتے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں تمام بڑے بڑے ملکی عہدے بنی امیہ کے ہاتھ میں بیٹھے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پہلے بھی شام کے گورنر تھے۔ لیکن اس عہد میں انکا اقتدار اس حد تک پہنچ گیا کہ شام کے فرمانروائے مستقل سمجھے جاتے تھے۔ حضرت عثمان کی خلافت قریباً بارہ برس رہی۔ اور اگرچہ اخیر میں اسی خاندانی رعایت پر لوگ ان سے ناراض ہو گئے۔ اور ان کی شہادت تک نوبت پہنچی۔ لیکن اس وسیع مدت میں بنی امیہ کا خاندان ملکی و مالی دونوں حیثیت سے نہایت طاقتور ہو گیا۔ جس کا یہ اثر تھا کہ حضرت علی علیہ السلام کے عہد میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہمسری کا دعویٰ کیا۔ اور اگرچہ فاتی فصائل و ندب ہی تقدس میں ان کو حضرت علی سے کچھ نسبت نہ تھی۔ تاہم ایک مدت تک وہ مساویانہ طاقت کے ساتھ جناب امیر کے حریف رہے اور جنگ کا جو اخیر فیصلہ ہوا وہ بھی گویا انہیں کے حق میں ہوا۔

اب اسلام میں ہاشمی اور اموی۔ دو طاقتیں حریف مقابل بنکر قائم ہوئیں۔ اور ان کی باہمی معرکہ آرائیوں کی مسلسل تاریخ شروع ہو گئی۔ امام حسن علیہ السلام نے گو مصلوٰۃ خلافت سے ہاتھ اٹھا لیا اور بظاہر امیر معاویہ کی حکومت بیدار رہ گئی۔ لیکن اُسی زمانہ میں آل ہاشم و مشیوگان علی نے حضرت امام حسین کو خلیفہ کرنا چاہا اور جب انہوں نے انکا کیا تو ان کے غلامی بجائی محمد بن حنفیہ کے ہاتھ پر خفیہ بیعت کی۔ اور اکثر شہروں میں نقیب مقرر کئے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کے جائگاہ واقعہ کو ہم دوسرا نام نہیں چاہتے۔ افسوس ہے کہ اس عبرت انگیز حادثہ نے خاندان نبوت کی تمام زندہ یادگاریں مٹا دیں۔ اور ایک مدت کے لئے یہ توقع باقی رہی کہ اس مقدس گھر سے خلافت کی صدا بلند ہو۔ یزید کے مرنے کے بعد محمد بن حنفیہ کا

گروہ شایدا اپنے مخفی راز سے پردہ اٹھا دیتا لیکن ہاشمیوں ہی میں عبداللہ بن زبیر و سکری
 و عویدار ہو گئے۔ اور اپنی مشہور شجاعت والوالاعزمی سے حجاز و اطراف عرب میں مستقل حکومت
 قائم کر لی۔ اسی زمانہ میں۔ بنو امیہ میں سے مروان بن حکم نے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا چچا زاد بھائی
 تھا اور ان کا میر منشی رہ چکا تھا۔ سلاطین میں شام و مصر پر قبضہ کر لیا اور وہ گو خود کچھ بہت
 کامیاب نہیں ہوا۔ لیکن اسکے بیٹے عبدالملک نے جو سلاطین میں تخت نشین ہوا اس غلیم
 الشان سلطنت کی بنیاد ڈالی جو دولت بنی امیہ کے حبیب القرب سے مشہور ہے۔
 عبداللہ بن زبیر مکہ معظمہ میں قلعہ میں بند ہو کر شہید ہوئے اور تمام دنیا کے اسلام با استثناء عبدالملک
 کے قبضہ اقتدار میں آ گئی۔ یہ حکومت جبکہ اموی کی بنیاد مرادانی کہنا زیادہ موزوں ہے۔
 قریباً ۶۸ برس تک قائم رہی۔ اور اسی قلیل مدت میں دس شخص تخت نشین خلافت ہوئے۔
 اس خاندان میں عبدالملک و ولید و سلیمان و ہشام۔ نہایت عظمت و اقتدار کے بادشاہ گذرے
 صرف ولید کی فتوحات پر اگر لحاظ کیا جائے تو دولت عباسیہ اپنی چھ سو برس کی زندگی میں
 اس کی ہمسری کا دعوے نہیں کر سکتی۔ اس عہد میں حدود اسلامی کا دائرہ اس قدر وسیع ہو گیا
 تھا کہ سندھ و کابل و ایران و ترکستان و عرب و شام و ایشیائے کوچک و اسپین اور تمام
 افریقہ اس میں داخل تھا۔ با اینہم بنی ہاشم اپنی کوششوں میں برابر سرگرم تھے۔ اور مختلف
 وقوں میں بڑے زور شور سے مقابلہ کو اٹھتے۔ اگرچہ ولید و ہشام کے پڑ پڑ رہا تھوں نے
 سلطنت کو ہر خطرہ سے بچالیا۔ لیکن بنیاد حکومت میں کسی قدر زلزلہ پیدا ہو گیا اور جب
 اس عظمت و اقتدار کے فرمانروا اٹھ گئے تو حکومت مروانی کا ڈھچکا پھل ڈھیلہ پڑ گیا۔
 اس وقت تک خلافت کی کوششیں۔ صرف سادات اور علویین کی طرف سے ہوتی رہیں
 عباسی خاندان اب تک بظاہر ایک گمنامی کی حالت میں تھا۔ علویین میں سے عبداللہ جو محمد
 بن حنفیہ کے بیٹے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پوتے تھے اپنے پیروں کی ایک تعداد کثیر رکھتے تھے
 اور خراسان و ایران میں جا بجا ان کے خفیہ نقیب مقرر تھے بشلہ میں ان کو زہر دیا گیا اور
 چونکہ ان کے کوئی اولاد نہ تھی اور نہ سادات میں اس وقت کوئی صاحب اثر شخص موجود تھا۔
 اس لئے وہ محمد بن علی کو جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے عم بزرگوار کے پڑ پڑتے تھے

اپنا جانشین کر گئے۔ اسی طرح علویین کی مجتہ قوت عباسی خاندان کی طرف منتقل ہو گئی۔ گویا یہ پہلا دن تھا کہ دولت عباسیہ کی بنیاد کا پتھر رکھا گیا۔ آل عباس کے نقبا تمام عراق و خراسان میں پھیل گئے۔ اور ۲۱۰ھ و ۲۱۱ھ و ۲۱۲ھ و ۲۱۳ھ و ۲۱۴ھ و ۲۱۵ھ میں۔ ان کی طرف سے نمایاں کوششیں عمل میں آئیں۔ بعض اوقات حکام بنی اُمیہ پر یہ سازش کھل گئی جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ جن لوگوں پر شبہ ہوا وہ گرفتار ہو کر قتل کر دیئے گئے۔ اس انتشار میں کبھی کبھی علویین نے بھی علم خلافت بلند کیا مثلاً ۲۱۱ھ میں زید بن علی و ۲۱۲ھ میں یحییٰ بن زید نے اپنی حوصلہ مندی کے جوہر دکھائے۔ اور میدان جنگ میں داد شجاعت دے کر مارے گئے۔ یہ لڑائیاں ان دعویداروں کو تو کچھ مفید نہ ہوئیں۔ مگر عباسیوں نے اُن سے یہ فائدہ اٹھایا کہ ان کے حریف بنی اُمیہ کی فوجی طاقت کو سخت صدمہ پہنچے۔ ۲۱۲ھ میں محمد بن علی کا انتقال ہو گیا۔ اور اُن کے بیٹے ابراہیم امام باپ کے جانشین ہوئے۔ ۲۱۳ھ میں ابراہیم کو ابو مسلم خراسانی ایک عجیب و غریب شخص ہاتھ آیا جس نے اپنے حق تدبیر اور زور بازو سے اس کام کو انجام تک پہنچا دیا۔ اور باقی دولت عباسیہ کے لقب سے مشہور ہوا۔ اپنی طرف سے سیکڑوں لقب مقرر کئے۔ اور تمام اطراف میں بھیجے۔ طرفداران آل عباس کے لئے سیاہ لباس یا ایک سیاہ واجبی بطور نشان کے مقرر کی۔ ان نقیبوں نے خراسان فارس کے تمام اضلاع میں خفیہ سازشوں کے جال پھیلا دیئے اور ایک خاص دن ٹہر گیا کہ اُس تاریخ کو۔ ہوا خواہ ان آل عباس جہاں جہاں ہوں۔ دفعتاً اُٹھ کھڑے ہوں۔ رمضان کی ۲۵۔ تاریخ ۲۱۵ھ شب پنجشنبہ سفید بخ ایک گادوں میں جوہرات کے نواحی میں ہے۔ ابو مسلم نے خلافت عباسیہ کی عام مناوی کر دی اور ابراہیم کے پیچھے ہوئے علویوں پر جن کا نام ظل و سحاب تھا۔ سیاہ پہریرے آویزاں کئے ہر طرف سے لوگ جو جوق جوق آتے تھے اور ظل و سحاب کے نیچے جمع ہوتے جاتے تھے۔ ابو مسلم نہایت کامیابی کے ساتھ فتوحات حاصل کرتا ہوا خراسان کی طرف بڑھا۔ اور شمال بنی اُمیہ کو پے درپے شکستیں دیں۔ اس زمانہ میں بنو اُمیہ کا اخیر فرمانروا مروان الحمار تخت نشین حکومت متنازعہ خراسان کے گورنر نے اس کو نامہ لکھا کہ آل عباس میں سے ابراہیم نے علم خلافت بلند کیا

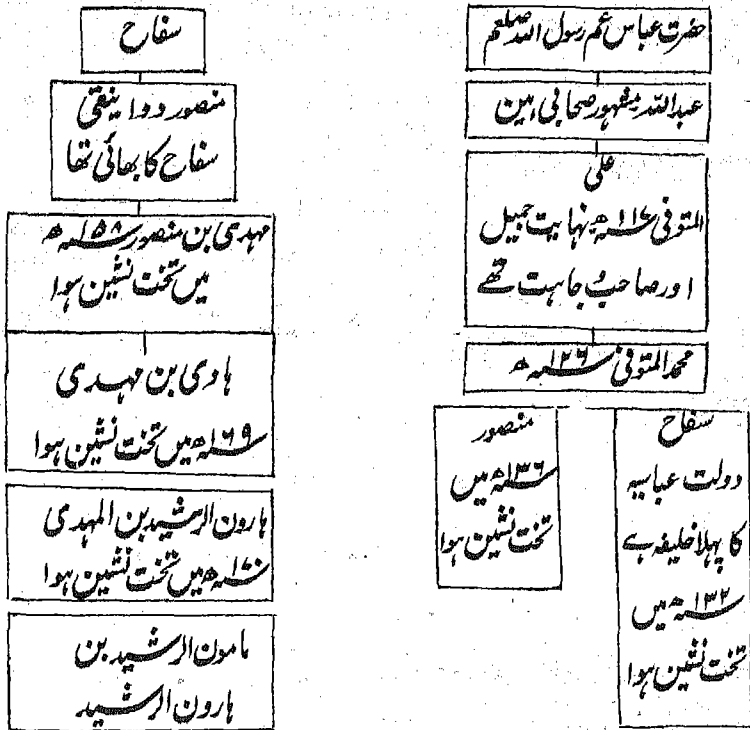
اور ابوسلم خراسانی جو ان کا نقیب ہے، خراسان کے اضلاع پر قبضہ حاصل کرتا جاتا ہے، ابراہیم امام اس وقت حمیمہ میں تھے۔ اور ان کی فوجی جمعیت جو کچھ تھی ان سے بہت دور خراسان کی فتوحات میں مصروف تھی۔ مروان نے بلقار کے عامل کو لکھا کہ ابراہیم کو پایہ زنجیر کر کے دار الخلافہ روانہ کرے، چونکہ ان کے ساتھ کچھ جمعیت نہ تھی۔ بغیر کسی وقت کے گرفتار کر لئے گئے چلتے چلتے اپنے عزیزوں سے کہتے گئے کہ کو فہ چلے جائیں۔ اور ابوالعباس سفاح کو دجائیکہ حقیقی بھائی تھے خلیفہ بنائیں۔

سفاح نے کو فہ پہونچکر جمعہ کے دن ۱۲ ربیع الاول ۱۳۲ھ کو خلافت کا اعلان کیا۔ اور بڑے تزک و اقسام سے مسجد جامع میں جا کر خلافت عباسیہ کا نہایت فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا۔ اور ابوسلم نے سمرقند، طحارستان، طوس، نیشاپور، رے، جہان، بہمان، ہنادند پر فوجیں بھیجیں اور یہ تمام ممالک عباسیوں کے علم اقبال کے سایہ میں آگئے شہر زور پر خود مروان کے بیٹے عبداللہ سے مقابلہ ہوا اور ابو عون نے جو ابوسلم کا ایک فوجی افسر تھا عبداللہ کو شکست فاش دی۔ یہ خبر سنکر مروان ایک فوج عظیم کے ساتھ جو تعداد میں لاکھ سے زیادہ تھی اور جس میں بنو امیہ کا تمام شاہی خاندان شریک تھا ابو عون کے مقابلہ کو بڑھا۔ اور ہر سفاح نے محمد بن علی اپنے چچا کو ابو عون کی مدد کو بھیجا مروان نے شکست کھائی۔ اور مصر کو روانہ ہوا۔ چند روز بھاگتا پھرا۔ اور آخر ۲۸ رذوالحجہ ۱۳۲ھ کو بمصر (مصر کا ایک شہر ہے) کے ایک گہرے میں مصور ہو کر مارا گیا۔ اور اسکے قتل کے ساتھ مروانی حکومت کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اسکے بعد عباسیوں نے بڑی سفاکی کے ساتھ قتل عام شروع کیا اور بالاتفاق ٹھہر گیا کہ خاندان بنی امیہ کا ایک بچہ دنیا میں زندہ نہ رہنے پائے۔ ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان کا پتہ لگایا جاتا ہے۔ اور قتل کر دیئے جاتے تھے۔ اس پر بھی عباسیوں کا جوش انتقام کم نہ ہوا خلفائے بنی امیہ یعنی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، یزید عبدالملک ہشام کی قبریں اکھڑا ڈالیں۔ اور اگر ایک ہڈی بھی ثابت مل گئی تو آگ میں جلا دی۔ اس ہنگامہ میں بنو امیہ میں سے ایک شخص عبدالرحمن نام۔ اندلس (اسپین) کو بھاگ گیا۔ اور زور بازو سے وہ عظیم الشان حکومت قائم کر لی جب کو آل عباس ہمیشہ رشک کی نگاہ سے دیکھا کرتے اور کچھ نہ کر سکے۔ عباسیوں کی خلافت پان سو چوبیس برس تک قائم رہی اور اس مدت

ہیں ۳۷ تحت نشین گذرے۔ مامون جس کا حال ہم لکھنا چاہتے ہیں۔ اس خاندان کا چٹا خلیفہ تھا۔ ذیل کے دو شجروں سے خلافت و نسب کی ترتیب معلوم ہوگی۔

شجرۃ النسب

شجرۃ الخلافۃ



ہارون الرشید بڑی عظمت و شان کا خلیفہ گذرا۔ شاہزادگی کے زمانہ میں روم پر لشکر کشی کی۔ اور پے درپے فتحیں حاصل کرتا ہوا خلیج قسطنطنیہ تک پہنچ گیا۔ سریر خلافت پر بیٹھا تو اسلام کے ملکی حدود اس قدر وسیع کر دیے کہ دولت عباسیہ میں کبھی نہیں ہوئے تھے۔ قیصر روم نے چند بار خراج دینے سے انکار کیا۔ مگر اس نے ہر بار شکست دی قیصر کے پائے تحت پھر بیکسی کو براؤ کر دیا۔ اور بزورِ شمشیر لکھنوالی کہ پھر کبھی آہا دنہ کیا جائے گا۔ لہٰذا ایشیائے کوچک میں ایک نہایت آباد و مشہور شہر تھا۔ یونانی خاندان جو اس زمانہ میں قیصر کہلاتا تھا اسکا پایہ تخت بھی شہر تھا۔ عربی مورخ اسکو ہرقلہ کہتے ہیں اب دیران ہو کر ایک معمولی شہر رہ گیا ہے۔ ۱۲۔

شاہان شان شوکت اور علم و ہنر کی سرپرستی نے ہارون الرشید کی شہرت کو اور بھی چمکایا۔ اُس کی تدروانی کی ندائے عام نے دلوں میں وہ شوق اور جوصلے پیدا کر دیئے کہ نہانہ کے تمام اہل کمال و دربار میں کھینچ آئے۔ اور آستانہ خلافت علوم و فنون کا مرکز بن گیا۔ خود بھی نہایت طباع اور قابل تھا۔ اس کی علمی مجلسیں۔ ادبی تصنیفات کی جان ہیں۔ حق یہ ہے کہ اگر اُس کا دامن انصاف پر اکٹہ کے خون سے رنگین نہ ہوتا۔ تو ہم اُس کے ہوتے عباسیوں میں سے کسی فرمانروا کو انتخاب کی نگاہ سے نہ دیکھ سکتے۔ مامون جس کے حالات۔ ہم اس کتاب میں لکھنا چاہتے ہیں۔ اسی **ہارون کا فرزند رشید تھا۔**

مامون کی ولادت اور تعلیم و تربیت

ربیع الاول ختمہ میں پیدا ہوا۔ اُس کی ولادت کی رات بھی عجیب رات تھی جبیں ایک خلیفہ ہادی نے وفات پائی۔ دوسرا ہارون الرشید تخت نشین ہوا۔ تیسرا (مامون) عالم وجود میں آیا۔ خلیفہ ہادی نے وصیت کی تھی کہ ”میرے بعد ہادی۔ تخت نشین ہو۔ اور اسکے بعد ہرون“۔ ہادی نے بدینتی سے ہرون کو محروم کرنا چاہا۔ اور چونکہ ہرون خانہ جنگیوں سے ہمیشہ پرہیز کرتا تھا اس لئے ممکن تھا کہ ہادی اپنے خود غرضانہ ارادہ میں کامیاب ہو جاتا۔ لیکن موت نے دفعتاً اُس کی تمام امیدوں کو خاک میں ملا دیا۔ ہارون بستر خواب پر سو رہا تھا کہ وزیر اعظم یحییٰ جگر مرثوہ خلافت سنا یا۔ ہرون نے نہایت یاس سے کہا ”دیکھو! تم ہنسی کرتے ہو۔ بھائی صاحب سن لیں گے۔ تو یہی ہنسی ہلائے جان ہوگی“۔ یحییٰ نے عرض کیا کہ ”قصائے آہی نے اس بحث کا فیصلہ کر دیا۔ آپ طینا سے سریر خلافت کو زینت دیں۔“ اسی گفتگو میں۔ خواص مرثوہ لائی کہ ”شکوے سے ہمیں وارث تاج و تخت پیدا ہوا“ یہی وہ مبارک فال لڑکا تھا جس کی قسمت میں **مامون الرشید اعظم** ہونا لکھا تھا۔ ہرون نے مبارک فالی کے لحاظ سے عبدالنہام رکھا۔ کیونکہ بانی دولت عباسیہ یعنی خلیفہ سفاح کا بھی یہی نام تھا۔

مأمون کی مان ایک کنیز تھی۔ جس کا نام مراحل تھا۔ اور باغین و بہرات کا ایک شہر ہے، میں پیدا ہوئی تھی۔ علی ابن عیسیٰ گورنر خراسان نے اُسکو بلہرون کی خدمت میں پیشکش بھیجا تھا۔ افسوس ہے کہ مراحل وہی چار روز کے بعد انتقال کر گئی اور مأمون کو یاد دہر با کے دامن شفقت میں پلٹا نصیب نہ ہوا۔

مأمون جب قریباً پانچ برس کا ہوا تو بڑے اہتمام سے اُسکی تعلیم و تربیت شروع ہوئی۔ دربار میں جو علماء اور مجتہدین فن موجود تھے ان میں سے دو شخص یعنی کسائی نحوی اور یزیدی۔ قرآن پڑھانے کے لئے مقرر ہوئے۔ مأمون کا سن ہی کیا تھا مگر طباطبائی اور فطانت کے جوہر بھی سے چمک رہے تھے۔ کسائی کی تعلیم کا طریقہ یہ تھا کہ مأمون کو پڑھنے کے لئے کہتا تھا اور آپ چپکا اور آپ چپکا سر جھکائے بیٹھا رہتا تھا۔ مأمون کہیں غلط پڑھ جاتا تو فوراً کسائی کی نگاہ اٹھ جاتی۔ اتنے اشارے سے مأمون متنبہ ہو جاتا اور عبارت کو صحیح کر لیتا۔ ایک دن سورہ صف کا سبق تھا۔ کسائی حسب عادت سر جھکائے سن رہا تھا۔ جب مأمون اس آیت پر پہونچا یا اَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لِمَ تَقُولُوْنَ مَا لَا تَقْعَلُوْنَ (اے ایمان والو وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں) تو بے اختیار کسائی کی نظر اٹھ گئی۔ مأمون نے خیال کیا کہ میں نے شاید آیت کے پڑھنے میں کچھ غلطی کی مگر جب پھر مکرر پڑھا تو معلوم ہوا کہ صحیح پڑھی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد جب کسائی چلا گیا۔ تو مأمون ہارون کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اگر حضور نے کسائی کو کچھ دسیئے کے لئے کہا تو ایسا ہی فرمائیے۔ ہارون نے کہا: یہاں اُس نے قاریوں کے لئے کچھ وظیفہ مقرر ہونے کی درخواست کی تھی۔ جبکو میں نے منظور بھی کیا تھا۔ کیا اُس نے تم سے کچھ تذکرہ کیا۔ مأمون نے کہا نہیں۔ ہارون نے پوچھا: پھر تم کو کیونکر معلوم ہوا۔ مأمون نے اُس وقت کا ماجرا عرض کیا۔ اور کہا کہ خاص اُس آیت پر کسائی کا دفعتاً چونک پڑنا بے وجہ نہیں ہو سکتا تھا ہارون اپنے کم سن بیٹے کی اس ذہانت

نہایت متعجب اور خوش ہوا۔ یزیدی مامون کا صرف معلم نہ تھا بلکہ اتالیق بھی تھا۔ اور مامون کے عام افعال و عادات کی نگہ رانی اس سے متعلق تھی۔ اس فرض کو یزیدی نہایت سچائی سے ادا کرتا تھا۔

ایک دن یزیدی اپنے معمول پر آیا۔ مامون اس وقت محل میں تھا۔ خدام نے یزیدی کے آنے کی اطلاع کی۔ مگر کسی وجہ سے مامون کو باہر آنے میں ذرا دیر ہوئی۔ نوکروں نے موقع پا کر یزیدی سے شکایت کی کہ جب آپ تشریف نہیں رکھتے تو صاحبزادے تمام ملازموں کو نہایت وق کر رہتے ہیں۔ مامون جب باہر آیا تو یزیدی نے چہرے پر بے بسی کے اظہار کیا۔ مامون نے وزیر السلطنت جعفر بن یحییٰ کے آنے کی اطلاع کی۔ مامون فوراً آنسو پونچھ کر فرشتے پر جا بیٹھا۔ اور حکم دیا کہ اچھا آنے دو۔ جعفر حاضر ہوا۔ اور دیر تک دوسرا دہر کی باتیں کرتا رہا۔ یزیدی کو ڈر پیدا ہوا کہ مامون جعفر سے کہیں میری شکایت نہ کر دے۔ جعفر چلا گیا تو یزیدی نے پوچھا کہ میری شکایت تو نہیں کی۔ مامون نے سعادتمندانہ لہجہ میں کہا۔ در استغفر اللہ میں ہارون الرشید سے تو کہنے کا نہیں جعفر سے کیا کہوں گا۔ کیا میں یہ نہیں سمجھتا کہ تادیب و تعلیم سے بچو کس قدر فائدے پہنچیں گے۔ خلفاء کا دستور تھا کہ دربار میں جو لوگ معتد اور صاحب فضل و کمال ہوتے تھے اولاد کو ان کی آغوش تربیت میں دیدیتے تھے اور انہیں کے اہتمام میں وہ تعلیم و تربیت حاصل کرتے تھے۔ ہارون نے اسی قاعدے کے موافق مامون کو سٹھہ میں جعفر برکی کے حوالے کیا۔ مامون کی قابلیت علمی اور عام لیاقتوں کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہوا کہ وہ جعفر برکی کی آغوش تربیت میں پلا۔ جو قابلیت وزارت کے علاوہ علوم و فنون میں دستگاہ کامل رکھتا تھا اور زیادہ تر اسی کی سرپرستی میں ممالک اسلامیہ میں فضل و کمال کا رواج ہوا۔ یزیدی کا بڑا بیٹا محمد بھی جو نہایت متبحر اور شاعر تھا مامون کی تربیت پر تعلیم پر مامور تھا۔

۱۷ دیکھو منتخب کتاب المختار من نواہر الاخبار صفحہ ۱۰۲۸

۱۸ تاریخ الخلفاء کے سیوطی صفحہ ۳۱۹ - ۳۲۰

مأمون کو مورخوں نے حافظ القرآن لکھا ہے غالباً اسی زمانہ میں وہ حافظ ہوا ہوگا بہر حال قرآن مجید کے ختم کرنے کے بعد اُس نے نحو و ادب پڑھنا شروع کیا اور وہ جہارت حاصل کی کہ جب کسائی نے ایک موقع پر امتحان لیا اور نحو کے متعدد مسئلے پوچھے تو اُس نے اس پر جستگی۔ یہ سوالوں کے جواب دے کہ خود کسائی کو تعجب ہوا اور ہارون نے جوش طرب میں سینہ سے لگا لیا۔

اس امتحان میں ہارون کا دوسرا بیٹا امین بھی شریک تھا جو مأمون سے ایک برس چھوٹا تھا اور جب کلاس بات میں مأمون سے شرف حاصل تھا کہ اسکی ماں زبیدہ خاتون تھی اور اس اعتبار سے وہ نجیب الطرفین تھا۔

یزیدی نے مأمون و امین کو بہتہ گوئی اور حسن تقریر کی بھی تعلیم دی تھی۔ ان دونوں کی قابلیت پر یزیدی کو خود تعجب ہوتا تھا اور وہ کہا کرتا تھا کہ ”خلفائے بنی امیہ کے لڑکے قبائل عرب میں بھیج دئے جایا کرتے تھے کہ شمشہ بیانی سیکھیں مگر تم تو گہر بیٹھے اون سے کہیں زیادہ فصیح اور زبان آور ہو“ اول اول اُس نے جمعہ کے دن ایک بڑے مجمع میں جو فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا ایسے پرتائیر اچھے میں پڑھا کہ تمام حاضرین کے دل وہل گئے۔ اور اکثر لوگ رو پڑے ابو محمد یزیدی نے اس پر ایک قصیدہ لکھا۔ کتاب الاغانی میں یہ قصیدہ نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ ہارون نے اس کے صلے میں یزیدی کو ۵ ہزار درہم عطا کئے فقہ کی تعلیم کے لئے سلطنت کے ہر حصہ سے فقہا بلالئے گئے۔ اور مأمون نے اُن کے فیض صحبت سے ایک ماہر فقیہ کا رتبہ حاصل کیا۔ علم حدیث کی سند ہشیم۔ عباد بن العوام یوسف بن عطیہ۔ ابو معاویہ الضریر اسمعیل بن علی بن حجاج الاسود وغیرہ سے حاصل کی حدیث کے فن میں مالک بن انس امام وقت تھے اور بڑے بڑے ائمہ فن جن میں امام شافعی بھی داخل ہیں ان کی شاگردی پر فخر کرتے تھے۔ ہارون الرشید نے اُن کی خدمت میں درخواست کی ”کہ حریم خلافت میں قدم نہ رکھو مگر شہزادوں کو علم حدیث پڑھائیں“ امام مالک نے

۱۷۰ خلافت میں صرف ابو بکر صدیق رحمہ اللہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مأمون الرشید حافظ القرآن گذرے ہیں سیوطی صفحہ ۲۴

۱۷۱ دیکھو دساری فی ذکر الدراری صفحہ ۱۲۹ منہ

کہا ہوتا کہ ”علم کے پاس لوگ خود آتے ہیں وہ دوسروں کے پاس نہیں جاتا“ اونھوں نے اس بات سے ہارون کو اور بھی غیرت دلائی کہ یہ علم تمھارے ہی گھر سے نکلا ہے اگر تمھیں اُس کی عزت نہ کرو گے تو وہ کیونکر عزت پاسکتا ہے۔“ اس معقول جواب کو ہارون نے نہایت خوشی سے تسلیم کیا اور شہزادوں کو حکم دیا کہ امام موصوف کے درگاہ عام میں حاضر ہوں۔

ہارون الرشید خود بہت بڑا فقیہ اور پایہ شناس فن تھا۔ موطا کے پڑھنے کے لئے جو علم حدیث کی نہایت معتبر اور مشہور کتاب ہے وہ اکثر امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوا ہے اور چونکہ اُس کو اپنی اولاد کی تعلیم کا شروع ہی سے نہایت اہتمام تھا۔ امین و مامون بھی اس درس میں اُس کے ساتھ ہوتے تھے۔ ہر چند دار الخلافہ بغداد میں جس پایہ کے علماء موجود تھے۔ اُس وقت اور کہیں نہ تھے۔ تاہم ہارون کی خواہش تھی کہ ملک میں اور جو اباب فن ہیں ان کے فیض تعلیم سے بھی مامون و امین محروم نہ رہیں۔ جب وہ کو فہ کیا جو اُس وقت فقہ و حدیث کا مرکز تھا تو وہاں کے تمام محدثین کو طلب کیا۔ چنانچہ دو شخص کے سوا اور سب حاضر ہوئے۔ یہ دو بزرگ عبد اللہ بن ادریس و عیسیٰ بن یونس تھے۔ جنھوں نے اپنے طویل عمل سے ثابت کیا کہ امام مالک کے سوا اور لوگ بھی ہیں جو علم حدیث کی اصلی عزت کرتے ہیں۔ ہارون نے حکم دیا کہ مامون و امین خود ان کی خدمت میں حاضر ہوں۔ بن ادریس نے سوجھ بوجھیں۔ روایت کیں۔ اور جب اُسی وقت مامون نے اون حدیثوں کو زبانی سنا دیا۔ تو بن ادریس بھی اس کی قوت حافظہ اور واقفیت پر عیش عیش کر رہے تھے۔

علوم مرویہ وقت میں سے مامون نے اگرچہ ہر ایک علم میں دستگاہ مناسب حاصل کی تھی۔ لیکن خاص فقہ ادب۔ تاریخ۔ ایام عرب میں وہ بڑے بڑے ماہرین فن کا ہمسر گنا جاتا ہے۔ علم و ادب الیہا قوت المستحصی صفحہ ۱۲۰۔ ۱۲۱ منہ ۱۵ سیوطی صفحہ ۲۹۰۔ موطا کا وہ نسخہ جس میں ہارون الرشید نے پڑھا تھا۔ مدت تک مصر کے کتب خانہ میں موجود تھا۔ سیوطی صفحہ مذکور ۱۲۰ منہ ۱۵ سیوطی صفحہ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۱۲۰ منہ

تھا اور درحقیقت ایک ایسے شخص کو جو بالطبع ذکی ہو جس نے زیدی اور کسانی جیسے مجتہدین فن سے تعلیم پائی ہو۔ جو ابو ذؤاس۔ ابو القتاہیہ۔ سیویہ۔ قرا کی علمی مجلسوں میں شریک رہا ہو ایسا ہی یگانہ فن ہونا چاہیے۔ جیسا کہ مامون تھا پچھن میں ایک دن اس نے اہمعی سے پوچھا کہ یہ شعر کس کا ہے۔

دعالی اکلہ اضطرارہ

ما کنت الا کلہ میت

اہمعی نے کہا ابن عیینہ المہلبی کا۔ مامون نے کہا نہایت باند خیال ہے مگر فلاں شعر سے ماخوذ ہے۔ اہمعی کو اس وسعت نظر اور واقفیت پر نہایت تعجب ہوا مامون نے اسی زمانہ میں شعر کہنا بھی شروع کیا تھا۔ اور چونکہ طبیعت نہایت موزوں اور نظر اڑیں وسیع تھی برجستہ کہتا تھا اور خوب کہتا تھا۔ ایک موقع پر ہارون الرشید نے جب فوج کو حکم دیا کہ ایک ہفتہ کے بعد سفر کے لئے تیار رہے اور ہفتہ گزر جانے پر بھی لوگوں کو اس کے ارادہ کا ٹھیک حال نہیں معلوم ہوا تو مامون نے اراکین و رہبر کی فرمائش سے خلیفہ وقت کی خدمت میں یہ قطعہ لکھا۔

ومن تقدا لبساجہ الفرس

یا خیز من دبت المظی بیل

اے ان سب لوگوں سے بہتر جنگو سواریاں لے کر چلی ہیں اور وہ جس کے گھوڑے پر ہمیشہ زین رہتا ہے۔

امرا صرنا فی المسیر ملتبس

من غایۃ فی المسیر نحر فہا

سفر کا کوئی وقت ہے جبکہ ہم لوگ جان سکیں یا یہ امر ہمارے لئے مبہم رہے گا۔

من لوزنہ فی الظلمۃ یقتبس

ما علم ہذا الا الی ملک

اس بات کا علم صرف اس بادشاہ کو ہے جس کے نور سے ہم لوگ تاریکی میں روشنی حاصل کرتے ہیں ہارون کو اس وقت تک نہیں معلوم تھا کہ مامون نے شاعری کی ہے۔ اگرچہ اس طباعی اور ذہانت پر نہایت خوش ہوا مگر رقبہ پر بطور جواب کے یہ لکھا۔ ”اے جان پدرم کو سفر سے کیا کام۔ شعر عام آدمیوں کے لئے باعث فخر ہے مگر عالی رتبہ لوگوں کے لئے کچھ عزت کی بات نہیں۔“

سہ مرتۃ الجہان یا فہی۔ ترجمہ اہمعی ۱۲ سہ سیوطی صفحہ ۳۲۰۔

ساتھ میں جب ابراہیم موسیٰ و کسائی نحوی۔ و عباس بن الاخف شاعر ایک ہی دن
تھنا کر گئے تو ہارون الرشید نے حکم دیا کہ خود شہزادہ مامون جاکر ان کے جنازے کی ناز
پڑھائے۔ مامون ناز پڑھانے کے لئے کھڑا ہوا تو پوچھا کہ "کس کا جنازہ سب سے آگے
رکھا گیا ہے" لوگوں نے عرض کی "ابراہیم کا" مامون نے کہا "نہیں عباس کا جنازہ آگے
رکھو" ناز سے فارغ ہو کر واپس چلا تو ایک درباری نے عرض کی کہ عباس کو کیا ترجیح تھی
مامون نے کہا ان دو شعروں کی وجہ سے۔

لھی اللی تشقی بھا و تکا بد
انی لیعجبنی المحب الجاحد

وسعی بھانا س فقنا لانا
نجد تھم لیکن غیر کھٹھم

یعنی مشرق کی نسبت لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تم اُسی پر مرتے ہو۔ میں نے انکار کیا تا کہ
لوگ تیری نسبت گمان نہ کریں۔ مجھ کو وہ عاشق پسند ہے جو وقت پر ٹکرا جائے، علامہ ابو الفرج
اصفہانی نے اس واقعہ کو ابراہیم کے تذکرہ میں نقل کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ
اُس وقت فن ادب کو وہ عزت حاصل تھی کہ اس قسم کے مذہبی فرائض میں بھی اُس کا لحاظ
کیا جاتا تھا۔

مامون نے ان علوم سے فارغ ہو کر فلسفہ کی طرف توجہ کی۔ ہارون الرشید نے جو ایشیا
مکملہ کتب علمیہ کے ترجمے کا قیام کیا تھا۔ اور جس میں ہندو۔ پارسی۔ عیسائی وغیرہ ہندوہ
و ملت کے لوگ نوکر تھے جو مختلف زبانوں کی کتب فلسفہ و طبیہ کے ترجمے کرتے رہتے تھے
مامون کے تکمیل فلسفہ میں بہت مددگار ہوا۔ لیکن اس موقع پر ہم اسکی تفصیل نہیں کرتے
اور اُس موقع کے لئے اُنٹھا رکھتے ہیں جہاں ہم ملکی تاریخ سے فارغ ہو کر اُس کے
عام اخلاق و عادات کا تذکرہ کریں گے اور اسی موقع پر اس کی علمی مجلسین۔ علمائے مناظر
مسائل علمیہ کے متعلق ایجادات۔ فلسفہ کی ترویج کا حال لکھیں گے۔ یہاں مختصر طور پر صرف
وہ حالات بیان کئے ہیں جو اسکی ابتدائی تعلیم سے متعلق تھے۔

مامون کی ولیعہدی ۸۱۳ھ

ہارون کی اولاد ذکر ۱۲۴۱ھ میں ختم ہوئی تھی جس سے چار ایسے لائق و قابل تھے جن کو وہ ولیعہدی

کے لئے انتخاب کر سکتا تھا۔ مامون۔ امین۔ موئن۔ معتصم۔ معتصم گو نہایت قوی اندام۔ دیر
شجاع۔ اور فنون جنگ سے واقف تھا لیکن جاہل محض تھا ہارون نے اس بنا پر اسکو خلافت
سے بالکل محروم کر دیا۔ امین کی مان زبیدہ اور اسکا ماموں عیسیٰ بن جعفر بن المنصور دربار میں
ایک پولیشکل طاقت رکھتے تھے کیونکہ اراکین دربار و افسران فوج جو اکثر بنی ہاشم تھے اتھا
نسب کی وجہ سے زبیدہ کے ساتھ تھے۔ مسئلہ یہ ہے عیسیٰ بن جعفر نے وزیر السلطنت فضل
بن یحییٰ سے امین کی ولیعهدی کے لئے سفارش کی۔ اگرچہ امین کی عمر اس وقت کل پانچ برس
کی تھی اور اسوجہ سے خاندان شاہی کے چند ممبر اس تجویز پر راضی نہ تھے۔ تاہم فضل کی بات
ثالی نہیں جاسکتی تھی۔ ہارون نے تمام دربار سے امین کے لئے بیعت لی امین اگرچہ نہایت
ذکی البطیع۔ فصیح۔ خوش نظیر۔ پاکیزہ رو۔ حور شائل تھا۔ اسکے ساتھ اُسے۔ نحو۔ ادب۔ فقہ۔ میں
نہایت مہارت حاصل کی تھی۔ لیکن عیش طالب۔ اور راحت پسند تھا۔ ہارون کو بھی روز بروز اسکی
راحت طلبی کا زیادہ یقین ہوتا گیا۔ مامون کی ذاتی خوبیوں نے ہارون کو بالکل اپنا گرویدہ کر لیا
تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ ”میں مامون میں منصوبہ کا حرم۔ مہدی کی متانت۔ ہادی کی شان و شوکت
پاتا ہوں۔ اور اگر اپنے سے بھی اسکو نسبت دینا چاہوں تو دے سکتا ہوں۔“ میں نے
”امین کو خلافت میں اسپر ترجیح دی۔ حالانکہ مجکو معلوم ہے کہ وہ فضول خرچ اور اپنی خواہشوں
کا مطیع ہے۔ اور لونڈیاں اور عورتیں اسکی شیر کار ہیں۔ اگر زبیدہ کا لحاظ اور بنو ہاشم کا دباؤ
نہ ہوتا تو میں مامون کو ترجیح دیتا۔“

ہارون نے ایک دن ابو یحییٰ اپنے چھوٹے بیٹے سے جوحن و جمال میں اپنا نظیر نہیں کھتا
تھا کہا۔ کاش تیرا حسن مامون کو ملا ہوتا۔ خود مامون سے بھی وہ کہا کرتا تھا کہ ”ساری خوبیاں
تجھی میں ہوتیں تو خوب ہوتا اور اگر میرے اختیار کی بات ہوتی تو میں ابو یحییٰ کا حسن بھی تجھی کو دیتا۔“

۱۷۱ھ ذی قعدہ ۱۷۱ھ تمام عباسی نسل میں خاندان خلافت۔ اور خاندان خلافت میں ابو یحییٰ
نہایت جبین اور صاحب جمال تھا۔ اسکے ساتھ شاعر کلمۃ بنج اور موسیقی کا بڑا ماہر تھا۔ مامون الرشید کو ابو یحییٰ سے
نہایت محبت تھی۔ علامہ آغانی نے لکھا ہے کہ مامون الرشید اپنے بعد اسکو خلیفہ مقرر کرنا چاہتا تھا۔ مگر افسوس
کہ وہ یوسف جمال مامون کی زندگی ہی میں مر گیا مامون نے کئی دن تک اسکے غم میں کھانا نہیں کھایا۔ ۱۷۱ھ

زبیدہ کو ان باتوں سے نہایت رنج ہوتا تھا۔ وہ ہارون کو طعنہ دیتی تھی کہ تم ایک کینزلاں کو میرے تحت جگر پر توجہ دیتے ہو۔ دونوں میں اکثر اس بات پر بحثیں رہتی تھیں۔ اور چونکہ زبیدہ عام لیاقتوں میں بھی امین کو مامون سے کم درجہ پر تسلیم نہیں کرتی تھی۔ ہارون اکثر موقعوں پر دونوں کا امتحان لیتا تھا۔ اور نتیجہ امتحان پر زبیدہ کو شرمندہ ہونا پڑتا تھا۔ ایک دن اُس نے چند سو اگوں کی طرف اشارہ کر کے جو اُس کے پاس رکھی تھیں۔ امین سے پوچھا کہ یہ کیا چیزیں ہیں۔ امین نے کہا۔ ”مساویک“ یعنی مساویکین۔ پھر اُس نے مامون کو بلا کر یہی سوال کیا اُس نے جواب دیا کہ در ضد محاسنک یا امیر المؤمنینؑ

ایک اور دن ہارون نے دو خاص غلاموں سے کہا کہ امین سے تنہائی میں بطور خود پوچھ کہ جب خلافت آپ کو ملے گی تو حضور ہمارے ساتھ کیا سلوک فرمائیں گے۔ امین نے نہایت خوش ہو کر کہا کہ میں تم کو اس قدر انعام اور جاگیریں دوں گا کہ نہال ہو جاؤ گے۔ مگر جب مامون کے پاس گئے تو اُس نے دو بات جس سے لکھ رہا تھا اٹھا کر اُس کے منہ پر پھینک ماری۔ اور کہا کہ ”ہد معاش جس دن امیر المؤمنین ہوں گے تو ہم لوگ جی کر کیا کریں گے ہم انہر فدا نہ ہو جائیں گے۔“

اسپر بھی ہارون امین کی ولیعہدی کو مسترد نہیں کر سکتا تھا۔ مامون کے لئے اتنا کیا کہ سلسلہ میں امین کے بعد اسکی ولیعہدی پر لوگوں سے بیعت لی۔ اور سر دست غرضان و ہمدان کے صوبہ جات کا گورنر مقرر کیا۔ تیسرے بیٹے قاسم کو جریرہ تغور و عوام کی حکومت دی۔ اور مامون کو اختیار دیا کہ اگر قاسم لائق نہ ثابت ہو تو وہ معزول کر سکتا ہے۔ اگرچہ ہارون نے اس طور پر ملک کی تقسیم کر دی تھی۔ مگر وہ امین کی طرف سے مطمئن نہ تھا وہ جانتا تھا کہ امین خود غرض اور عین پرست ہے اور چونکہ تمام عمائد بنی ہاشم اور افواج کا بڑا حصہ اُس کا طرفدار ہے۔ اُس کو دوسروں کی حق تلفی پر بآسانی جرات ہو سکتی ہے۔ اس خیال سے سلسلہ میں جب وہ مکہ منقطع گیا تو امین کو تنہا خانہ کعبہ کے اندرے جا کر فہائش کی پہر مامون کو بلایا۔ اور اس سے بھی اس معاملہ کے متعلق دیر تک باتیں کیں اسکے بعد دونوں۔

سے جدا جدا معاہدے لکھوائے جس میں ہر ایک نے اس تقسیم کو تسلیم کیا جو ہارون نے انکے لئے تجویز کی تھی۔ صاحب روضۃ الصفا نے لکھا ہے کہ تقسیم کی رو سے مامون کو جو ممالک ملے اس میں کرمان شاہ۔ نہادند۔ قم۔ کاشان۔ اصفہان۔ فارس۔ کرمان۔ رے۔ قوس۔ طبرستان۔ خراسان۔ زابل۔ کابل۔ ہندوستان۔ ماوارالنہر۔ ترکستان داخل تھے۔ ابن کور بغداد۔ واسطہ۔ بصرہ۔ کوفہ۔ شامات۔ سواد عراق۔ موصل۔ حسنیہ۔ حجاز۔ مصر۔ اور بغداد کی انتہائے حدود تک کی حکومت ملی۔ اس معاہدے پر دونوں سے دستخط کرانے اور وہ ایک جم غفیر کے سامنے جس میں یحییٰ برکی وزیر السلطنت۔ جعفر بن یحییٰ۔ فضل بن الربیع صاحب۔ اور خاندان خلافت کے تمام اعیان اور فقہاء و علمائے شام تھے۔ باور بلند پڑ بکھڑ سنایا گیا۔ تمام حاضرین نے بطور شہادت کے اس پر دستخط کئے اور جب ہر طرح سے مصدق ہو گیا سونے کے ٹوکے میں جو زہر و دیا قوت سے مرصع تھا رکھ کر حرم کعبہ میں دروازے کے اوپر آویزاں کیا گیا۔ کعبہ کے دربانوں سے حلف لیا گیا کہ اسکی نہایت احتیاط کریں گے۔ اور حج کے زمانہ میں کسی منظر عام پر وہ آویزاں کر دیا جائیگا اگر یہ معاہدے نہایت طولانی اور بالکل فضول باتوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ تمام تحریر میں ایک بات بھی ایسی نہیں جس سے کوئی دقیق پولیشل خیال پیدا ہو۔ تاہم اس خیال سے کہ وہ ایک قدیم زمانہ کی تحریر ہے اور اس سے اس وقت کے عام خیالات اور طریقہ معاملہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ ہم مجتہد اسکا ترجمہ اس مقام پر لکھتے ہیں۔

دستاویز جو این نے لکھی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یہ ایک تحریر ہے جسکو محمد بن امیر المومنین ہارون بن امیر المومنین ہارون کے لئے لکھا نہ بجا لثبات عقل صحت جسم۔ دورستی فعل۔ اطاعت منادات بلا جبر لکھ کہ مجھ کو امیر المومنین سے علامہ اندلیبی نے چھٹے لکھ میں موجود تھا ان دونوں معاہدوں کو تمام ہاتھ تاریخ مکہ میں نقل کیا ہے۔ دیکھو تاریخ مذکور از صفحہ ۶۱ تا ۶۶۔ مطبوعہ جہین مقام لینبرک۔ ابن واضح کاتب عباسی نے بھی ان معاہدوں کو اپنی تاریخ میں قدر اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے ۱۶۷

ہارون کے ولیعہد سلطنت کیا ہے۔ اور عموماً تمام مسلمانوں پر میری بیعت لازم کی میرے
 بھائی عبداللہ بن امیر المومنین کو میرے بعد میری رضا مندی سے نہ جبر و اکراہ سے۔ خلافت
 اور ولیعہدی۔ اور مسلمانوں کے ہر ایک معاملہ کی افسری حاصل ہوگی۔ اور اُسکو امیر المومنین
 نے اپنی زندگی میں اور اپنے بعد خراسان اور اُسکے اضلاع و فوج و خراج و محکمہ ڈاک۔ و ہر چھٹی
 و بیست المال۔ و بیست الصدقہ۔ و عشر و عشر کی ولایت دی ہے۔ پس میں اقرار کرتا ہوں کہ جو
 کچھ امیر المومنین نے بیعت و خلافت و ولیعہدی۔ اور مسلمانوں کے عام معاملات کی افسری
 میرے بھائی عبداللہ کو دی ہے۔ میں ان سب امور کو تسلیم کروں گا۔ خراسان اور اُس کے
 اضلاع کی حکومت جو اُس کو امیر المومنین نے عطا کی ہے۔ یا زمین خاصہ میں سے جو جاگیریں
 اُس کو دی ہیں۔ یا کوئی جائداد خاص کر دی ہے۔ یا کوئی زمین یا جاگیر اُس کو خریدی ہے
 اور جو چیزیں اپنی زندگی میں بحالت صحت از ثمن مال و جو اہرات و اسباب و کپڑے و غلام
 و مویشی۔ کم ہوں خواہ زیادہ اُسکو عنایت کی ہیں۔ وہ سب عبداللہ بن امیر المومنین کی ہیں۔
 جو اُسکے لئے تسلیم کر لیا گیا ہے اور جس میں کچھ عذر نہیں ہے۔ اور میں نے اور عبداللہ بن امیر
 المومنین نے ان تمام چیزوں کو ایک ایک کر کے بقیہ تام و نشان و جگہ جان لیا ہے۔ اور اگر ہم دونوں
 میں سے کسی چیز کی نسبت ان چیزوں میں اختلاف ملے ہو تو عبداللہ کا قول قابل تسلیم ہوگا۔
 میں ان چیزوں میں سے کسی چیز کو اپنا مال نہ قرار دوں گا۔ نہ اُس سے چھینوں گا۔ نہ کم کروں گا۔
 وہ شے خواہ چھوٹی ہو خواہ بڑی۔ اور نہ ولایت خراسان نہ اور کسی صوبے سے جس کی حکومت
 امیر المومنین نے اُسکو دی ہے مجھ کو کچھ بحث ہوگی۔ میں عبداللہ کو ان صوبوں سے نہ معزول
 کروں گا۔ نہ خلع بیعت کروں گا۔ نہ کسی اور کو اُسکا قائم مقام کروں گا نہ کسی اور شخص کو ولیعہدی اور
 خلافت میں اُس پر مقدم کروں گا۔ نہ اُسکی جان۔ یا خون۔ یا صورت۔ یا ایک سرمو کو ضرر پہنچاؤں گا
 نہ اُس کے بڑی یا کھلی امور میں۔ یا حکومت۔ مال و جاگیر و زمین خاصہ کے متعلق۔ کوئی
 رنج و دہ بات کروں گا۔ کسی وجہ سے اُسکی کسی چیز میں تبدیلی نہ کروں گا۔ نہ اُس سے نہ اسکے
 عمال سے نہ اسکے منشیوں سے کچھ حساب کتاب سمجھوں گا خراسان اور اُسکے صوبوں اور ان
 علاقوں میں جس کی حکومت امیر المومنین نے اپنی زندگی میں و حالت صحت میں اُسکو دی ہے

جو کچھ انتظامات خود اُس نے یا اُسکے عمال نے کئے ہونگے مثلاً خراج، خزانہ، طرہ، رڈاک، صدقات، عشر، عشرہ وغیرہ۔ اُسکے درپے نہ ہونگا۔ اور نہ کسی اور کو اجازت یا حکم دیں گا۔ نہ ایسا خیال دل میں لاؤں گا نہ اپنے لئے وہاں کوئی جاگیر کی زمین طلب کروں گا۔ اور امیر المؤمنین ہارون نے جو کچھ زمان خلافت میں اُسکو عطا کیا ہے جس کا اس دستاویز میں ذکر ہے اور جسے مجھے اور عام لوگوں سے بیعت لی گئی ہے۔ اس میں کچھ کمی نہ کروں گا۔ نہ اور کسی کو اجازت دوں گا کہ اس سے تعرض کرے۔ یا اُس کا مخالف بنے۔ یا اُس کی بیعت کو توڑے۔ اس بارہ میں کسی شخص کی خلق اللہ میں سے کوئی بات نہ سنوں گا۔ نہ اُس پر ظاہر یا باطن میں راہنی ہونگا۔ نہ اُس سے چشم پوشی کروں گا نہ غفلت کروں گا اور نہ کسی نیک آدمی سے نہ بد سے نہ سچے شخص سے نہ جھوٹے سے نہ ناصح سے نہ فریب دہندہ سے نہ قریب سے نہ بعید سے، نہ اولاد آدم میں سے کسی شخص سے نہ مرد سے نہ عورت سے کوئی ایسا مشورہ یا فریب یا حیلہ کسی بات میں۔ ظاہر یا باطن میں۔ حق یا باطل میں قبول کروں گا جس سے کسی معاہدہ یا شرط کا فاسد کرنا مقصود ہو۔ جو میں نے عبد اللہ بن امیر المؤمنین سے کی ہے۔ اور جس کا اس دستاویز میں ذکر ہے اور اگر کوئی شخص عبد اللہ سے بُرائی کا ارادہ کرے یا ضرر پہنچانا چاہے یا اُس کی بیعت توڑنا چاہے یا اُس سے ارادہ جنگ کرے یا اس کی جان یا جسم یا سلطنت یا مال یا حکومت میں محبتہ یا تنہا ظاہر یا باطن میں کچھ تعرض کرنا چاہے تو میرا فرض ہو گا کہ اس کی مدد کروں اور حفاظت کروں۔ اور جو اپنی جان و جسم و مال و خون و چہرہ و حریم و حکومت سے دفع کروں وہ اُس سے بھی دفع کروں اور اس کی اعانت کو لشکر بھیجوں۔ اور ہر مخالف کے مقابلہ میں اس کی مدد کروں۔ اور نہ چھوڑ دوں اُسکو اور نہ الگ ہو جاؤں اُس سے اور جب تک میں زندہ ہوں اس بارہ میں اُس کے کام کو اپنا کام سمجھوں گا۔ اور اگر امیر المؤمنین کو موت آجائے اور میں اور عبد اللہ بن امیر المؤمنین اُس وقت امیر المؤمنین کے پاس موجود ہوں یا ہم میں سے صرف ایک شخص حاضر ہو۔ یا کوئی نہ حاضر ہو۔ ایک ہی جگہ ہوں یا مختلف مقامات میں۔ اور عبد اللہ بن امیر المؤمنین۔ خراسان کے علاقہ حکومت میں نہ ہو تو میرا فرض ہو گا کہ اُس کو خراسان روانہ کروں۔ اور وہاں کی حکومت و صوبے و فوج

اُس کے حملے کروں۔ میں اُس میں نہ تاخیر کروں گا۔ نہ اُس کو روکوں گا۔ نہ اپنے سامنے نہ کسی اور شہر میں خلاسان کے ادھر اور فوراً اسکو روانہ کروں گا۔ خراسان اور اسکے مضافات کا حاکم کر کے مستقل طور پر بنیر اسکے کہ کیسکو اُس کا شریک کروں۔ اور ان سب لوگوں کو جو اُس کے ساتھ کروں گا جن کو امیر المومنین ہارون نے عبداللہ کی ہمراہی میں مخصوص کیا از قلم افسران۔ فتوح۔ و لشکر و تدبیر و شمشیر و عقال و غلام۔ و خدام۔ اور جو اُس کے ہمراہ ہوں منع اُن کے اہل و عیال کے۔ ان میں سے میں کسی کو نہ روکوں گا۔ اور نہ کسی کو اسمیں شریک کروں گا۔ میں عبداللہ پر نہ کوئی امین بھیجوں گا۔ نہ پرچہ نویس۔ نہ بندار اور نہ قلیل یا کثیر میں اُس کا ہاتھ بکڑوں گا۔

جو کچھ اس تحریر میں میں نے شرطیں کیں۔ اور جو کچھ لکھا ہے۔ اُن کی نسبت امیر المومنین ہارون کو اور عبداللہ بن امیر المومنین کو ذمہ دیتا ہوں خدا کا اور امیر المومنین کا اور اپنا اور اپنے آبا و اجداد کا۔ اور تمام مسلمانوں کا۔ اور وہ سخت عہد جو خدا نے انبیاء اور مرسلین اور عامہ خلافت سے لئے ہیں۔ اور اس قسم کے عہد و میثاق اور قسمیں جن کے پورے کرنے کا خدا حکم دیا ہے۔ اور جس کے توڑنے اور بدلنے سے مخالفت کی ہے۔ پہر اگر میں توڑ دوں کوئی شرط جو میں نے امیر المومنین ہارون اور عبداللہ بن امیر المومنین سے کی ہے اور جس کا اس تحریر میں ذکر ہے۔ یا خیال کروں اُس چیز کے توڑنے کا جس پر میں قائم ہوں۔ یا اسکو بدلوں۔ یا خیال کروں یا بد عہد ہی کروں۔ یا کسی شخص سے چھوٹے یا بڑے۔ نیک یا گنہگار۔ مرد۔ یا عورت جماعت یا تنہا کسی۔ سے کوئی بات اُسکے خلاف قبول کروں تو میں بری ہوں۔ خدا سے عز و جل سے اور اس کی ولایت سے اور اس کے دین سے۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے دن مشرک ہو کر خدا سے ملوں۔ اور ہر ایک عورت جو آج میرے عقد نکاح میں ہے یا آئندہ تیس برس تک میرے عقد نکاح میں آئے۔ مطلقہ ہو تین طلاق سے طلاق الجرح۔ اور مجھ پر فرض ہو گا بیت اللہ کو سنگے پاؤں پیادہ جانا تیس حج کہ جو مجھ پر نذر واجب ہونگے۔ خدا نہ قبول کرے مگر اسکا پورا کرنا۔ اور جو مال آج میرا ہے یا جسکو میں تیس برس تک حاصل کروں وہ کعبہ کے لئے مجھ کو بطور مدیہ کے بھیجنا ضرور ہو گا۔ اور

جتنے غلام آج میرے مملوک ہیں۔ یا آئندہ تیس برس تک ہوں سب آزاد ہونگے۔ اور جو کچھ میں نے ہارون امیر المومنین اور عبداللہ بن امیر المومنین کے لئے لکھا ہے اور شرط کی ہے اور قسم کھائی ہے اور اس تحریر میں ذکر کیا ہے محکوم سکا ہوا کرنا لازم ہوگا۔ میں اس کے خلاف دل میں کوئی خیال نہ لائوں گا۔ اور اس کے سوانیت نہ کروں گا۔ اور اگر دل میں ایسا خیال لائوں یا کچھ اور نیت کروں تو یہ عہد و پیمان اور قسمیں سب مجھ پر لازم اور واجب ہوں گی۔ اور امیر المومنین کے افسران فوج اور خود لشکر۔ اور تمام شہروں کے لوگ اور عام مسلمان۔ سب میرے عہد بیعت و خلافت و ولایت سے بری ہوں گے۔ اور میرے خلع بیعت سے اُنہر کچھ حق مواخذہ نہ ہوگا حتیٰ کہ میں ایک بازاری آدمی کے برابر ہوں گا۔ محکومان لوگوں پر کچھ حق نہ ہوگا۔ نہ ولایت نہ اطاعت۔ نہ بیعت۔ اور اُن لوگوں کو بے مواخذہ شرعی ان تمام قسموں اور عہدوں کا توڑنا جائز ہوگا جو انہوں نے میرے حق میں کہے ہیں

مامون نے بھی ایک ایسی ہی دستاویز لکھی یا اس کی طرف سے لکھی گئی جس کا خلاصہ یہ ہے

کہ امیر المومنین ہارون نے محکومان کے بعد ولیعہد کیا۔ اور امین نے ایک دستاویز لکھی جس میں اس نے میرے حقوق کو اس تفصیل سے تسلیم کیا اور اُس پر قسم کھائی میں بھی امین کی اطاعت کروں گا اور اگر فوج وغیرہ کی مدد چاہے گا تو کافی اعانت کروں گا۔ جب تک کہ وہ اپنے اقرار سے نہ پھرے اور اگر امین چاہے گا کہ اپنے بیٹوں میں سے کسی کو میرے بعد ولیعہد کرے تو میں اس کو تسلیم کروں گا بشرطیکہ امین میرے حقوق میں خلل انداز نہ ہو۔ لیکن اگر خدا امیر المومنین ہارون اپنے فرزندوں میں سے کسی کو میرے بعد ولیعہد قرار دیں تو محکومان کو تسلیم کرنا لازم ہوگا اب تک تو بظاہر امین و مامون۔ ملکی تقسیم اور جاہ و اقتدار میں برابر کے حصہ دار تھے۔ مگر متعدد تجربوں نے ثابت کر دیا تھا کہ امین۔ خلافت کے بوجھ کو کسی طرح سنبھال نہیں سکتا اسی خیال سے اس معاملے پر بڑے بڑے عامہ واعمال و تنظیروں میں لکھوئے ان کے نام نہیں لکھے۔ ۱۰۔

ہارون نے اس کے اختیارات کم کرنے شروع کئے اسی کے ساتھ مامون کو ہر موقع پر تنبیہ دی۔ اور گویا طریق عمل سے بتا دیا کہ خلافت اعظم کا مستحق مامون ہے۔ نہ امین۔ ۱۸۹ء میں بمقام قرامین علی رؤس الاشباہ و ظاہر کیا کہ مال۔ خزانہ اسلحہ۔ اسباب جو کچھ ہے مامون کا ہے۔ پھر تمام دربار سے کہا کہ ”مگر لوگ اس پر گواہ رہو“ ۱۹۰ء میں جب روم پر حملہ آور ہوا تو شہر رقبہ پر جبکو بجائے بغداد کے دار الخلافہ قرار دیا تھا۔ مامون کو اپنا جانشین کر گیا اور تبرکاً خلیفہ منصور کی حاکم خلافت بھی عنایت کی۔ امین ان کارروائیوں کو رشک کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ مگر کچھ کر نہ سکتا تھا ۱۹۱ء میں خراسان کے بعض اصلاخ میں بغاوت برپا ہوئی۔ جسکے فرو کرنے کو ہارون خود روانہ ہوا۔ راہ میں بیمار ہوا اور تمام ملک میں یہ خبر عام ہو گئی۔ امین کی سازش کے لئے یہ ایک عمدہ موقع تھا۔ کیونکہ دربار میں جتنے صاحب منصب تھے ان کے طرفدار تھے۔ اور خصوصاً وزیر اعظم فضل بن الربیع تو گویا امین کا دست و پاؤں تھا وہ عرب کی نسل سے تھا۔ اور امین نے اسی کے اہتمام میں تعلیم و تربیت پائی تھی۔ ہارون کے ساتھ اس وقت اگرچہ امین و مامون۔ دونوں میں سے کوئی نہ تھا مگر فضل بن الربیع کی وجہ سے دربار پر امین کا اثر غالب تھا۔ ہارون کی بیماری کی خبر سنکر امین نے فوراً ایک قاصد روانہ کیا اور بہت سے خطوط دیئے۔ جو اہل دربار کے نام تھے۔

ہارون الرشید نے اسی مرض میں ۱۹۲ء میں انتقال کیا۔ اسکے مرنے کے بعد قاصد نے امین کے خطوط جنکا مشترک مضمون یہ تھا کہ ”فوج مع تمام غزائے و اسلحہ و اسباب کے دار الخلافہ بغداد میں حاضر ہو“ تمام درباریوں کو حوالہ کئے۔ افسران فوج اور بعض عمائد اس حکم کی تعمیل میں کسی قدر متال ہوئے۔ لیکن فضل بن الربیع وہ شخص تھا کہ سارا دربار اسکے اشاروں پر حرکت کرتا تھا اس نے لوگوں کو یقین دلادیا کہ امین کے سامنے جو خاص دار الخلافہ پر قابض ہے۔ مامون کو ہرگز فروغ نہیں ہو سکتا۔ چونکہ فوج بھی سکونت کے تعلق سے بغداد ہی کی طرف مائل تھی۔ امین اپنی تدبیر میں پورا کامیاب ہوا مامون کی بدقسمتی اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ فوج و جنم ایک طرف خزانہ عامرہ میں سے جہیں اسباب و جواہرات کے علاوہ پچاس کروڑ کے صرف درہم و دینار تھے۔ اسکو ایک جہ بھی

نصیب نہ ہوا۔ غرض متفقاً سب نے بغداد کا رخ کیا۔ مامون اُس وقت مرو میں تھا رجبِ چہسبر پہنچنے تو اراکین دربار کو جمع کیا اور صلاح پوچھی۔ سب نے بڑے جوش سے کہا کہ دو ہزار سوار ساتھ ہوں تو ہم شاہی فوج کو بزورِ واپس لاسکتے ہیں۔ مگر فضل بن سہل نے جو وزارتِ اعظم کے پایہ پر ممتاز تھا۔ مامون کو الگ لے جا کر کہا کہ یہ گنتی کے آدمی۔ شاہی فوج پر جسکا شمار نہیں ہو سکتا فتح تو کیا حاصل کر سکتے ہیں۔ جب شکست کھا کر جان سے ناامید ہونگے تو حضور کو امین کے حوالہ کر دیں گے کہ اس کا رگداری کے صلہ میں اپنی جانیں بچالیں۔ اگر بھی منظور ہے تو خط بھیج کر پہلے فوج کا عندیہ دریافت کر لیا جائے۔ دو خاص خادم یہ نامے لیکر گئے فضل بن الربیع نے خط پڑھ کر کہا: میں تو رائے عام کا پابند ہوں جس طرف سب ہونگے میں بھی ہوں گا۔ لیکن عبدالرحمن ایک افسر فوج نے قاصدوں کے پہلو پر نیزہ رکھ کر کہا کہ ”تمہارا آقا ہوتا تو یہ بڑھی اُسکے پہلو سے پار ہو چکی ہوتی“ اب مامون کو چند در چند مشکلوں کا سامنا تھا۔ ادھر تو اُسکے مالی اور فوجی دونوں بازو ضعیف تھے۔ ادھر یہ ڈھنگ دیکھ کر نراسان کی اکثر سرحدی ریاستیں بغاوت پر مکرر تہہ ہو گئیں۔ مامون خلافت سے یک نخت مایوس ہو گیا اور اگر فضل بن سہل نے نہایت استقلال سے اُسکو تسکین نہ دی ہوتی تو غالباً وہ حکومت سے دست بردار ہو جاتا۔ اُس نے فضل سے صریح لفظوں میں کہہ دیا کہ ”سلطنت مجھ سے نہیں سنبھل سکتی تم سیاہ و سفید کے مالک ہو۔ اور میں عنانِ حکومت تمہارے ہاتھ میں دیتا ہوں“

فضل کو بظاہر کوئی سہارا نہ تھا اُس نے مامون کے افسرانِ فوج سے جب اعانت کی درخواست کی تو سب نے کانوں پر ہاتھ رکھا۔ اور کہا کہ ”حاشا! ایسے دو بھائیوں کے معاملہ میں کون دخل دے سکتا ہے؟ تاہم فضل کے غم و ثبات میں ذرا فرق نہ آیا اُس نے اپنے مضبوط اور پیش ہیں دل سے یہی صدا سنی کہ دو مامون ضرور کامیاب ہو گا۔ مامون کے ساتھ اگرچہ فوجی جمعیت بہت کم تھی۔ لیکن علما و فضلا کا ایک بڑا گروہ موجود تھا۔ جو اس کی علمی مجلسوں کو رونق دیتا تھا۔ اور جن کے زہد و تقویٰ کا ملک پر بڑا اثر تھا۔ فضل نے ان مذہبی حضروں سے جو کام لیا۔ بڑے بڑے فوجی افسروں سے بھی نہیں ہو سکتا۔ تھا۔ یہ لوگ تمام اطراف و دیار میں پھیل گئے اور غلط و افتاک کے ذریعہ سے وہ اقتدار

حاصل کیا کہ اُن کی ایک صد پر ملک کا ملک اُمتد آیا۔

مامون نے خود بھی فصل خصوصیات اور شاہانہ فیاضیوں سے ایسا حُسن قبول حاصل کیا کہ اُس کے عدل و انصاف کے گھر گھر چرچے تھے خصوصاً حُر اسان کا ایک چوتھائی شراج معاف کر دینے سے۔ تمام ملک اُس کے ساتھ جان دینے پر آمادہ ہو گیا اور بڑے جوش سے یہ صدائیں بلند ہوئیں کہ وہ کیوں نہ ہو! ہمارا بھانجا۔ اور ہمارے پیغمبر صلعم کے چچا کا بیٹا ہے۔ چونکہ مامون کی ماں عجمی تھی۔ اس لئے تمام ایرانی اُس کو اپنا بھانجا کہتے تھے۔

مامون و امین کی مخالفت

امین کو اس کامیابی کے بعد مامون سے کچھ بحث نہیں رہی تھی۔ اُس نے تخت نشینی کے دو کمرہ ہی دن قصر المنصور کے سامنے ایک گیند گہر طیار کرایا۔ فرامین پہنچے کہ قوال مسخرے۔ ارباب نشاط جہاں جہاں ہوں اُن کی تنخواہیں مقرر کر دی جائیں اور انخلا قہ کو روانہ کئے جائیں۔ ہاتھی۔ عقاب۔ سانپ۔ شیر۔ گھوڑے کی شکل کی کشتیاں بنوائیں۔ اور ان میں بیٹھ کر عالم آب کی سیر کرتا تھا۔ ان صحبتوں میں اُس کو مامون کا خیال بھی نہیں رہا۔ لیکن فضل بن الربیع جو مامون کی ناکامی کا اصلی باعث تھا اور انہیں کا رروائیوں کے صلے میں وزیر اعظم مقرر ہوا تھا۔ مامون کی طرف سے مطمئن نہ تھا۔ اس نے امین کو اس بات پر آمادہ کیا کہ ”مامون خلافت سے معزول کر دیا جائے“ امین نے پہلے تو انکار کیا۔ مگر فضل نے کہا کہ ”اول جو بیعت تمام ملک سے لی گئی۔ وہ آپ کے لئے تھی اور غیر مشترک تھی۔ پھر یارون الرشید کو اُس میں کسی قسم کی تبدیلی کا کیا اختیار تھا یہ بات امین کے دل میں اُتر گئی۔ اور اس پر آمادہ ہوا کہ مامون کو معزول کر کے موسے کے لئے جو اُس کا صغیر السن لڑکا تھا۔ بیعت لے دربار میں اگرچہ زیادہ وہی لوگ تھے جو امین کی ہاں ہیں ہاں ملا تے تھے تاہم جب عام دربار سے رائے طلب ہوئی تو عبد اللہ بن حازم نے بے باکانہ کہا کہ ”سلام میں آج تک کسی نے عہد شکنی نہیں کی

آپ یاد رکھیں کہ اسکی تیاریج آپ کے عہد سے شروع ہوتی ہے۔
 امین نے خطا ہو کر کہا کہ ”چپ رہ عبد الملک تجھ سے زیادہ عاقل تھا۔“ اس کا قول ہو
 کہ ”ایک جنگل میں دو شیر نہیں رہ سکتے۔“ پھر افسران فوج طلب ہوئے خزیمہ نے صاف
 مخالفت کی۔ اور کہا کہ ”اگر آپ مامون کی بیعت توڑتے ہیں۔ تو ہم سے بھی اپنی نسبت
 کچھ امید نہ رکھئے۔“

امین اسوقت اس ارادے سے باز رہا۔ مگر فضل بن الربیع کا جا دو بے اثر نہیں جاسکتا
 تھا۔ چند روزوں کے بعد تمام ملک میں احکام بھیج دیئے کہ خطبوں میں مامون کے بعد
 موئے کا نام پڑھا جاوے۔ مامون اپنی قوت کا اندازہ کرچکا تھا اب اسنے علانیہ مخالف
 کارروائیاں شروع کیں۔

امین نے جب شانزادہ عباس کو مامون کے پاس سفیر کر کے بھیجا کہ موسیٰ کی ولیعہدی
 تسلیم کرے تو اسنے صاف انکار کیا۔ اسی طرح امین نے خراسان کے بعض اخلاص طلب
 تو مامون نے قاصدوں سے کہہ دیا کہ ”امین کو اس قسم کی خواہشوں سے باز آنا چاہیئے۔“
 یہ کارروائیاں گویا دیباچہ جنگ تھیں اور اس وجہ سے مامون نے احتیاطاً تمام ممالک
 میں فرامین بھیجے کہ کوئی شخص جب تک سند اجازت نہ رکھتا ہو یا مشہور تاجر نہ ہو ممالک محروسہ
 میں داخل نہیں ہو سکتا۔ فوجی افسروں کو تاکید لکھی کہ سرحدی مقامات پر معمول سے زیادہ
 فوج و سامان طیار رہے۔ طاہر بن حسین کو روانہ کیا کہ جس قدر جلد ممکن ہو وے پہونچکر
 دشمن کا سدراہ ہو۔

مامون پر فوج کشی ۹۵ھ

امین تو بہانہ ڈھونڈتا تھا۔ مامون کی گستاخیاں اشتہار جنگ کے لئے اور بھی محرک ہوئیں
 امین نے وہ دستاویزیں جو معاہدہ بیعت کی نسبت لکھی گئی تھیں۔ یکہ معطلہ سے منگو کر چاک
 کر ڈالیں۔ اور موئے اپنے بیٹے کو جو ہنوز پنج سالہ لڑکا تھا۔ ناطق بالحق کا خطاب دیا۔
 حال کو تاکید فرماں بھیجے کہ خطبوں میں مامون کے بجائے موئے کا نام پڑھا جاوے

فوج کو طیاری کا حکم دیا پس پہ سالار فوج علی بن یسے کو دو لاکھ دینار انعام میں دلوائے۔ اور سات ہزار مغرق خلعتیں معمولی افسروں کو تقسیم کیں۔ کوچ کے دن فوج اس سر و سامان سے آہستہ ہو کر نکلی کہ بغداد کے بڑے بڑے معمر اور بن رسیدہ جو فوجی جاہ و چشم کے ہزاروں تماشے دیکھ چکے تھے حیرت زدہ رہ گئے۔ علی بن یسے روانگی کے وقت زبیدہ خاتون (دین کی مان) سے رخصت ہونے گیا۔ زبیدہ نے چاندی کی ایک زنجیر منگا کر دی کہ مامون گرفتار ہو تو اس میں مقید کر کے لانا۔ اس کے ساتھ نصیحتیں کیں کہ وہ این اگر چہ میرا محنت جگر ہے تاہم مامون کا بھی مجھ پر بہت کچھ حق ہے۔ تم جانتے ہو کہ وہ کس کا بیٹا اور کس کا بھائی ہے مگر گرفتار ہو تو پاس ادب ملحوظ رکھنا۔ سخت کہے تو برداشت کرنا۔ راہ میں رکاب تعام کر چلنا۔ کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ تو جانتا ہے کہ اس کا کیا مرتبہ ہے یا در کہ کہ تو اس کا کی طرح ہمسر نہیں ہو سکتا، غرض علی پچاس ہزار فوج لے کر رے کی طرف بڑھا۔ راہ میں جو قافلے ملتے تھے متفوق اللفظ بیان کرتے تھے کہ طاہر رے میں بڑی طیاریاں کر رہا ہے۔ مگر علی کثرت فوج پر اس قدر مغرور تھا کہ اسکو مطلق پرواہ نہ تھی۔ وہ برابر بڑھتا ہوا رے کی حد تک پہنچ گیا۔ طاہر کو لوگوں نے رائے دی کہ شہر میں رہ کر علی کا مقابلہ کیا جائے۔ کیونکہ ایسی مختصر فوج میدان میں کام نہیں دے سکتی۔ طاہر نے کہا کہ وہ اگر دشمن کی فوجیں شہر نباہ تک پہنچ گئیں تو اس کا طاہر ہی غلبہ دیکھ کر خدو شہر وائے ہمسر ٹوٹ پڑیں گے۔ طاہر صرف چار ہزار فوج لیکر باہر نکلا۔ علی بھی قریب پہنچ گیا تھا۔ دونوں فوجیں صف آرا ہوئیں۔ علی کی فوج نہایت ترتیب سے بڑھی۔ سب سے آگے زرہ پوشوں کا رسالہ تھا۔ پیچھے سو سو قدم کے فاصلے پر دس علم۔ اور ہر علم کے نیچے سو سوار تھے۔ علموں کے پیچھے خاص شاہی گارو تھا جس کے قلب میں علی تھا اور اُس کے پہلو میں بڑے بڑے تجربہ کار افسر تھے۔ طاہر کی فوج گو نہایت مختصر تھی مگر اُس کے پُر زور خطبوں نے ہر شخص میں وہ جوش بہرہ دیا تھا کہ دشمن کی کثرت فوج کا کیا خیال ہی نہ تھا سب سے پہلے جن شخص نے صف سے نکل کر لڑائی کی ابتدا کی وہ حاتم طائی۔ علی کی فوج کا ایک نامور بہادر تھا۔ طاہر نے یہ انتظار نہ کیا کہ اُسی کے رقبہ کا کوئی سوار اُس کے مقابل ہو۔

اس کو صرف اپنے زور بازو پر اعتماد تھا خود مقابلہ کو نکلا اور جوش غضب میں اگر دونوں ہاتھوں سے قبضہ پکڑ کر اس زور سے تلوار ماری کہ ایک ہی ضرب نے حاتم کا فیصلہ کر دیا اسی کے صلہ میں زبان خلاق سے اس کو ذوالیمینین کا لقب ملا یعنی "دائیں ہاتھوں والا" اب عام لڑائی شروع ہوئی۔ علی کی فوج نے طاہر کے میمنہ اور میسرہ پر اس زور سے حملہ کیا کہ طاہر کی فوج کے قدم اکٹڑ گئے۔ تاہم وہ بذات خود ثابت قدم رہا۔ اور دوبارہ فوج کو ترتیب دے کر اہل علم پر حملہ آور ہوا۔ اس کے پے درپے حملوں نے علم بردار وئی صفیں الٹ دیں۔ پھر کچھ ایسی ہل چل پڑی کہ تمام فوج ابتر ہو گئی۔ علی نے ہنر سے بغلا مگر گنہگار نہ سکی۔ اسی ہنگامہ میں دفعتاً ایک تیرا کر لگا۔ اور علی کا خاتمہ ہو گیا۔ طاہر نے فتح قطعی حاصل کی۔ اور ماموں کو ان مختصر لفظوں میں نامہ فتح لکھا۔ کتابی الی امیر المومنین ولس علی بن ابی طالب و خاتمہ فی صبیحہ و جندہ مصر فون تحت اموری یعنی میں امیر المومنین کو خط لکھ رہا ہوں۔ اور علی کا سر میرے سامنے ہے اس کی انگوٹھی میری انگلی میں ہے۔ اور اس کی فوجیں میرے زیر حکومت ہیں۔

قاصدوں نے رے سے مرو تک کی مسافت جو ڈھائی سو فرسنگ سے کم نہ تھی تین دن میں طے کی۔ اور چوتھے دن ماموں کے دربار میں حاضر ہوئے۔ دو دن کے بعد علی کا سر پہنچا۔ بنظر عبرت تمام خراسان میں تشہیر کیا گیا۔

امین حوض کے کنارے کوثر اپنے پیارے غلام کے ساتھ مچھلیوں کا شکار کھیل رہا تھا۔ حوض میں رنگ برنگ کی مچھلیاں پڑی تھیں جنکو سونے کی تھنیاں پنچائی تھیں تھیں تھیں۔ میں بیش قیمت موتی پڑے تھے کہ جس کے شکار میں جو مچھلی اُسے موتی بھی اسی کو ملے۔

امین خوبصورت لونڈیوں کے ساتھ جہیز اُس کے کنارے شکار کھیلتا تھا۔ آج بھی وہ اسی شغل میں تھا کہ دفعۃً مسرور نے فوج کی شکست اور علی کے مارے جانے کی خبر سنائی۔ امین نے جھلا کر کہا چپ بھی رہا کوثر وہ مچھلیاں پکڑ چکا ہے اور جگو صبح سے اب تک ایک بھی نہیں ملی۔ شکار سے فارغ ہوا تو افضل بن الربیع کو طلب کیا اس نے شکست کی یہ تلافی کی کہ ماموں کے وکیل کو جو بغداد میں رہتا تھا پکڑ بلایا۔ اور مال و اسباب کے علاوہ دس لاکھ

روپے وصول کئے۔

امین نے ایک اور فوج طیار کی جس کی تعداد بیس ہزار سے کم نہ تھی عبدالرحمن سیالار مقرر ہوا۔ اس زمانہ میں طاہر ہمدان کے قریب مقیم تھا۔ یہ فوج بھی ہمدان کی سرحد پر پہنچ کر ٹھہری عبدالرحمن نے اس شہر کو صدر مقام قرار دیا اور ضروری موقوفوں پر سوار و پیادے متعین کئے طاہر نے شہر پر حملہ کیا۔ مہینوں محاصرہ رہا۔ آخر عبدالرحمن امن کا طالب ہوا اور شہر چوڑ کر کسی طرف نکل گیا۔ طاہر قزوین پر بڑھا۔ بیان کا عامل جس کا نام کثیر تھا۔ اس کی آمد کی خبر سن کر پہلے ہی بھاگ گیا تھا۔ قزویں پر تو قبضہ ہو گیا۔ مگر دفعۃً عبدالرحمن ایک فوج عظیم لے کر پہنچا۔ اور اس تیزی سے حملہ آور ہوا کہ طاہر کی فوجیں ہتھیار بھی نہ سنبھال سکیں۔ صرف پیادوں کی چاعت مسلح تھی وہ نہایت ثابت قدمی سے لڑی اتنی فرصت پا کر سواروں نے بھی ہتھیار سنبھالے اور سخت محاصرہ ہوا عبدالرحمن کی فوج نے شکست کھائی۔ تاہم وہ خود ثابت قدم رہا اور جب اس کے ساتھیوں نے کہا کہ ”اب لڑنا بے سود ہے۔ بھاگ چلئے“ تو اس نے نہایت غیظ سے کہا کہ ”میں خلیفہ امین کو شکست کھایا ہوا منہ دکھانا نہیں چاہتا“ نہایت بہادری سے لڑا اور مارا گیا۔

اس فتح نے دور دور تک طاہر کا سکھ بٹھا دیا جیل کے تمام علاقے اس کے قبضہ میں آ گئے۔ تاہم یہ شکستیں امین کے حوصلہ کو پست نہ کر سکیں۔ اس نے ایک اور عظیم الشان فوج آراستہ کی جو تعداد میں کم و بیش چالیس ہزار تھی سپہ سالار وہ مقرر کئے جو دولت عباسیہ کے مشہور اور نامور افسر تھے۔ یعنی احمد بن زید۔ عبدالرحمن بن حمید طاہران بہادروں کا کسی طرح مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ اور اس بات کو وہ خود بھی سمجھ گیا تھا۔ اب اس نے تلوار کے بدلے تدبیر سے کام لیا۔ جلی خطوط اور قاصدوں کے ذریعہ سے ان دونوں افسروں میں پھوٹ ڈال دی اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ خود یہ دونوں آپس میں لڑ گئے۔ مدت تک ایک دوسرے کے مقابلہ میں شجاعت کے جوہر دکھاتے رہے۔ اور جس طاقت سے طاہر کے مقابلے کو آئے تھے باہم دگر صرف کر کے بغداد واپس گئے۔

ان فتوحات نے ماموں کی امیدیں وسیع کر دیں۔ امیر المومنین کا لقب اختیار کیا۔

اور دربار یون کو بڑے بڑے عہدے دے۔ فضل کو ان تمام ملک کا گورنر مقرر کیا۔ جو
ہمدان سے تہمت تک طول میں۔ اور بحر فارس سے جرجان و بحر ولیم تک عرض میں خاص
خلافت مامونیک کے زیر نگیں تھے۔ اس کے ساتھ ذوالریاسین کا لقب دیا اور تیس لاکھ درہم
ماہوار تنخواہ مقرر کی۔ اسی طرح حسن بن سہل کو وزیر الخراج۔ علی بن ہشام کو وزیر الحرب۔ نعیم
کو وزیر القلم مقرر کیا۔

اہواز۔ بصرہ۔ بحرین۔ عمان وغیرہ

طاہر خود شلاشاں میں نہرا۔ اور رستی کو اہواز پہنچا۔ محمد بن یزید بن حاتم المہلبی جو امین کا عامل
تھا۔ اسی اطراف میں موجود تھا۔ رستی کی آمد سنکر اہواز پہنچا۔ اور قلعہ ہندی شروع
کی۔ مگر اُس کے دوسرے ہی دن رستی اور قریش رجس کو طاہر نے ایک فوج گراں کے
ساتھ رستی کی مدد کو بھیجا تھا۔ پہنچے۔ نہایت سخت معرکہ ہوا۔ محمد کی فوج نے شکست کھائی۔ مگر وہ
خود چند جان نثار غلاموں کے ساتھ میدان جنگ میں کھڑا رہا۔ اگرچہ فتح سے ناامید ہو چکا
تھا۔ تاہم اُس نے اپنے غلاموں سے کہا کہ جو ہاگ گئے اُنکے واپس پھرنے کی امید نہیں جو
ساتھ ہیں اُن کا ثابت قدم رہنا یقینی نہیں میں تو لڑ کر مارا جاؤں گا۔ تم کو اجازت ہے جاہر چاہو
حلے جاؤ میں تمہارے مرنے سے بہر حال تمہارا زندہ رہنا زیادہ پسند کرتا ہوں کسی نے متفقی اللفظ
کہا کہ آپ کے بعد دنیا اور زندگی دونوں پر لعنت ہے محمد اور اُس کے جاں نثار غلام گھوڑوں سے
اتر پڑے اور پیادہ حملہ آور ہوئے۔ اگرچہ محمد نے طاہر کے بہت سے آدمی ضائع کئے مگر خود جانبر
نہ ہو سکا۔ محمد عربی کے مشہور خاندان آل مہلب سے تھا جس کی دلیری اور بہادری عرب کے کارناموں
میں ضرب المثل کی طرح مشہور ہے۔ اور چونکہ وہ خود بھی نہایت شجاع اور یادگار سلف تھا۔ طاہر
کو بھی اس کے مارے جانے کا افسوس رہا۔ اس فتح نے اہواز۔ یامنتہ۔ بحرین۔ عمان تک
مطلق صاف کر دیا۔ اور یہ تمام علاقے طاہر کے قبضہ میں آ گئے۔ اب وہ واسطی طرف
بڑھا۔ یہاں کا عامل پہلے ہی بھاگ گیا تھا۔ کوفہ۔ بصرہ۔ موصل کے عاملوں نے
خود طاہر کے پاس اطاعت کے خطوط بھیجے اور جب ۱۹۶ھ تک طاہر کی فتوحات سے

صرف بغداد اور اس کے متعلقات بچ رہے۔ مدائن میں برکی نے بہت کچھ تیاریاں کیں۔ دار الخلافہ سے بھی ہر روز مدد چلی آتی تھی۔ مگر طاہر کا کچھ ایسا رعب چھا گیا تھا کہ جب برکی اس کے مقابلے کو نکلا تو فوج کی صفیں بھی درست نہ ہو سکیں۔ ایک کو سنبھالا تو دوسری ابتر ہو گئی۔ مجبور ہو کر خود سب کو اجازت دیدی کہ جہاں چاہیں چلے جائیں۔

ان فتوحات کی شہرت عام ہوتی جاتی تھی۔ اور ملک میں ماملوں کا اقتدار بڑھتا جاتا تھا۔ حرمین میں بھی اس کا سکہ و خطبہ جاری ہو گیا۔ داؤد جو مکہ معظمہ کا حاکم تھا اس نے تمام اعیان عرب کو جمع کیا۔ اور مجمع عام میں ایک نہایت پر اثر تقریر کی۔ جب امین کی برائیاں کیں تو ان فقروں نے ساری مجلس کو کپکپا دیا کہ یہ وہی امین ہے جس نے حرمت حرم کا بھی خیال نہ کیا۔ اور جن معاہدوں کی تصدیق صحیح کعبہ میں ہوئی تھی ان کو چاک کر کے آگ میں جلا دیا۔ داؤد اس تقریر کے بعد مہر پر چڑھ گیا۔ اور سر سے ٹوپی اتار کر پھینک دی کہ اسی طرح میں امین کو خاک پر پھینکتا ہوں۔ سب نے غائبانہ ماملوں کے لئے بیعت کی۔ ماملوں کو جب یہ خبر پہنچی تو داؤد کو پانچ لاکھ درہم بطور نذر کے بھیجے۔ اور مکہ کی حکومت اس پر مستند کی چند روز کے بعد یمن وغیرہ کے عمال نے بھی طاہر کی اطاعت قبول کی۔ اور امین کی حکومت بغداد کی حد تک رہ گئی۔ تاہم اس نے ایک عظیم الشان لشکر جس میں قریباً چار سو افسر تھے۔ علی بن محمد کی ماتحتی میں ہرثمہ کے مقابلے کو روانہ کیا۔ رمضان ۳۹۶ء میں بمقام نہروان دونوں فوجیں مقابل ہوئیں۔ امین کی یہ اخیر کوشش بھی کچھ کامیاب نہ ہوئی۔ فوج نے شکست کھائی اور علی زندہ گرفتار ہوا۔ اب صرف یہ تدبیر باقی رہ گئی کہ مال و زر کی طمع والا کردشمن کی فوج توڑ لی جائے۔ امین کے خزانہ عامرہ میں ہنرون الرشید کے زمانہ کا اب بھی بہت کچھ اندوختہ موجود تھا۔ جو اس ضروری موقع پر تیغ و خنجر سے زیادہ کام آیا۔ قریباً پانچ ہزار آدمی اسی طمع پر طاہر کا ساتھ چھوڑ کر دار الخلافہ بغداد میں حاضر ہوئے۔ امین نے خطوط میں جو وعدے کئے تھے اس سے بھی زیادہ انعام و صلہ دیا۔ اور فخر کے طور پر ان کی داڑھیاں مشک سے

رنگوائیں۔ یہ لوگ اور بہت سی فوج لے کر طاہر سے لڑنے کے لئے روانہ ہوئے۔
 صرصر میں مقابلہ ہوا۔ مگر نتیجہ جنگ نے ثابت کر دیا کہ جو لوگ طاہر کے ساتھ دغا کر چکے
 تھے وہ امین کے ساتھ بھی وفاداری نہیں کر سکتے تھے۔ طاہر نے فتح قطعی حاصل کی
 اور شیشا رغینمت ہاتھ آئی امین نے اب ایک نئی فوج تیار کی جس میں حوالی بغداد
 کے عوام بھرتی تھے۔ انہیں میں سے کمانیر و جنرل بھی مقرر کئے اور ایک ایک کو گراں بہا
 انعامات سے مالا مال کر دیا قییم افسر جو ان فیاضیوں سے محروم رہے۔ نہایت
 ناراض ہوئے۔ ادھر طاہر نے اُن سے خط و کتابت شروع کی جس کا یہ اثر ہوا کہ وہ
 علانیہ باغی ہو گئے۔ درباریوں نے عرض کیا کہ انعام و صلہ کی طبع دلا کر اُن کو قابو میں لانا
 چاہئے۔ لیکن امین کو اپنی نوآزمودہ فوج پر اس قدر ناز تھا کہ اُس نے قدیم تجربہ کار لشکر کی
 انجمن پروانہ کی۔ اور ان نوآزموؤں کو حکم دیا کہ باغیوں کو گرفتار کر لائیں۔ ادھر امین کی پرانی
 اور نئی فوجیں باہم معرکہ آرائیں اور طاہر بے روک ٹوک بڑھتا چلا آیا۔ اور ذوالحجہ
 ۱۹۶ھ ہجری میں باب الابرار پہنچ کر ایک باغ میں مقام کیا۔ امین کے بہت
 سے اندامس کے پاس حاضر ہو گئے۔ اور بڑے بڑے انعامات و صلے
 حاصل کئے۔

بغداد کا محاصرہ ۱۹۷ھ

اگرچہ امین کی تمام قوت صرف ہو چکی تھی۔ اور بظاہر دار الخلافہ میں کوئی شخص
 طاہر کا سدراہ نہ تھا۔ تاہم طاہر نے نہایت احتیاط سے کام لیا۔ بغداد ایک مدت
 سے خلفائے عباسیہ کا پائے تخت اور اُن کی طاقت کا اصلی مرکز تھا۔ خاص شہر
 کی آبادی و من لاکھ سے کم نہ تھی۔ جن میں اکثر مسلمان تھے۔ اور سپہ گری کا خطری جو ہر
 رکھتے تھے۔ اس لحاظ سے بغداد پر قبضہ حاصل کرنا کچھ آسان کام نہ تھا۔ طاہر
 نہایت تدبیر سے چلا۔ بڑے بڑے نامور افسر جو ساتھ تھے ان کو خاص خاص حصوں
 پر متعین کیا۔ اور یہ حکم دیا کہ جو لوگ حلقہ اطاعت میں آئیں۔ اُن کو امن دیا جائے۔

باقی حصوں پر منجیقون کے ذریعہ سے آگ اور پتھر برسائیں اور تمام عمارتوں کو خاک کے برابر کر دیں۔ نہایت سفاکی اور سیرجی سے ان احکام کی تعمیل ہوئی۔ ہزاروں عالیشان مکانات برباد کر دیے گئے۔ محلے کے محلے تباہ ہو گئے۔ افزا ہمد۔ محمد بن عیسیٰ سعید بن مالک۔ نہایت دلیری سے لڑے۔ مگر عاجز ہو کر طاہر کی پناہ میں آنے گئے۔ رفتہ رفتہ۔ عبداللہ بن یحییٰ بن ہامان۔ محمد طائی وغیرہ نے بھی جو امین کے ارکان خلافت تھے اطاعت قبول کی صرف شہر کے اہل عیار باقی رہ گئے جو طاہر کے سد راہ تھے۔ لیکن ان کے زیر کرنے میں طاہر نے جو دقتیں اٹھائیں۔ بڑے بڑے معرکوں میں نہیں اٹھائی تھیں۔ قصر صالح پر ان پر لوگوں نے اس دلیری سے مقابلہ کیا۔ کہ طاہر کی بہت سی فوج ضائع ہوئی۔ اور چند مشہور افسر مارے گئے۔ یورین کا بیان ہے کہ علی کے معرکہ سے لیکر آج تک طاہر کو کبھی ایسی سخت لڑائی کا سامنا نہیں ہوا تھا۔ اس شکست کے انتقام میں طاہر نے حکم دیا کہ دجلہ سے دالریق تک اور باب الشام سے بالکوفہ تک جس قدر آبادی ہے کلیتہً برباد کر دیجائے۔ اس پر بھی جب اہل شہر مطیع نہ ہوئے تو گذرگاہوں پر پرے بٹھا دیے کہ باہر سے رسد کی کوئی چیز نہ آنے پائے۔ لیکن عیار اب بھی زیر نہ ہوئے۔ قصر شامیہ پر طاہر نے عبداللہ کو متعین کیا تھا۔ عیاروں نے اس کو سخت شکست دی۔ اور جب طاہر کی طرف سے ہر شتمہ مدد کو آیا تو عیاروں نے اس کو زندہ گرفتار کر لیا۔ طاہر خود گیا تو بڑے سخت معرکہ بعد عیار پیچھے ہٹے۔ پورے برس دن محاصرہ رہا۔ اور دارالاسلام بغداد ایک ویرانہ سے بدتر ہو گیا۔ ایسا معمور اور پر رونق شہر و درونک کف دست میدان پڑا تھا۔ امین کے عالیشان قصر و محل جو تقریباً دو کروڑ کے صرف میں طیار ہوئے تھے۔ ان کے صرف کمند باقی رہ گئے اہل شہر پر جو سختیاں گذریں ان کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ بیگزوں گہرائے برباد ہو گئے۔ ہزاروں بچے۔ یتیم بن گئے ہر گلی کو یتیم دردناک آوازیں بلند تھیں۔ شعرا نے نہایت جانکا مرثیے لکھے۔ جرمی کا ایک قصیدہ اب بھی موجود ہے جو ۱۱۵ اشعار کا ہے۔ اور اس قیامت انگیز واقعہ کی پوری تصویر ہے بغداد اتنا کچھ برباد ہو چکا تھا۔ ناہم۔ طاہر کو شہر میں داخل

ہونے کی جرات نہیں ہوتی تھی۔ اور اگر خزیمہ جو امین کے درباریوں میں نہایت بااثر شخص تھا۔ ساتھ دینا تو بغداد کی فتح میں شاید بہت زیادہ دیر لگتی خزیمہ ۲۲۔ محرم ۹۸ھ کو مشرقی دروازہ سے بغداد میں داخل ہوا اور وجہ پر علم نصب کر کے اعلان کیا کہ خلیفہ امین معزول کر دیا گیا۔ اس اشتہار سے شہر کا مشرقی حصہ گویا کامل طور سے فتح ہو گیا۔ دوسرے دن طاہر نے مغربی حصہ پر حملہ کیا۔ بازار کرخ کے متصل سخت معرکہ ہوا طاہر نے قصر الوضاح پر توڑی سی فوج متعین کی۔ اور بذات خود مدینۃ المتصور قصر زبیدہ قصر الخلد کا محاصرہ کیا۔ یہ عالی شان ایوانات جو خلفائے عباسیہ کے یادگار تھے۔ بجائے خود ایک شہر تھے۔ اور ان کے گرد جدا جدا شہر بنا دیے تھے۔

عجبت اس محاصرہ میں ابراہیم بن المدی جو ہرون الرشید کا بھائی اور فن موسیقی میں یگانہ روزگار تھا۔ امین کے ساتھ تھا۔ اس کا بیان ہے کہ ایک رات امین دل بہلانے کے لئے محل سے باہر نکلا۔ اور جہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ ابراہیم! دیکھیے کیا سہانی رات ہے۔ چاند کیسا صاف اور روشن ہے۔ وجہ پر اس کا عکس پڑتا ہے۔ تو کیسا خوشحال ہو رہا ہے۔ ایسے پر لطف وقت میں کیا چیز ضرور ہونی چاہئے؟ شراب! امین نے کہا سمعاً و طاعة عرض شراب آئی۔ امین نے میری طرف پیالہ بٹھایا۔ امین نے مزے میں آکر چند اشعار گائے۔ امین نے کہا، ”نغمہ ہے تو ساز بھی ہونا چاہئے“ حسب الطلب ایک مغنیہ کبیر آئی۔ امین نے نام پوچھا۔ تو اس نے کہا ”ضعف“ امین اس منحوس نام سے متوحش ہوا۔ پر کچھ گانے کی فرمائش کی وہ یہ شعر گائی۔ ۵

کلب لعمری کا نا الٹو ناصرا | والیسر خنڈنک مزح بالدم

یعنی دراپنی عمر کی قسم۔ کلب کے مددگار زیادہ تھے۔ اور وہ تجھ سے زیادہ مدبر اور عاقل بھی تھا۔ تاہم خون میں رلایا گیا امین اور مکر رہا۔ اور دوسری چیز گانے کی فرمائش کی اس نے یہ شعر گایا۔

ایکی فراقہم علینی ناسر تھا | ان التفراق لاجاب بکاء

یعنی ان لوگوں کے فراق نے میری آنکھوں کو رلایا۔ اور نیند کہو دی۔ جدائی دوستوں کو

سخت رلائے والی چیز ہے۔ امین نہایت منغص ہوا۔ اور خفا ہو کر کہا در کسخت تجھے اس کے سوا کچھ اور بھی گانا آتا ہے؟ اُس نے عرض کیا کہ میں نے وہی اشعار گائے کہ حضور ان کو سن کر خوش ہوں؟ پھر اُس نے چند اور ایسے ہی دردناک اشعار گائے۔ امین نے نہایت غصہ میں آکر کہا در ملعونہ دور ہو، اٹھی تو ایک بلور کے پیالہ سے جو نہایت خوبصورت بنا ہوا تھا۔ اور امین اُس کو زب رباح کہا کرتا تھا۔ ٹھوکر کہا کر گری۔ اس کے صدمے سے پیالہ بھی ٹوٹ گیا۔ امین میری طرف مخاطب ہوا کہ دیکھتے ہو، آج کیا باتیں پیش آتی ہیں غالباً اب میرا وقت پورا ہو چکا؟ اسی گفتگو میں کسی طرف سے آواز آئی قُضَہ الامر الذی فیہ تستقیمان یعنی جس امر میں تم دونوں بحث کرتے ہو طے ہو گیا۔ امین نے مجھ سے کہا در کچھ سنا بھی، میں نے عرض کیا کہ در مجھ کو تو کوئی چیز سنائی نہیں دی۔ تاہم اٹھکر میں نہر کے قریب گیا۔ وہاں کوئی منظر نہ آیا تو واپس آکر پھر باتوں میں مشغول ہوا۔ دوبارہ پہر وہی آواز آئی۔ امین زندگی سے مایوس ہو کر اٹھا اور اس واقعہ کے دو ہی تین دن کے بعد قتل کیا گیا۔

اس یاس اور ناامیدی میں امین کو بھائی یاد آیا۔ اُس نے ظاہر کو ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا: آپس کی خانہ جنگیوں سے یہ نوبت پہنچی کہ اب عزت اور ناموس کی طرف سے بھی اندیشہ ہے۔ مجھ کو ڈر ہے کہ یہ موقع دیکھ کر غیروں کو خلافت کی ہوس نہ پیدا ہو بہر حال میں اس پر راضی ہوں کہ تو مجھ کو امان دے تو بھائی ماموں کے یاس چلا جاؤں اگر اس نے عنایت کی تو اس کے رحم اور فیاض دلی سے یہی توقع ہے۔ اگر قتل کر دیا تو گویا ایک نوے دو ستر زور کو توڑا اور تلوار کٹوا کر کوکاٹا۔ اگر شیر بہاڑ ڈالے اس چہا ہو کہ مجھ کو کٹاؤچ کھائے۔ یہ یقینی ہے کہ امین اگر ماموں تک پہنچ جاتا۔ تو ماموں کی رحمدلی اور برادرانہ الفت کا جوش بہر بھی شیعہ ہوتا۔ اور اگر سخت خلافت کی عزت نہ ملتی تو کم سے کم اس جان ضرور بچ جاتی لیکن ظاہر ہے جس کی قسمت میں تھا کہ ایک غلیظ ہاشمی کا قاتل کہلائے۔ اس درخواست کو نامنظور کیا

امین کا قتل ۲۵ محرم ۱۹ھ

ظاہر کے ہم حملوں نے امین کے طرفداروں کو یقین دلادیا کہ اب اُن کے روکنے کی

کوشش قریباً بیکار ہے۔ محمد بن حاتم بن الصقر۔ محمد بن اغلب افریقی جن کی پامردی سے طاہر اب تک میں پر دسترس نہیں پاسکتا تھا۔ اب وہ بھی ہمت ہار گئے۔ اور میں کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا کہ ”ٹھگواروں نے کورنگی کی۔ دشمن حریم شاہی تک پہنچ گیا۔ اب صرف یہ تدبیر ہے کہ رفقا میں سے سات ہزار جان نثار خاص انتخاب کر لئے جائیں جن کے لئے اصطبل خاصہ میں اسی تعداد کے گھوڑے موجود ہیں۔ انہیں کی حفاظت میں حضور رات کے وقت یہاں سے نکل جائیں۔ اس کے ہم ذمہ دار ہیں کہ طاہر یا کوئی اور شخص ہمارے روکنے کا حوصلہ نہیں کر سکتا۔ شام کا ملک سامنے ہے حضور وہیں کا قصد کریں۔ وہاں اس قدر خزانہ و مال موجود ہے کہ ہم اپنی قوت کافی طور سے بڑھا سکتے ہیں اور پھر دشمن کے حملوں سے بھی کچھ خوف نہ ہوگا“ امین نے میرے تسلیم کی اور مصمم ارادہ کر لیا کہ دارالخلافت چھوڑ کر کسی طرف نکل جائے طاہر کو بہ خیر پہنچی تو اس نے سلیمان بن منصور۔ محمد بن عیسیٰ وغیرہ کو بلا بھیجا۔ یہ لوگ طاہر میں امین کے ساتھ تھے اور اُس کے پاس آمد و رفت رکھتے تھے۔ لیکن جان کے خوف سے طاہر کے خلاف کوئی بات نہیں کر سکتے تھے۔ طاہر نے ان لوگوں سے کہا کہ ”اگر میں بچکر نکل گیا تو تم کو اپنی زندگی سے بھی مایوس رہنا چاہئے۔ جس طرح بننے اُس کو اس ارادے سے باز رکھو مجھوڑا یہ لوگ امین کے پاس حاضر ہوتے اور کہا دجن لوگوں نے حضور کو یہ راتے دی خود غرضی سے دی۔ چونکہ طاہر کے مقابلہ میں زیادہ تر انہیں لوگوں نے سرگرمی دکھائی ہے۔ ان کو یقین ہے کہ اگر اُس نے فتح پائی تو پہلے انہیں کی خبر لے گا۔ اس لئے یہ چاہئے ہیں کہ جب حضور شام کے قصد سے حریم خلافت سے باہر نکلیں تو گرفتار کر کے طاہر کے حوالہ کر دیں۔ اور اس کا رگزاری کے صلہ میں اُس سے عفو و تقصیر کے خواستگار ہوں۔ بہتر یہ ہے کہ حضور تخت خلافت سے الگ ہو جائیں۔ اور اپنے کو طاہر کے ہاتھ میں دیدیں۔ وہ آپ کا ادب ملحوظ رکھے گا۔ اور مامون سے نوپوری امید ہے کہ برادرانہ سلوک کرے۔ امین اس فریب کو نہ سمجھ سکا۔ اور یہ راسے بھی مان لی اس قدر اختلاف کیا کہ بجائے طاہر کے ہر شتمہ کو اختیار کرنا چاہئے۔ ان جان نثاروں محمد بن حاتم و محمد بن ابراہیم کو

جب اس ارادہ کا حال معلوم ہوا تو امین کے پاس آئے۔ اور عرض کیا کہ "اگر حضور نے ہم خیر خواہوں کا کہنا نہ مانا۔ اور خود غرضوں کی رائے قبول کی تو طاہر سے براہ راست معاملہ کرنا چاہیے" امین نے کہا میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ اس وقت سے طاہر کا نام سنکر مجھ کو وحشت ہوتی ہے۔ میں نے دیکھا کہ ایک گہری لمبی چوڑی دیوار ہے جس کی بلندی آسمان تک پہنچی ہے۔ میں اُس دیوار پر لباس شاہانہ پہنے تلوار لگانے کھڑا ہوں بن دیوار میں طاہر استادہ ہے۔ اور دیوار کی جڑ گمود رہا ہے۔ بالآخر وہ گہری جس کے ساتھ میں بھی نیچے آیا اور تاج شاہی سر سے گر گیا، اس خواب کے بعد سے طاہر کے خیال سے میں چونک پڑتا ہوں۔ ہر شے اس خاندان کا ٹک پروردہ قدیم ہے۔ اور میں اس کو ظل سبحانی رہزون الرشید کے برابر سمجھتا ہوں۔

امین اسی رائے پر قائم رہا اور ہر شے سے امان طلب کی۔ اُس نے نہایت اخلاص ظاہر کیا۔ اور جواب میں لکھا کہ "دآب اطمینان رکھیں۔ کوئی شخص آپ کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔ خود مامون نے بھی اگر کچھ برا ارادہ کیا تو میں سینہ سپر ہوں گا۔ اور جب تک دم میں دم ہے ساتھ دون گا، طاہر کو یہ خبر پہنچی تو نہایت طیش میں آیا اور کہا کہ "دیہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ آج تک تمام معرکوں میں میں نے جانا بازی کی ہو۔ اور امین کا ہاتھ آنا جو خاتمہ فتح ہے ہر شے کو نصیب ہو" اس نزل کے فیصل کرنے کے لئے عہد بنی ہاشم اور سرداران فوج کا ایک بڑا مجمع ہوا۔ جس میں طرفین مقدمہ یعنی طاہر و ہر شے بھی شامل تھے۔ بالآخر اس پر فیصلہ ہوا کہ امین بذات خود ہر شے کے پاس چلا آئے اور پری و چادر و انگشتری جو سند خلافت ہیں۔ طاہر کے پاس بھیج دیے مگر افسوس ہے۔ امین کی بد قسمتی نے اس تجویز کو بھی چلنے نہ دیا۔ ہر شے ایک شخص نے جو اس سے پہلے امین کا معتد خاص تھا۔ اور اب طاہر سے مل گیا تھا۔ اپنا اقرب برہانے کے لئے طاہر سے کہا کہ "آپ کو دبوکہ دیا گیا ہے۔ لوگوں نے بندوبست کر لیا ہے کہ امین کے ساتھ خاتم خلافت خیر و خجی ہر شے کے ہاتھ آئے" طاہر نہایت برا فرختہ ہوا۔ اور

اس نے نہایت باہمی تھا۔ اور چونکہ میں ہر شے سے اُس سے زیادہ مانوس تھا اس وقت پر بھی اُسی سے طالب امن ہوا۔ ۱۲

تیر اندازوں کا ایک دستہ متعین کر دیا کہ خفیہ طور سے قصر الخلد و قصر زہیدہ کی حفاظت رکھے اور ان کو تاکید کی کہ امین نکل کر جائے نہ پاسے محرم ۱۹۵ھ کی تاریخ ہفتہ کی رات قریباً دس بجے امین نے ہر شتمہ کے پاس جانے کا ارادہ کیا مگر اس نے کہلا بھیجا کہ یہ وجہ پر طاعہ نے فوج متعین کر دی ہے۔ آج کی رات حضور اور توقف فرمائیں تو کل میں فوج و شتم سے چار رہوں۔ اور اگر مقابلہ کی نوبت آئے تو سینہ سپر ہو کر لڑو۔ امین ایسے اضطراب و خوف کی حالت میں تھا کہ دار الخلافہ میں ایک لفظ بھی نہ سنا اس کو گران تھا۔ اس نے قاصد سے کہا کہ یہ اس اضطراب میں کس سے رات کٹ سکتی ہے۔ بلائے یا نہ بلائے میں تو اسی وقت ہر شتمہ کے پاس آتا ہوں یا امین کا یہ آخری دربار تھا کہ وہ حویم خلاف سے رخصت ہوئے وقت حصن القصر کے صحن میں ایک کرسی پر بیٹھا۔ اور چند خدام اس کے سپر پر گرز لئے کھڑے ہوئے۔ اس نے اپنے دونوں بیٹوں کو بلا دیا۔ اور سینے سے لیٹا کر پیار کیا۔ انکی پیشانی اور رخسار و نہر بوسے دیے۔ اور پھر گلے سے لگا کر خوب رویا۔ اور نہایت حسرت کیساتھ یہ کہہ کر رخصت کیا کہ دو جاؤ خدا کو سونپا، امین جب کسی سوار ہوتا تھا تو ہزاروں زرین کمر غلام رکاب کے برابر چلتے تھے جنکی زرق برق پوشا کون اور چمکتے ہوئے مرصع ہتھیاروں سے تمام میدان چمک جاتا تھا۔ آج وہ اس حال سے و جملہ کی طرف چلا ہے کہ خادم کے ہاتھ میں نسر ایک شمع ہے جو راستہ دکھائی دینے کے لئے قصر الخلد سے ساتھ آئی ہے و جملہ کے کنارہ پر پہنچا تو ہر شتمہ چند آدمیوں کے ساتھ اس کے لینے کو پہلے سے موجود تھا۔ یہ لوگ کشتی پر سوار تھے امین کو آئے دیکھ کر سب تعظیم کو اٹھے۔ ہر شتمہ کو چونکہ نفرس کی شکایت تھی۔ آداب شاہی نہ بجالا سکا۔ اور گھنٹوں کے بل کھڑے ہو کر معافی مانگی کہ مدیجاری کی وجہ سے معذور ہوں۔ امین جب کشتی میں داخل ہوا تو ہر شتمہ نے اپنی آغوش میں لیا۔ ہاتھ اور پاؤں کو بوسے دیتا تھا اور آداب ایمن پیار سے کہتا جاتا تھا یہ میرے آقا۔ میرے مالک۔ میرے سردار۔ ہر شتمہ نے کشتی کے بڑھانے کا حکم دیا کہ دفعتاً طاہر کے آدمیوں نے ہر طرف سے گھیر لیا۔ اور اس قدر ہتھ پر سائے کہ تمام تختے ٹوٹ گئے۔ ہر شتمہ کو ملاحوں نے باہر نکالا۔ امین جس کا کوئی دستگیر نہ تھا کپڑے پہنا کر ہلکا ہوا۔ اور ڈوبتا تیرتا کنارہ پر پہنچا۔ احمد بن سلام کا بیان ہے کہ

امین کے ساتھ میں بھی کشتی میں تھا۔ لوگ جھکوٹا ہر کے ایک افسر کے پاس پکڑ کر لے گئے جب اُس کو یہ معلوم ہوا کہ میں بھی امین کے ساتھ تھا تو میری گردن مارنے کا حکم دیا۔ میں نے دس ہزار روپے کے وعدہ پر جان بچائی۔ اور ضمانت میں قید رکھا گیا۔ شام ہوئی تو عجم کے چند سلا آئے اور اس حال میں امین کو گرفتار کئے ہوئے لائے کہ بدن سے ننگا۔ صرف ایک پانچام پہنے تھا۔ سر پر ایک عمامہ اور کاندھے پر ایک بوسیدہ چادری عمامہ سے اُس نے اپنا چہرہ چھپالیا تھا۔ میں جس جسرہ میں مجبوس تھا۔ اسی میں امین کو بھی بٹھا کر چلے گئے۔ اور دربانوں سے تاکید کرتے گئے کہ نہایت احتیاط رکھیں ان لوگوں کے چلے جانے پر امین ذرا مطمئن ہوا اور چہرہ سے نقاب الٹی میں نے پہچانا تو بیساختہ رو پڑا۔ امین نے میرا نام پوچھا۔ میں نے کہا دو حضور کا نمکھوار غلام۔ احمد بن سلام۔ امین نے کہا ہاں میں نے پہچانا۔ بھائی غلامی کیسی اس وقت تو تم میرے برادرِ قوت بازو ہو۔ مجھے ذرا سہینہ سے لگا لو جھکو سخت وحشت ہو رہی ہے۔ میں نے لپٹایا تو اس کا کلیجہ ڈھڑ ڈھڑ کرتا تھا۔ پھر پوچھا کہ درہاموں کا کچھ حال معلوم ہے۔ میں نے کہا زندہ ہے۔ کتنے لگاؤ خدا پرچہ نویسوں کا بڑا کرے کہ بھتوں نے خیر دی تھی کہ مر گیا۔ میں نے کہا۔ خدا آپ کے وزیر و نکاح بڑا کرے امین نے کہا دو وزیروں کو کچھ نہ کہو۔ اُن کا کیا گناہ ہے کچھ میں ہی پہلا شخص نہیں ہوں جو اپنے ارادہ میں ناکام رہا ہو۔ پھر مجھے پوچھا کہ دو کیوں احمد! لوگ جھکو قتل کر ڈالیں گے؟ یا اپنے عہد پر قائم رہیں گے؟ میں نے تسکین دی کہ دو نہیں ضرور اپنے اقرار کی پابندی کریں گے۔

چونکہ شدت کی سروخی تھی اور پانی میں بھیگا ہوا تھا۔ چادر میں لپٹا جاتا تھا میں نے اپنا شلو کہ اتار کر دیا کہ اس کو بدن پر ڈال لیجئے۔ اُس نے نہایت شکر گزاری سے کہا کہ دو بھائی اس موقع پر تو یہ بھی خدا کی بڑی نعمت ہے۔ اُسی رات گزری ہوگی کہ چند اہل عجم تنگی تلواریں لئے آئے۔ اور دروازہ پر ہڑے۔ امین یہ دیکھ کر کھڑا ہو گیا اور نہایت اضطراب سے انا لیٹر پڑھتا جاتا تھا۔ اور یہ کہتا تھا یہ ہمارے میری جان مفت تھاتی ہے۔ کیا کوئی شخص یا در نہیں۔ کیا کوئی فریاد رس نہیں؟ امین گونیس پرست اور نازک اندام تھا۔

مگر اس کے ساتھ نہایت شجاع اور قوی بازو بھی تھا۔ اس سبکی میں بھی قاتلوں کی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ آگے بڑھیں۔ ہر شخص دوسرے پر ٹالتا تھا۔ امین نے بجائے سلاح جنگ کے ہاتھ میں ایک تکیہ اٹھالیا۔ اور یہ کہتا جاتا تھا کہ میں تمہارے نبی کا ابن عم ہوں ہوا ایشیا کا فرزند ہوں۔ ماموں کا بھائی ہوں۔ میرا خون کسی طرح حلال نہیں، بالآخر ایک شخص تلوار لیکر بڑھا۔ اور امین کے سر پر ماری۔ اس گستاخی اور جرأت نے امین کو یقین دلایا کہ اسکی دردناک فریاد ان سنگدلوں پر کچھ اثر نہیں کر سکتی۔ وہ مرنیکے لئے تیار ہوا۔ مگر ایسا ہی مرنا جیسا کہ ایک عباسی شہزادہ کو سزاوار تھا۔ اب اس کی نزاکت غضبناک جرأت سے بدل گئی دلیرانہ بڑھا۔ اوچوٹ کر تنہا تھا چاہا کہ حریف کی تلوار چھین کر ہاشمی جرأت کے جو سر دکھائے۔ یہ دیکھ کر وہ کا کر وہ دفعتاً اس پر ٹوٹ پڑا ایک شخص نے مگر یہ تلوار ماری۔ پھر سب نے مل کر چھاڑا اور اُلٹی طرف سے فوج کیا۔ طاہر کے پاس سمر لائے تو اس نے حکم دیا کہ ایک برج پر لٹکا دیا جائے۔ تمام بغدادیہ عبرت انگیز تماشادیکھنے آیا۔ طاہر یہ کہہ کر لوگوں سے اپنی کارروائی کی داد چاہتا تھا کہ دیوخلیقہ معزول کا سر ہے، طاہر نے ماموں کو ان دھپ اور مختصر لفظوں میں نامہ فتح لکھا میں امیر المومنین کے حضور میں دنیا اور دین دونوں پیشکش بھیجتا ہوں، دنیا سے مظلوم امین کا سر مروا تھا۔ اور دین سے چار اور خاتم خلافت ذوالریاستین نے امین کا سر ایک سپر پر رکھ کر ماموں کے سامنے پیش کیا۔ اس غیر متوقع فتح کی خوشی نے ماموں جیسے رقیق القلب شخص کو بھی ایسا سنگدل بنا دیا کہ اسے اپنے بھائی کے خون آلود سر کو مسرت کی نگاہ سے دیکھا۔ اور جوش خوشی میں سجدہ شکر ادا کیا۔ قاصد کو مقررہ فتح کے صلہ میں دس لاکھ درہم انعام دے اسی تقریباً ایک ہزار بار منعقد کیا۔ اور تمام اراکین دولت و افسران فوج مبارکباد دینے کو حاضر ہوئے۔ ذوالریاستین نے دربار عام میں لے مامون الرشید کی مستقل خلافت اسی تاریخ سے شروع ہوتی ہے۔ ابن واضح کاتب عباسی جو ماموں الرشید سے قریب تر زمانہ میں تھا۔ اس نے اپنی تاریخ میں ماموں کی خلافت مستقل کا اسی تاریخ سے سبب کیا ہے اور نجوم کے قاعدہ کے موافق مسند نشینی کا ایک زائچہ نقل کیا ہے۔ چونکہ میں نجوم کی اصطلاحات سے بخوبی واقف نہیں ہوں۔ اس کے علاوہ زمانہ نے اس علم کی طرف سے خیالات بھی بدل دیئے ہیں۔ میں نے اس زائچہ کو نقل نہیں کیا۔ ۱۲

نامرتجح پڑا۔ اور ہر طرف سے دو مبارک کھوکھلا غل اٹھا۔ اگرچہ اس وقت اتنی خوشیاں منائی گئیں۔ مگر اس خار کے اترنے کے بعد برا و رانہ جوشِ محبت بے اثر نہیں رہا۔ ماموں کو اس واقعہ کا نہایت افسوس ہوا۔ اور طاہر کی تمام کوششیں اس کی آنکھ میں بے قدر ہو گئیں۔

زبیدہ خاتون امین کی ماں۔ قصر خلافت میں تشریف فرما تھی کہ ایک خواص نے اگر کہا۔ دو حضور بیٹھی کیا کرتی ہیں امیر المومنین قتل کر دے گئے۔ زبیدہ نے کہا پھر کیا کروں۔ اس نے ترغیب دی کہ حضرت عائشہ جس طرح حضرت عثمان کے خون کی دعویٰ دہرائی تھیں۔ حضور بھی امیر المومنین کے خون کا عوض لین زبیدہ نے کہا۔ لا امل لك بالنساء وطلب الدماء پھر ماموں کو یہ منظوم خط لکھا

لو امرت علم الاولین و فہمہم	و للملك المامون من امر جعفری
ام جعفری طرف سے یہ خط ہے خلیفہ ماموں کے نام جو کہ اگلون کے علم و فہم کا وارث ہے۔	
کتبت و علیہ مستهل دموعہا	الیك ابن عمی من جفون و شجر
اے ابن عم میں تجھ کو لکھ رہی ہوں اور میری آنکھیں پلوں سے خون برساتی ہیں۔	
وقد مستلخی ذل و ضرر کابۃ	وادق صلیتی یا بن عمی تفکس
تجھ کو ذلت اور اذیت وہ سبچ پہونچا۔ اور فکر نے میری آنکھوں کو بے خواب کر دیا	
انی طاهر لا طہر الله طاهرا	فاطہر فیما انی بمطہس
یہ طاہر کا کیا ہوا ہے جس کو خدا طاہر نہ کرے، اور جو کچھ اُس نے کیا اُس کے الزام سے پاک نہیں ہو سکتا	
فاجعنی مشکوۃ الوجه حسن	والنہب اموالی و احسن بلیا و دیری
اس نے مجھ کو ہر نہہ سر اور بے پروہ گھر سے نکالا۔ اور میرا مال لوٹ لیا۔ اور مکانات برباد کر دیے	
یعنی علی ہادی و ن مافتد لقبہ	وامامی من ناقص الخلق اعرج
اس ایک چشم ناقص خلقت کے ہاتھ سے جو بچہ گنہگاروں میں ہوتا تو اس پر گراں گذرتا۔	
لہ ان اشعار کو ابن الاثیر نے خیر مینہ بن الحسن کی طرف منسوب کیا ہے۔ اور صاحب عقد الفرید نے ابوالقاسم کی طرف (دیکھو عقد الفرید جلد دوم صفحہ ۲)	

فان کان ما ابدی یا مرا من شد صلوٰۃ کا من من فتیرا
 طاہر نے جو کچھ کیا اگر تیرے حکم سے کیا تو خدا کے مقدر پر میں کرتی ہوں۔ ماموں یہ اشعار
 پر ہر نہایت رویا۔ اور کہا کہ دو والدین خود اپنے بھائی کے خون کا عوض لوں گا۔
 امین کے قتل کے بعد طاہر نے بغداد میں امن کا اشتہار دیا۔ مسجد جامع میں جمعہ کی نماز
 خود پڑھائی اور خطبہ میں ماموں کی مدح سرائی کے بعد مرحوم امین کی بہت سی برائیاں بیان کیں
 شبہ کے دن اہل بغداد نے عموماً ماموں پر بیعت کی۔ امین کا قتل ۲۵ محرم کو واقع ہوا
 ۲۸ برس کی عمر تھی ۴ برس عیسائی ۸۷۰ھ اور خلافت کی۔ موزوں اندام۔ کشیدہ قامت
 نہایت خوب رو اور قوی تن تھا۔ کسان سے فن نحو و ادب کی تکمیل کی تھی۔ نہایت فصیح
 و بلیغ۔ اور سخن سنج تھا۔ لطیف۔ امین کو بچپن سے شعر گوئی کا ذوق تھا۔ زبیدہ خاتون نے
 ابو لؤاس سے کہا کہ امین کے اشعار نظر اصلاح دیکھ لیا کرے۔ ایک دن امین نے
 زبیدہ کے سامنے ابو لؤاس کو کچھ اشعار جو اس نے حال ہی میں لکھے تھے بغرض اصلاح
 سنائے۔ مگر جب ابو لؤاس نے انہیں عروض کے متعلق چند غلطیاں بتائیں۔ تو وہ نہایت غصہ
 اور اسی جرم پر اس کو قید کر دیا۔ چند روز کے بعد جب ہر دن الرشید کو خبر ہوئی تو امین پر
 خفا ہوا۔ اور ابو لؤاس کو قید سے رہائی دی۔ اس کے بعد ایک موقع پر ہر دن نے امین
 سے کہا کہ اپنے تازہ خیالات ابو لؤاس کو سنائے۔ امین نے دو ہی تین شعر پڑھے
 ہوں گے۔ کہ ابو لؤاس اٹھ کھڑا ہوا۔ ہر دن نے پوچھا دیکھو کہاں چلے، ابو لؤاس
 نے کہا دہر قید خانہ۔

امین میں جہان سیکڑوں برائیاں تھیں بہت سی خوبیاں بھی تھیں۔ غلام دوست تھا۔
 فیاض تھا۔ اسی کے ساتھ چونکہ صاحب کمال اور پایہ شناس سخن تھا۔ ہزاروں اہل فن
 اس کے خوان کرم سے فیضیاب تھے۔ عام ملک شاید اس کا قتل اتنا گراں نہ گزرا ہو مگر جن لوگوں
 خود اس کے اوج و چشم ناز و نعمت و شان و شوکت کا دل فریب تھا شاید کچھ تھا۔ ان کی آنکھوں
 کے سامنے تو زمین و آسمان میں سناٹا ہو گیا۔ شعر اسے جس دردناک لمحہ میں اُس کا مرثیہ
 لکھا کون ایسا سنگدل ہے جو اس کو سنگریض کا دعوائے کر سکتا ہے۔ ابو عیسیٰ کے دو شعر

کس دل سے نکلے ہوں گے کہ نشر کا کام دیتے ہیں۔

لست ادری کیف ابلیک ولا کیف اقل
میں نہیں جانتا تجھ پر کیوں کروں اور کیا کہہ کے روؤں۔

لم تطب لفتنہ اسمیک قتیلہ یا قتیل
اے مقتول دل کو گورائیں کہ تجھ کو مقتول کہوں
ایک شاعر نے لکھا ہے

میں نے جو دو کرم سے پوچھا کہ یہ کیا حال ہے میں تنکو دیکھتا ہوں
کہ تم نے اپنی عزت ہمیشہ کی ذلت سے بدل دی
اور یہ کیا بات ہے کہ میں عزت کی عمارت کو منتشر لزل دیکھتا ہوں
دونوں نے جواب دیا کہ ہم پر محمد امین کے مرتبکی مصیبت پڑی ہے
اس پر میں نے کہا کہ تم بھی اُس کے مرتبکے بعد کیوں نہ مر گئے
اور تم تو ہر موقع پر اس کے ندیم رہتے تھے۔
دونوں نے جواب دیا کہ ہم اس نے نہ مر گئے کہ اس کے مرتبکے پڑا ہوا ہے
پھر گل ہم بھی اس سے جا ملیں گے۔

سالت الذری والحد مالی اراکما
تبدلما غرابذل منی بد
وما لی ادری بلیت المکارم واهیام
نقالا اصنبا بالامین محمد
فقلت فہلا متا بعد فقد
وقد کتناخذنیۃ فی کل مشہد
فقالا اقمنا کی لغری بفقہ
حبیبہ یوم تم نتلوہ فی غد

مامون کی خلافت ۹۰ھ

امین کے قتل کے بعد ۲۶ محرم ۹۰ھ ہفتہ کے دن اہل بغداد نے عموماً مامون کیلئے
بیعت کی۔ اس کی مستقل خلافت اسی تاریخ سے شروع ہوتی ہے۔ مامون نے گوعنان سلطنت
اپنے ہاتھ میں لی۔ مگر فضل بن سہل کو دربار میں وہ اقتدار حاصل ہو گیا تھا کہ خلافت بھی
درحقیقت اُسی کے پنجہ اختیار میں تھی۔ انتظامات ملک کی جواہر ہوتی وہ اسی وجہ سے نامور
ہر اقل پر ہوتی کہ فضل نے تمام ملک کو اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہا۔ ظاہر جس نے مامون کی خلافت
کی بنیاد ڈالی اس کی یہ قدر دانی کی کہ اس کے تمام ممالک مفتوحہ یعنی کوراجال فارس ابوازبصرہ
کوفہ یمن وغیرہ کی حکومت حسن بن سہل کو عنایت کی جو فضل کا حقیقی بھائی تھا۔

طاہر نصر بن سيار کے مقابلہ پر مامور ہوا۔ امین کے ہوا خواہوں میں تھا۔ اور شام کے اطراف میں بغاوت ظاہر کی تھی۔ ۱۹۹ھ میں حسن بغداد و اہل ہوا۔ اور ہر شہر و صوبے پر اپنی طرف سے عمال و نائب مقرر کر کے بھیجے۔ عرب کا گروہ جو دربار میں ایک بڑی قوت رکھتا تھا۔ ہمیشہ سے اہل عجم کا حریف مقابل تھا۔ ہارون الرشید کے زمانہ میں خاندان برمک کی بربادی کے اصلی باعث یہی لوگ ہوئے تھے۔ اب مامون کے زمانہ میں بھی یہ باتیں ان کو نہایت اندیشہ دلائی تھیں کہ عجم پھر دوبارہ محیط نہو جائیں کیونکہ فضل بن سہل و حسن بن سہل حقیقی بھائی اور عجمی الاصل تھے۔ جس قدر ان دونوں بھائیوں کا رسوخ بڑھتا گیا۔ بنو ہاشم۔ اور افسران فوج زیادہ بے دل ہوتے گئے۔ لوگوں میں یہ بھی مشہور ہوا کہ فضل مامون کے حضور میں کسی شخص کو حتیٰ کہ خاندان شاہی کے لوگوں کو بھی باریاب نہیں ہونے دیتا مامون خود پر دے میں رہتا ہے۔ اور انتظامات ملکی عموماً فضل کے ماتھے سے انجام پاتے ہیں۔ چونکہ مامون مان کی طرف سے عجمی الاصل تھا۔ یہ بدگمانی کہ دو رفت رفت اہل عجم سپید و سیاہ کے مالک ہو جائیں گے۔ زیادہ قوی ہوتی گئی۔ اور بالآخر اُس کی باعث ہوئی کہ اطراف ملک میں جا بجا بغاوت کے شعلے بجھنے لگے۔

ابن طباطبایا کا خروج ۱۹۹ھ

ملک مین جو یہ برہمی پیدا ہوئی تو سادات اور علوئین کے خیالات خلافت تازہ ہو گئے اول جس شخص نے علم خلافت بلند کیا وہ ابو عبد اللہ محمد تھے جو ابن طباطبایا کے لقب سے مشہور تھے۔ اگرچہ اُن کا علو سب اور تقدس مرجع عوام بننے کے لیے کافی تھا۔ مگر ملکی نظم و نسق کے لیے ایک مدبر کی ضرورت تھی۔ ابو السرایا کی شرکت سے پولیشکل بازہ بھی قوی ہو گیا۔ یہ شخص اگرچہ ابتدائے حال میں ایک نہایت ذلیل آدمی تھا۔ اور کرایہ کے گدھوں سے زندگی بسر کرتا تھا لیکن چونکہ شجاعت کا جوہر رکھتا تھا رفت رفت اُس نے بڑا اقتدار حاصل کیا۔ امین کے قتل کے بعد ایک مدت تک غارتگری کرتا رہا۔ عین التمر و قوت انبار پر چڑھ گیا۔ عاملوں کو شکستین دین۔ اور خزانے لوٹ لیے رقبہ پہنچا۔

تو ہی ابن طباطبائی جو خلافت کے دعویدار بنکر اٹھے تھے ابو السرایا کو بھی مشغلہ ہاتھ آیا۔ اُس نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور اُن سے کہا کہ آپ دریا کی راہ سے کوفہ کی طرف بڑھیے۔ میں بھی خشکی کی راہ سے آتا ہوں۔ کوفہ پہنچ کر اُس نے پہلے قصر العباس کو لوٹا۔ یہ ایک شاہی محل اور گورنرانہ کوفہ کا صدر مقام تھا۔ تمام مال خزانہ دفنہ یہیں رہتا تھا۔ اس لوٹ میں بے شمار نقد و اسباب ہاتھ آیا۔ جو ایک مدت سے جمع ہوتا آیا تھا۔ شہر پر پورا قبضہ ہو گیا۔ اطراف سے بھی جوق جوق لوگ آئے اور ابن طباطبائی کے ہاتھ پر بیعت کی۔

حسن بن سہل نے نہ ہیر بن المسیب کو مثل ہزار کی جمعیت سے ابن طباطبائی کے مقابلے پر بھیجا۔ قریہ شاہی میں دونوں فوجیں سر کر آ رہی تھیں۔ نہ ہیر کو شکست ہوئی۔ اور ابو السرایا کے حکم سے جس قدر نقد و اسباب نہ ہیر کی فوج میں تھا۔ لوٹ لیا گیا۔ ابن طباطبائی نے یہ سیرجی پسند نہ کی۔ اور لوگوں کو غارت گری سے منع کیا۔ ابو السرایا نے یہ دیکھ کر کہ ان کے ہوتے میری آزادی میں فرق آتا ہے۔ دوسرے دن ابن طباطبائی کو زہر دلوادیا۔ اور برائے نام ایک کم سن لڑکے کو جو آل ہاشم ہونے کی حیثیت سے ابن طباطبائی کا ہم پلہ تھا۔ خلیفہ قرار دیا۔ اس فرضی خلیفہ کا نام محمد بن محمد زید بن علی بن النحسین بن علی بن ابی طالب تھا۔ اب حسن بن سہل نے عبدوس کو چار ہزار سوار کے ساتھ اس مہم پر بھیجا مگر فوج سے اس معرکہ میں بھی جو ۱۰۰ رجب کو واقع ہوا شاہی فوج ناکام رہی۔ عبدوس خود قتل ہوا۔ اور باقی اہل لشکر کچھ لڑائی میں مارے گئے۔ کچھ زندہ گرفتار ہوئے۔ اس فتح نمایان کے بعد ابو السرایا نے کوفہ میں اپنا سکہ خطبہ جاری کیا۔ اور بصرہ۔ واسطہ۔ اہواز۔ یمن۔ فارس۔ ملایں۔ ہمدان۔ و افسر بھیجے جو اکثر کامیاب ہوئے یہ تمام افسر بنو فاطمہ یا جعفری تھے۔ اور چونکہ خاندانی عزت کے ساتھ اُن کی ذاتی شجاعت بھی مسلم تھی اسلئے سے اُنکو فتوحات حاصل ہوتی گئیں۔

حسن بن سہل کو اب سخت مشکل آ سامنا تھا۔ جتنے نامور افسر تھے سب نے ابو السرایا کے مقابلے میں شکست کھائی۔ یا عین معرکہ جنگ میں لڑ کر مارے گئے۔ طاہر ذوالیمینین و ہرثمہ

ابن اعین۔ صرف دو ایسے جنرل تھے۔ جو ابوالسرایا کا زور گھٹا سکتے تھے۔ مگر طاہر نصر سے شکست کھا کر رقبہ میں گویا محصور تھا۔ اور ہر ثمتہ۔ خود حسن سے ناراض ہو کر خراسان کو روانہ ہو چکا تھا۔ حسن کو ہر ثمتہ سے طالب اعانت ہونا اگرچہ موجب عار تھا۔ اسکے علاوہ یہ بھی طبعاً نہ تھا کہ وہ اس درخواست کو منظور کرے گا۔ تاہم مجبوری ایسی آن پڑی تھی کہ ہر ثمتہ سے اعانت مانگتے ہی بنی۔ ہر ثمتہ خراسان سے واپس پھرا اور کوفہ کو روانہ ہوا۔ قصر بن ہبیر قس کے قریب ابوالسرایا سے مقابلہ ہوا۔ ہر ثمتہ نے فتح قطعی حاصل کی۔ ابوالسرایا بھاگتا ہوا کوفہ کو پہونچا۔ سادات یا علویں جو اسکے ساتھ تھے ہر ثمتہ سے شکست کھا کر انتقام کے جوش سے لبریز تھے۔ کوفہ میں جس قدر آل عباس اور ان کے خدام و حشم تھے سب کے مکانات آگ لگا کر برباد کر دیے۔ جاگیرین لوٹ لیں۔ اور دل کھول کر غارت گری کی۔ ہر ثمتہ نے ایک مدت تک کوفہ کا محاصرہ قائم رکھا۔ بالآخر ۱۶۔ محرم ۳۳۷ء کو ابوالسرایا کوفہ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اور سوس کے مضامات میں خورستان ایک مقام میں پھیرا۔ حسن بن علی مامونی جو اس علاقہ کا عامل تھا۔ اور اس زمانہ میں وہاں موجود تھا۔ یہ خبر سُن کر خورستان کو واپس آیا اور چونکہ خود نہیری سے پرہیز کرنا چاہتا تھا۔ ابوالسرایا کے پاس پیغام بھیجا کہ ہمارا علاقہ چھوڑ کر اور جب دھر چاہو چلے جاؤ، غالباً ابوالسرایا نے اس درخواست کو دلیل عجز قرار دیا۔ کہلا بھیجا کہ میں نے جس حق سے اس مقام پر قبضہ حاصل کیا ہے۔ اُس کی شہادت تلوار دے سکتی ہے، لیکن جب لڑائی کی نوبت آئی تو فیصلہ جنگ ابوالسرایا کے خلاف ہوا۔ تمام فوج غارت گئی اور وہ خود بھی زخمی ہو گھر کی طرف چلا۔ راہ میں بمقام جلو لا گرفتار ہوا۔ اور قتل کر دیا گیا۔ یہ فتنہ تو یوں فرو ہوا۔ مگر ابوالسرایا نے ابتدائے اپنے مفتوحہ شہروں پر جو عمال و نائب مقرر کئے تھے چونکہ اکثر علوی یا فاطمی تھے۔ اسلئے ابوالسرایا کے قتل نے ان کی خود سری میں کچھ فسوق نہیں پیدا کیا۔ ان لوگوں نے اپنی دوزخ حکومت میں جو ظلم و زیادتیان کیں ان کے بیان کرنے کو ایک دفتر چاہیئے زید نے (حضرت موسیٰ کاظم کے فرزند تھے) بصرہ میں ایک قیامت برپا کر رکھی تھی۔ سینکڑوں خاندان تباہ کر دیے۔ عباسیوں کے ہزاروں مکانات جلانے حسین بن حسن نے مکہ معظمہ کا وقتی خزانہ تک لوٹ لیا۔ محمد بن جعفر صادق کی حکومت میں جو چند روز کے لئے

عرب کے فرمانروا بن گئے تھے۔ علومین اور آل فاطمہ کو وہ زور ہو گیا کہ لوگوں کے تنگ و ناموس کا پاس اٹھا دیا گیا۔ ابراہیم بن موسیٰ عین کے عامل تھے۔ اور سفاکانہ قتل و غارت کی وجہ سے قصاب کہلاتے تھے۔ مامون نے چاہا کہ صلح و آشتی سے ان لوگوں کو قابو میں لائیے لیکن یہ کب رام ہو سکتے تھے۔ لڑے اور شکست کھائی۔ بعض گرفتار ہو کر مامون کے پاس حاضر کئے گئے۔ مگر اس نے عظمت نسب کا پاس کیا اور چھوڑ دیا۔

خاندان عباسیہ پر عجمائے سادات کے قتل کا الزام لگایا جاتا ہے جو لوگ حجرہ میں بیٹھ کر اعتراض کے لیے قلم اٹھاتے ہیں۔ وہ معذومین لیکن جو شخص پوچھ لیں ضرورتوں کا اندازہ دان ہے اس اہستہ قتل کو مشکل سے تسلیم کرے گا۔ سادات اور علومین کو دونوں کے لیے زور ہو گیا تو ملک میں کیا قیامت برپا ہو گئی! عباسی خاندان ان کی جانب سے کبھی مطمئن نہیں رہ سکتا تھا اور جو کچھ ان سے برتاؤ ہوا۔ اسی ضرورت سے ہوا۔

بہرمتہ کا قتل اور بغداد کی بغاوت

سادات اور علومین کی بغاوتیں تو فرو ہو گئیں لیکن ملک میں جو عام ناراضی پھیلی ہوئی تھی وہ روز بروز زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ عرب کا گروہ جو حکومت کا شریک غالب تھا خراسان کا دار الخلافہ ہونا گوارا نہیں کر سکتا تھا۔ اس سے زیادہ یہ کہ وزارت اعظم اور گورنری کے معزز منصب پر فضل جن ممتاز تھے۔ جو مجوسی النسل تھے۔ اہل عرب کو صاف نظر آ رہا تھا کہ تمام اسلامی دنیا اور خود عرب پارسوں کے ہاتھ میں ہے مامون اس وقت تک حکومت کی حیثیت سے گوبالکل معطل تھا۔ سیاہ و سپید کا مالک فضل تھا اور اس نے دانستہ خراسان کو بغداد پر ترجیح دی تھی۔ کیونکہ ایک عجمی الاصل کو عرب کے مجمع میں اپنا زور تسلیم رکھنا کچھ آسان کام نہ تھا۔ ملک میں یہ کچھ برہمی پھیلی تھی۔ لیکن فضل نے مامون کو ان حالات کی خبر تک نہ سونے دی۔ مامون کے کانوں میں جو صدا جہان سے پہنچتی تھی وہ فضل کی صدا تھی۔

افسران فوج میں بہرمتہ ایک نامور اور مشہور افسر تھا۔ سادات اور علومین کی پرزور

بغاوتوں کا جس نے خاتمہ کر دیا وہ بھی ہرثمہ تھا۔ خلافت عباسیہ پر اُسکے اور بہت سے حقوق تھے۔ جسکے اعتما پر اُس نے یہ جرأت کی کہ مامون کے پاس حاضر ہو کر فضل کی سازشوں کا طلسم توڑ دے۔ ابو السراہکی بغاوت سے فارغ ہو کر اُس نے خراسان کا ارادہ کیا فضل نے خیر بسُنی تو مامون کے متعدد فرمان اُسکے نام بھجوائے کہ ”یہاں کچھ ضرورت نہیں شام و حجاز انتظام طلب ہیں۔ اوہر کا قصد کرو“ مگر ہرثمہ نے جسکو اپنے حقوق خدمت پر ناز تھا۔ ان احکام کا کچھ لحاظ نہ کیا اور سیدھا خراسان کو چلا فضل نے مامون سے کہا۔ حضور نے دیکھا ہرثمہ کو احکام سلطانی کا مطلق پاس نہیں ہے۔ لیکن حضور خود خیال سر بائن ملک پر اس کا کیا اثر پڑے گا؟ ہرثمہ ذوالقعدہ سلسلہ حسین مرو پہونچا۔ امیر اس خیال سے کہ شاید اُس کے آنے کی خبر مامون سے مخفی رکھی جائے نقارہ بجنے کا حکم دیا۔ مامون نے دیار یون سے پوچھا ”کیسا غل ہے؟“ لوگوں نے کہا ”ہرثمہ جو چمکتا گر جتا آ رہا ہے“ ہرثمہ دربار میں حاضر ہوا تو مامون نے نہایت ذلت سے نکلوا دیا اور حکم دیا کہ قید رکھا جائے۔ چند روز کے بعد اُسکو فضل نے قتل کرا دیا۔ اور مامون سے کہہ دیا کہ اپنی موت سے مر گیا۔ ہرثمہ کے قتل کی خبر بغداد پہونچی تو ایک تلاطم مچ گیا۔ محلہ حریتہ والوں نے پہلے ہی علم بغاوت بلند کیا تھا اور مامون کے عمال و حکام ہر طرف کروئے تھے۔ اس شورش انگیز خبر نے سارے شہر میں اور ایک نئی ہل چل ڈال دی۔ محمد بن ابی خالد ہرثمہ کا جانشین بنا اور تمام بغداد نے اُسکی اطاعت قبول کی۔ حسن جو مامون کی طرف سے بغداد کا گورنر تھا۔ واسطین امیقم تھا محمد بن ابی خالد اُسکے مقابلے کے لیے سلسلہ میں بغداد سے روانہ ہوا۔ راہ میں حسن کی متعدد فوجیں مقابل ہوئیں اور شکست کھا گئیں۔ محمد ویر العاقل پہونچا اور زبیر بن المسدب کو جو حسن کا عامل تھا گرفتار کر کے پائز خیر بغداد بھیج دیا۔ ہلرون کے بیٹے نے مضافات نیل پر فتح حاصل کی۔ ان فتوحات کے بعد دونوں باپ بیٹے واسطہ کی طرف بڑھے حسن نے بھی ایک عظیم الشان فوج اون کے مقابلہ کو روانہ کی۔ ۲۳ ربیع الاول سلسلہ

۱۵۰ ابن واضح عباسی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ہرثمہ نے نہایت گستاخانہ طور پر مامون سے گفتگو شروع کی اور کہا ”وہ اپنے اس جوہر یعنی فضل بن ہشام کو سر چڑھا رکھا ہے“ مامون نے اس گستاخی کی وجہ سے اُسکو دوبارے نکلوا دیا

سنہ ۱۷۷۵ء میں دونوں فوجیں صف آر ہوئیں۔ ایک نہایت سخت جنگ کے بعد محمد بن ابی خالہ نے شکست کھائی۔ میدان جنگ میں ثابت قدم رہ کر بہت سے کاری زخم اٹھائے تھے۔ ایسے مجبورانہ بغداد کی طرف الٹا پھرا حسن برابر تعاقب کرتا آیا۔ محمد بن ابی خالہ کے زخم شدت پکڑتے گئے۔ اور بالآخر بغداد پہونچ کر انتقال کیا۔ محمد کا فرزند یحییٰ باپ کا جانشین بنا اور اہل بغداد کو لکھا کہ ”اگر میرا باپ نہیں رہا تو میں اس کا قسم البدل موجود ہوں۔ اگر خدا نے چاہا تو میں بغداد کو حسن کی حکومت سے آزاد کر دوں گا۔ تمام بغداد نے نہایت خوشی سے اس کی حکومت تسلیم کی۔ اگرچہ حسن کی قاہرہ فوجوں نے اسیلے اور اوس کے بھائی ابو ذہب کو ناش شکستین دین۔ لیکن یہ پرچوش صد اکہ ”مجوسی زادہ ہم پر حکومت نہیں کر سکتا“ پست نہونی ✽

حضرت علی رضا علیہ السلام کی ولید کی ۲۱ رمضان سنہ ۱۷۷۵ء

یہاں یہ ہنگامے برپا تھے۔ مگر مامون ایسی غفلت کی نیند پڑا سوتا تھا کہ اُسکے کان پر جون نہ چلی۔ ذوالریاستین تمام دربار پر اس طرح محیط ہو گیا تھا کہ اُسکے خلاف کوئی خبر مامون تک نہیں پہونچ سکتی تھی۔ اب اس نے ایک نئے انتظام سے خاندان عباس کو اور بھی زیادہ برہم کر دیا۔ مامون کی بالطبع آل پیغمبر سے نہایت محبت تھی۔ جس کا ثبوت اس سے زیادہ کیا ہو گا کہ تمام پرزور بنادین جو اُسکے عہد میں ہوئیں اسی مقدس خاندان کی افسری میں ہوئیں تاہم اس نے ہمیشہ درگزر کی اور قابو پانے پر بھی انکی عظمت نسب کا لحاظ رکھا۔

اس زمانہ میں حضرت علی رضا امام شہنشاہ موجود تھے۔ جن سے مامون ولی ارادت رکھتا تھا اور چونکہ زہد و تقویٰ کے علاوہ اُن کا فضل و کمال بھی خلافت کے شایان تھا۔ مامون نے اُن کو ولید سلطنت کرنا چاہا۔ اس سے پہلے سنہ ۱۷۷۳ء میں اُس نے فرامین بھیجے کہ تمام ممالک میں جس قدر عباسی خاندان کے لوگ ہیں۔ آستانہ خلافت میں حاضر ہوں عیش و دولت کی تربیت کا اثر دیکھو کہ نوین ہی پشت میں۔ حضرت عباس کی نسل سے ۳۳ ہزار زن و مرد دنیا کے مختلف حصوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ مامون نے بڑی عزت سے اُن کا

استقبال کیا۔ اور عباسی نسلین پورے برس دن حرم خلافت کی مہمان رہیں۔ اس اثنائے مامون نے اپنے خاندان کے ہر ایک شخص کو تجربہ و امتحان کی نگاہ سے دیکھا۔ اور یہ قطعی رائے قائم کر لی کہ اس بڑے گروہ میں ایک بھی ایسا نہیں جو خلافت کا بار گران سنبھال سکے۔ اب سلسلہ عین اُس نے ایک دوبارہ جس میں تمام اعیان سلطنت و اراکین دربار موجود تھے منعقد کیا۔ اور سب سے خطاب کر کے کہا کہ مد آج دنیا میں جس قدر آل عباس ہیں۔ میں ان کی لیاقت کا صحیح اندازہ کر چکا ہوں۔ نہ ان میں اور نہ آل علی میں آج کوئی ایسا شخص موجود ہے جو اسحق خلافت میں حضرت علی رضا کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ کر سکے یا اُس کے بعد اُس نے تمام حاضرین سے حضرت علی رضا کے لئے بیعت لی۔ اور دوبارہ کا لباس بچائے سیاہ کے سبز ترارویا۔ جو فرقہ سادات کا امتیازی لباس تھا۔ فوج کی مدد بھی بدلی گئی تمام ملک میں احکام شاہی نافذ ہوئے کہ امیر المومنین مامون کے بعد حضرت علی رضا تاج و تخت کے مالک ہیں۔ اور ان کا لقب الرضا من آل محمد ہے۔ حسن بن سہل کے نام بھی سرمان گیا کہ ان کے لئے بیعت عام لیجاوے اور عموماً اہل فوج۔ و عائد بنی ہاشم سبز رنگ کے پھیرے اور سبز کلاہ و قبائیں استعمال کریں۔ اس انوکھے حکم نے بغداد میں ایک قیامت انگیز ہل چل ڈال دی۔ اور مامون سے مخالفت کا پیمانہ بالکل لبریز ہو گیا۔ بعضوں نے بجز اس حکم کی تعمیل کی۔ مگر عام صدایہی تھی کہ مد خلافت خاندان عباس کے دائرے سے باہر نہیں جاسکتی۔

ابراہیم بن المہدی کی تخت نشینی بکرم محرم ۲۲۰ھ

جس زمانہ میں حضرت علی رضا کی ولیعهدی کے احکام بغداد میں پہنچے۔ عباسیوں نے اُنی وقت سے ایک نئے خلیفہ کی تجویز شروع کی تھی۔ ۲۵۔ ذوی الحجہ روز سہ شنبہ ۲۲۰ھ میں خاص آل عباس نے خفیہ طور پر ابراہیم بن المہدی کے ہاتھ پر جو مامون الرشید کے چچا تھے بیعت کی۔ پھر دو شخص مقرر کیے کہ جمعہ کے دن نماز سے پہلے ایک شخص خطاب عام کرے کہ مامون کے بعد ابراہیم کو ولیعهد خلافت ترار دینا چاہتے ہیں۔ دوسرا ابراہیم سے بولے کہ مامون تو معزول ہو چکا۔ خلیفہ وقت ابراہیم ہے۔ اور ولیعهد خلافت اسحاق

بن النادی۔ غالباً اس طسریقہ سے عباسیوں نے رضا سندی عام کا اندازہ کرنا چاہا۔ مگر ان کو خلافت توقع یہ معلوم ہوا کہ ملک اگر مامون کے خلافت ہے تو ابراہیم کے ساتھ بھی لوگوں کو عام ہمدردی نہیں ہے۔ چنانچہ جب یہ دونوں شخص سکھائے ہوئے فہرے کہہ کر بیٹھ گئے تو لوگوں نے کچھ جواب نہ دیا اور ایسی برہمی ہوئی کہ لوگوں نے مزار بھی نہیں پڑھی اور مسجد سے چلے گئے۔ تاہم سندی و صالح کی کوششوں نے ابراہیم کو منصب خلافت پر پہنچا دیا۔ اور یکم محرم ۱۷۱ھ کو عموماً اہل بغداد نے بیعت خلافت کی ابراہیم نے اپنا لقب ”مبارک“ اختیار کیا۔ اس زمانہ میں قصر بن ہبیرہ پر حسن بن سہل کی طرف سے حمید بن حمید مامور تھا۔ اگرچہ وہ خود حسن کا دل سے طرفدار تھا مگر اس کے ساتھ جتنے افسر تھے۔ خصوصاً سعید۔ و ابوالبطاہر ابراہیم سے مل گئے۔ ان لوگوں نے اودھسہر تو حسن کے پاس خطوط بھیجے کہ حمید آپ کے خلافت ابراہیم سے خط و کتابت رکھتا ہے اودھسہر ابراہیم سے درخواست کی کہ حضور کا کوئی افسر آئے تو ہم قصر بن ہبیرہ پر قبضہ کر ادین۔ حسن نے گوان تحریرون کا چندان اعتبار نہیں کیا۔ تاہم اسکو شبہ پیدا ہوا اور اطمینان کے لئے حمید کو اپنے پاس بلالیا۔ ابراہیم نے موقع پا کر عیسیٰ بن محمد کو بھیجا جس نے ۱۰ ربیع الثانی کو قصر بن ہبیرہ پر قبضہ حاصل کیا۔ اور حمید کا اسباب و خزانہ جہیں نقد کی قسم سے نلو توڑے تھے غارت عام میں آیا۔ حمید نے یہ خبر سنی تو کوفہ کو واپس آیا۔ یہاں حضرت علی رضا علیہ السلام کے بھائی عباس شریف رکھتے تھے۔ حمید نے ان کو بلایا اور کہا کہ آپ اپنے بھائی کی طرف سے کوفہ کی حکومت اپنے ہاتھ میں لیں۔ تو تمام کوفہ آپ کے ساتھ ہو گا۔ اور میں تو جان نثاری کے لئے حاضر ہی ہوں، حمید نے لاکھ درہم بھی اون کی نذر کئے اسکے بعد وہ حسن کے پاس چلا گیا۔ کوفہ کے اکثر لوگوں نے حسن کا ساتھ دیا۔ مگر جن لوگوں کو شیعہ پن میں زیادہ غلو تھا انھوں نے حسن سے کہا کہ ”اگر حضرت علی رضا کی خلافت مستقل مان کر بیعت لیجاوے تو ہم بدل موجود ہیں لیکن بیعت میں مامون کا واسطہ ہو گا۔ تو ہم سے امید نہ رکھنی چاہیے“ چونکہ اون کی یہ خواہش حسن نے منظور نہ کی۔ یہ لوگ ناراض ہوئے اور بالکل بے تعلق ہو کر اپنے گھروں میں بیٹھ رہے۔

ابراہیم نے اپنے نئے دشمن عباس کے مقابلہ کے لئے سعید و ابو البط کو متعین کیا۔ جنہوں نے حال میں اپنی کارگزاری دکھائی تھی کہ ابراہیم کے نائب کو قصر بن ہیرہ پر قبضہ دلادیا تھا۔ یہ دونوں افسر قریہ شاہی میں پہنچے تو عباس نے اپنے پیچھے بہائی علی بن محمد کو ان کے مقابلے کے لئے بھیجا۔ دوسری جمادی الاول ۲۲ھ کو دونوں حریف مصر کے آراہوئے علی بن محمد نے ذرا دیر لڑ کر شکست کھائی۔ اب ابو البط و سعید کو فہ پر حملہ آور ہوئے۔ آل عباس جو یہاں موجود تھے۔ وہ بھی ان کے ساتھ ہو گئے۔ نہایت سخت مصر کے ہوا۔ یہ لوگ حملہ کرتے ہوئے ابراہیم کی بجھے پھاڑتے تھے اور نعرے مارتے تھے کہ "مامون کی حکومت نہیں رہی" تمام دن لڑائی قائم رہی۔ تاہم فتح و شکست کا کچھ فیصلہ نہ ہوا۔ اور دوسرے دن کی نوبت آئی۔ چونکہ فریقین کا یہ حال تھا کہ جس نے شہر کے جس حصہ پر فتح پائی اگ لگا کر غارت کر دیا۔ روسائے کو فہ سعید کے پاس حاضر ہوئے۔ اور اس شرط پر امان طلب کی کہ عباس اپنے ساتھیوں کو لیکر کو فہ سے چلے جائیں۔ فریقین نے اس پر رضامندی ظاہر کی۔ اور کو فہ دونوں دعویداروں سے خالی ہو گیا۔ کیونکہ اس عہد کے بعد سعید بھی حیرہ کو واپس چلا گیا۔ کو فہ و اطراف کو فہ میں ابراہیم کی حکومت مسلم ہو گئی۔ لیکن یہ یقین خلافت کا قطعی فیصلہ کرنے والی نہ تھیں۔ کیونکہ ہنوز واسطین حسن بن سہل ایک فوج گران کے ساتھ موجود تھا۔ ابراہیم نے اس بڑی مہم کے لئے عیسے کو انتخاب کیا۔ ابن عائشہ ہاشمی و نعیم بن خاتم کو بھی حکم ہوا کہ عیسے کے ہمراہ جائیں۔ راہ میں سعید و ابو البط بھی جو کو فہ کی فتح سے آئے تھے ساتھ ہوئے۔ غرض یہ ہتھیار لشکر واسطہ نے قریب نام صباوقہ میں صف آرا ہوا۔ حسن بن سہل قلعہ بند ہوا۔ عیسے چند بار حملے کی غرض سے حسن کے لشکر گاہ کی طرف گیا۔ مگر اس نے بالکل خاموشی اختیار کی تھی۔ اور حکم دیدیا تھا کہ لشکر کا کوئی شخص قلعہ سے باہر نہ جائے۔ غالباً اس مدت میں اُس نے عیسے کی قوت کا اندازہ کیا بالآخر ۲۲ رجب کو فوج اس کے حکم سے عیسے پر حملہ آور ہوئی۔ صبح سے دوپہر تک قیامت انگیز مصر کے رہا۔ عیسے نے شکست کھائی اور طرنا یا پہنچ کر دم لیا۔

مامون کا عراق روانہ ہونا اور ذوالریاستین کا قتل

مامون جس تاریخ سے تخت نشین ہوا تھا۔ ایک دن بھی خونریزیوں سے خالی نہ گیا۔ تاہم اسکو بالکل نہ معلوم ہو سکا کہ تمام ملک بغاوتوں کا دھگل بن رہا ہے۔ ابتدا میں تو حسن بن سہیل کی گورنری کا ہنگامہ تھا۔ لیکن اب جو ہنگامے قائم تھے حضرت علی رضا کی ولیعہدی پر تھے۔ درباریوں میں سے جب کسی نے مامون کے کان تک یہ صدائہ پہونچائی تو خود حضرت علی رضا نے اس فرض کو ادا کیا۔ انہوں نے مامون سے کہا کہ دواہین کے قتل کے بعد ایک دن بھی ملک کو امن نصیب نہیں ہوا رات دن خونریزی لڑائیاں قائم ہیں۔ اور اہل بغاوت نے ابراہیم کو خلیفہ قرار دیا ہے؛ بہ بالکل ایک نئی اور غیر مانوس صدا تھی۔ مامون دفعتاً چونک پڑا اور چہساکہ ذوالریاستین نے اُس کو یقین کرا دیا تھا۔ اُس نے تعجب اور انکار کے ساتھ کہا کہ نہیں ابراہیم خلیفہ نہیں ہے۔ بلکہ لوگوں نے انتظاراً اُس کو نائب الریاست بنا رکھا ہے۔ حضرت علی رضا نے فرمایا کہ ذوالریاستین نے ملک کے اصلی واقعات آپ کی نظر سے چھا دیے۔ اور اب جو کچھ آپ کہتے ہیں اُسی کی زبان سے کہتے ہیں۔ ابراہیم جس کو آپ نائب الریاست سمجھ رہے ہیں۔ حسن بن سہل سے لڑ رہا ہے۔ اور آل عباس میں عموماً ذوالریاستین کی وزارت اور میری ولیعہدی پر نہایت مخالفت جو شہ پہیلا ہوا ہے۔ مامون دربار میں کوئی اور شخص بھی ان حالات سے واقف ہے۔ علی رضا علیہ السلام ہاں یہ سچے معاذ و عبد العزیز بن عمران اور بہت سے افسر مامون نے ان لوگوں کو بلا کر پوچھا کہ جو حضرت علی رضا فرماتے ہیں۔ تم اُس کی نسبت کیسا جانتے ہو۔ ذوالریاستین کے دُرسے کسی کو شہادت دینے کی جرات نہیں ہوتی تھی۔ مگر جب مامون نے خود ذمہ داری کی کہ ذوالریاستین ان کو کچھ ضرر نہ پہونچا سکے گا۔ اور اس مضمون کی ایک دستاویز بھی اپنے ہاتھ سے لکھ دی۔ تو ان لوگوں نے پورے کندہ حالات بیان کر دیے۔ اور کہا کہ ہر شے انہیں باتوں کے غرض کرنے کے لئے حضور میں حاضر ہوا۔ تھا۔ مگر ذوالریاستین نے ایسے جان نثار کو حضور کی نگاہ میں دشمن بنا دیا۔ اور اُس کی

تمام امیدیں خاک میں ملا دیں۔ ان لوگوں نے مامون کو یہ بھی بتا دیا کہ اگر جلد تلافی نہیں کی جاتی تو بنیاد خلافت کے متزلزل ہوئے میں کچھ باقی نہیں رہا ہے چونکہ ان لوگوں نے اپنی شہادت میں یہ بھی رائے دی تھی کہ حضور کا دار الخلافہ میں تشریف رکھنا ان سب مشکوکوں کو حل کر دیگا۔ مامون نے بغداد کا قصد کیا۔ ذوالریاستین کو اس اراک کی اطلاع ہوئی تو اُس نے ہاسانی معلوم کر لیا کہ مامون کے کان میں کوئی نئی صدا پڑی ہے۔ اُس نے تمام افسروں کے نام بھی تحقیق کر لیے۔ اور حضرت علی رضا کے سوا جن پر اُس کا قابو نہیں چل سکتا تھا یا پاس ادب مانع تھا۔ باقی ہر ایک کو مختلف قسم کی دھمکیاں پہنچا کر کسی کو قید کیا۔ کسی کو کوڑے پھونکے کسی کی ڈاڑھی کٹوائی۔ اس پر بھی مامون ذوالریاستین سے کچھ باز پرس نہ کر سکا۔ اور جب حضرت علی رضا نے اس کا تذکرہ کیا تو مامون نے نرمی سے جواب دیا کہ وہ میں غافل نہیں ہوں۔ مگر تدبیر مناسب سے کام لینا چاہتا ہوں۔

مامون جب سرخس پہنچا۔ تو چند آدمیوں نے جن کا پیشوا غالب مسعودی تھا۔ حمام میں پہنچ کر جمہرات کے دن ہشجہان سلطہ کو ذوالریاستین کو قتل کر دیا۔ یہ عجیب بات ہے کہ جو لوگ ذوالریاستین کے قتل میں شریک تھے سب مختلف اور دور دور ملکوں کے رہنے والے تھے۔ یعنی قسطنطین۔ روم کا۔ فرج و بلخ کا۔ موافق حلیفہ کا۔

مامون نے اشتہار دیا کہ جو شخص قاتلوں کو گرفتار کر کے لائے اُس کو دس ہزار اشرفیان انعام میں ملیں گی۔ عباس بن الشیم نے یہ انعام حاصل کیا۔ جب یہ لوگ مامون کے پاس حاضر کئے گئے اور پوچھا گیا کہ دس کے ایمان سے تم نے ایسا کیا؟ تو سب نے خود مامون کا نام لیا۔ اور اس بیباکی پر یا اصل جرم کی پاداش میں مامون کے حکم سے قتل کر دئے گئے۔ اس کے بعد عبدالعزیز بن عمران و موسیٰ وغیرہ چند اشخاص جن پر شبہ تھا طلب ہوئے اور استفسار ہوا کہ اس واقعہ کے متعلق کچھ جانتے ہو۔ سب نے کانون پر ہاتھ رکھا۔ مامون نے ان لوگوں کو بھی قتل کر دیا۔ گو تمام واقعات شہادت سے پہلے تھے کہ ذوالریاستین کا قتل مامون کے ایمان سے ہوا۔

مگر مامون نے اپنی متعدد کارروائیوں سے اس یقین کو شبہ سے ہل دیا۔ قاتلوں کے سر میں بن سسل کے پاس بھجوا لئے۔ اور پانچ تعزیت میں بہت کچھ رنج و غم ظاہر کیا۔ اور کہا کہ دو تم اپنے

بھائی کی جگہ منصب وزارت پر مقرر کئے گئے۔ ذوالریاستین کی مان کے پاس ہرسم تعزیت گیا اور تسلی مے کرکھا کہ ”آپ صبر کریں، بجائے ذوالریاستین کے میں آپ کا مطیع فرزند موجود ہوں“ ان موثر فقروں نے اس کو اور بھی بیتاب کر دیا۔ اور رو کر کھا کہ یہ ایسے بیٹے کا کیون نہ غم کروں جس نے میرے لئے تم سا فرزند چھوڑا، ذوالریاستین کے قتل کے نوٹس دن بعد اُس کے باپ سہل نے بھی وفات پائی۔ اسی زمانہ میں مامون نے حسن بن سہل کی بیٹی سے شادی کی۔ ان کا ردوائیوں سے گوامون کی گروں ذوالریاستین کے خون سے لگی نہوئی۔ تاہم عام خلقت کی نگاہ بہت کچھ بدل گئی۔ اور کم سے اتنی بات ضرور ثابت ہو گئی کہ اگر ایسا ہوا بھی تو وہ ایک ذاتی اور ناگزیر معاملہ تھا۔ ورنہ ذوالریاستین کے عام احسانات کو اُس نے فراموش نہیں کیا ہے۔ اور اُس کے خاندان کے ساتھ اب بھی اُس کو وہی ہمدردی ہے۔ جو پہلے تھی۔ ذوالریاستین کی موت نے یون تو اُس کے تمام خاندان کو نہایت صدمہ پہونچایا۔ مگر اُس کے بھائی حسن نے اس واقعہ کے بعد سے ایک دن بھی رونے پیٹنے سے نجات نہ پائی۔ اور بالآخر اسی صدمہ نے اُس کو محنت الحواس کر دیا۔ ستم میں اُس کے ہوش بالکل درست نہیں رہے تو احتیاط کے لئے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دی گئیں۔ مامون اُس کی جگہ احمد بن ابی خالد کو وزیر اعظم مقرر کیا۔ یاد رکھنا چاہئے کہ مامون کی مستقل خلافت کا زمانہ دراصل فضل کے قتل ہونے کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔

حضرت علی رضا علیہ السلام کی وفات مختصر

اس سفر میں حضرت علی رضا علیہ السلام بھی مامون کے ساتھ تھے۔ طوس پہونچ کر دفعتاً انتقال فرمایا کہتے ہیں کہ انگور میں زہر دیا گیا۔ ہر وں الرشید کی قبر بھی یہیں ہے۔ مامون نے اسی وجہ سے یہاں قیام کیا تھا۔ حضرت علی رضا نے وفات پائی تو مامون نے حکم دیا کہ ہر وں الرشید کی قبر اکثر و اگر حضرت علی رضا بھی اُسی میں دفن کئے جائیں جس سے مقصود یہ تھا کہ رشید بھی حضرت علی رضا کی برکت سے مستفید ہو۔ مامون کو حضرت علی رضا کی وفات کا نہایت صدمہ ہوا۔ وہ جنازہ کے ساتھ ننگے سر گیا۔ اور رو کر کھاتا تھا

دو اسے ابو الحسن اُتیرے بعد میں کہاں جاؤں؟ تین دن تک قبر پر مجاور رہا۔ اور صرف ایک روزی و نمک روزانہ اُس کی خوراک رہی۔

اس پر و عبل ایک شاعر نے جو اہل بیت کا مداح اور خلفائے بنی عباس کا نہایت دشمن تھا۔ ایک غزالت آمیز ہجو لکھی جس کا ایک شعر یہ ہے۔

ما یُنفعُ الوِجسَ من قُربِ الذی وکلا علی الذی بقرب المرجس من صعر
یعنی (درد ناپاک آدمی کو پاک کے قرب سے کچھ فائدہ نہیں پہونچتا۔ اور نہ پاک کا اُس کے قرب سے کچھ نقصان ہوتا ہے) یہ ایک تاریخی سوال ہے کہ حضرت علی رضا کو کس کے ایسا ہے زہر دیا گیا، مگر ایک خاص فرقہ نے اس واقعہ پر مذہبی رنگ چڑھایا ہے۔

بلا استثناء اس پر متفق ہیں کہ بخود مامون نے زہر دلوایا، افسوس ہے کہ ہجو شیعوں کی تاریخی تصنیفات نہیں ملیں کہ ہم اس بحث کو دونوں فریق کی روایتوں کے لحاظ سے فیصلہ کر سکتے۔ تمام وہ بڑی بڑی تصنیفیں جن کو دنیا نے اسلامی تاریخ کا لقب دیا ہے یونیوں کی ہی تصنیفیں ہیں۔ اور بظاہر اُن میں مذہبی حیثیت کا خاص لحاظ نہیں رکھا گیا ہوتا۔ تاریخی واقعات کی نسبت ہجو انہیں کی طرف جمع کرنا پڑیگا۔ جہاں تک ہجو معلوم ہے ایک مورخ نے بھی مامون پر اس الزام لگانے کی جرأت نہیں کی ہے۔ بلکہ علامہ بن اثیر نے صاف لفظوں میں اس غلط خیال پر استعجاب ظاہر کیا ہے مامون الرشید کے زمانہ سے نہایت قریب تر تاریخ جو آج دستیاب ہو سکتی ہے۔ ابن واضح عباسی کی تاریخ ہے یہ مصنف مامون کے زمانہ کے واقعات اُن لوگوں کی زبانی روایت کرتا ہے جو خود مامون کے عہد میں موجود تھے۔ ہم اُس کی تاریخ میں شیعہ پن کا اثر بھی پاتے ہیں۔ تاہم اُس مامون کے بجائے یہ بدگمانی علی بن ہشام کی نسبت کی ہے۔ تاریخی اصول تحقیق سے اگر ہم کام لیں تو بھی یہی ماننا پڑیگا۔ مامون نے حضرت علی رضا کو ولیعہ خلافت مقرر کیا تو اس سے اس کو کوئی سازش مقصود نہ تھی۔ حضرت علی رضا کو کوئی ملکی شخص نہ تھے۔ اور نہ اُن سے لے ابن واضح عباسی نے یہ واقعہ خود اس شخص سے روایت کیا ہے جو حضرت علی رضا کی تہذیب و تہذیب میں شریک تھا۔ اور میں نے ابن واضح کی تاریخ سے اسکو نقل کیا ہے۔ ۱۲۰۔

حکومت عباسیہ کو کسی خطرہ کا احتمال تھا۔ جیسا کہ شیعہوں کا دعویٰ ہے۔ مامون کو کل بیت کے ساتھ جو دلی خلوص تھا اس سے کون انکار کر سکتا ہے۔ حضرت علی رضا کے بعد مامون کا طریق عمل سادات کے ساتھ کیا رہا؟ اس خاص حیثیت سے مامون کے ان تمام حالات اور واقعات کو ترتیب دو جو حضرت علی رضا کی وفات سے پہلے اور پہچے پیش آئے بہ مرتب اور نتیجہ خیز سلسلہ خود بتا دیگا کہ مامون پر یہ غلط اتہام ہے۔ بے شبہ مامون کے خاندان والے حضرت علی رضا کی ولیمہ دی سے ناراض تھے۔ انہیں میں سے کسی نے یہ ہٹو حرکت کی ہوگی

حضرت علی رضا آئمہ اثنا عشر میں ہیں۔ اور حضرت موسیٰ کاظم کے خلف الرشید ہیں۔ مدینہ منورہ میں شہداء میں جمعہ کے دن پیدا ہوئے۔ نہایت بڑے عالم اور اتقا سے روزگار میں سے تھے۔ مامون کے لئے طلب میں ایک سالہ تعینف کیا تھا۔ ابو نواس عربی مشہور شاعر سے لوگوں نے کہا کہ تو نے ہر مضمون کے شعر لکھے اور حضرت علی رضا جو فخر و زکا رہیں ان کی شان میں دو شعر بھی نہ لکھے اس لئے جواب دیا کہ وہ ان کا پایہ کمال میری مدح سے بہت اونچا ہے۔ چونکہ ذوالربیع میں تھے اور حضرت علی رضا کی وفات سن ۱۹۱ھ اہل بغداد کی کل شکایتوں کا فیصلہ کر دیا۔ مامون نے بغداد کے لوگوں کو ایک خط لکھا کہ وہ اب کیا چیز ہے جس کی تم شکایت کر سکتے ہو، مامون کو خلافت توفیق اپنی تحریر کا نہایت سخت جواب ملا۔

ابراہیم کی معزولی

مامون جس زمانہ میں بغداد کو روانہ ہوا تھا، تو ابراہیم برائن میں موجود تھا اور عیسیٰ بن محمد و مطلب بن عبد اللہ وغیرہ افسران فوج اس کے ساتھ تھے۔ یہ لوگ اس وقت تک اگرچہ نہایت ثابت قدم رہے۔ مگر غالباً اس بات کا سب کو یقین تھا کہ ابراہیم کی خلافت اس وقت تک ہے جب تک مامون بغداد سے دور ہے جب اس کی آمد کی خبر مشہور ہوئی تو لوگ ابراہیم کا ساتھ چھوڑنے لگے۔ مطلب بیماری کا بہانہ کر کے برائن سے چلا آیا۔ اور بغداد میں لوگوں سے خفیہ

مامون کے لئے بیعت لینے شروع کی۔ خود منصور بن الممدی ابراہیم کے بھائی نے اول بیعت کی مطلب نے علی بن ہشام و حمید کو بھی لکھا کہ بغداد چلے آؤ۔ ابراہیم کو یہ حالات معلوم ہوئے تو دلائن سے روانہ ہو کر ۱۵ صفر ۲۰۲ھ کو زندرود پہونچا۔ اور جن لوگوں نے مامون کے لئے بیعت کی ان کو طلب کیا۔ جن میں سے منصور و خنیزمہ تو حاضر ہو گئے۔ اور ان کا قصور معاف کر دیا گیا۔ لیکن مطلب کو اسی کے خاندان نے روکا کہ یہ اپنی بات پر قائم رہنا چاہئے۔ ابراہیم نے اذن عام دیدیا کہ ۱۵ صفر کو مطلب کا گہر بار لوٹ لیا جاوے۔ حمید و عی بن ہشام اب ابراہیم کی خلافت دلائن پر قابض ہو گئے۔ ابراہیم کا نہایت نامور افسر عی بن محمد بھی حسن بن سہیل سے مل گیا۔ شوال ۲۰۲ھ میں باب البحر پر اُس نے یہ اعلان دیدیا کہ میں اس معاملہ میں دونوں فریق سے الگ رہوں گا۔ اور حمید نے بھی اس بات کو منظور کر لیا ہے۔ ابراہیم نے اُس کی طلب کی تے متعدد وقاصد بھیجے۔ بڑے اصرار سے آیا تو ابراہیم نے عتاب ظاہر کیا۔ اُس نے معذرت کی۔ ابراہیم نے غیظ میں آکر اس کو قید خانہ بھیج دیا۔ اور اُس کے چند افسر و اسلحہ کو بھی سزا دی جیسے ایک نہایت معزز تہذیب کا آدمی تھا اور بہت سے نامور افسر اُس کے ساتھ تھے۔ اُس کے قید ہونے نے سب کو برہم کر دیا۔ بالخصوص عباس جو عی کے خلیفہ خاص تھا۔ اُسے اپنی پرچوش تقریروں سے تمام بغداد کو ابراہیم کا مخالف بنا دیا۔ جس رو کر خ وغیرہ ابراہیم کے جو عامل تھے سب نکال دیے گئے۔ اور لوگوں نے حمید کو خط لکھا کہ آپ یہاں کا قصد کیجئے کہ بغداد آپ کے حوالہ کر دیں۔ حمید نہ صرف یہو ٹکڑا عباس و تمام افسران فوج اُس کے استقبال کو گئے۔ یہ قرار پایا کہ جمعہ کے دن مقام یاسر میں مامون کا خطبہ پڑھا جاوے۔ اور ابراہیم معزول کر دیا جاوے۔ حمید نے اہل فوج کو پچاس پچاس روپیہ دینے کا وعدہ بھی کیا۔ تاریخ معینہ پر حمید یاسر میں داخل ہوا۔ مگر انعام کی تعداد میں اس نے اختلاف پیدا ہوا کہ اہل فوج سے پچاس کے عدد کو منحوس بتایا۔ کیونکہ علی بن ہشام نے بھی یہی تعداد مقرر کی تھی اور بالآخر فتاد کی باعث ہوئی۔ اہل فوج نے کہا کہ اس وقت ہم کو چالیس دلائے جاوین تاکہ پچاس کے منحوس عدد سے یہ تعداد مختلف رہے۔ عی نے فیاضی سے پچاس کے عدد کو بڑھا کر ساٹھ کر دیا جس کے ساتھ نو سو ست کا شبہ بھی رہنچ ہو گیا۔

ابراہیم نے اس مشکل وقت میں عیسے کو قید سے رہائی دیکر حکم دیا کہ حمید کے مقابلے پر جائے
 عیسے نے ایک سازشی حملہ کیا۔ اور وسط فوج میں گھس گیا۔ جس سے ظاہر میں یہ دکھانا مقصود
 تھا کہ ابراہیم کی وفاداری میں اُس نے جان تک کی بھی پروا نہ کی۔ لیکن فوج نے اس کی دلی
 خواہش کے موافق زندہ گرفتار کر لیا۔ ابراہیم نے باقی ماندہ فوج سے حمید کا مقابلہ کیا یہ اس کی
 اخیر کوشش تھی۔ لیکن وہ اب بھی کامیاب نہ ہوا۔ اخیر ذی قعدہ سنہ ۳۴۰ میں جو مصر کے ہوا
 اس نے ابراہیم کی قسمت کا قطعی فیصلہ کر دیا۔ ذی الحجہ کی تاریخ بدھ کی رات سنہ ۳۴۰ ابراہیم
 کی تاریخ حکومت کا اخیر صفحہ تھا۔ جس دن اُس نے تبدیل لباس کی۔ اور کہیں غائب ہو گیا۔
 ابراہیم کی خلافت نے کل ایک برس گیارہ مہینے ۱۲ دن کی عمر پائی۔

مامون کا بغداد داخل ہونا صفر سنہ ۳۴۰

مامون قریباً رجب سنہ ۳۳۹ میں مرو سے روانہ ہوا۔ اور صفر سنہ ۳۴۰ میں بغداد پہنچا۔ اس کا
 یہ سفر ایک طرح پر ملک کا دورہ تھا۔ جس میں اُس نے حالات ملک سے بہت کچھ واقفیت
 کی اور مختلف شہروں میں مناسب انتظامات کئے۔ نہروان پہنچا تو بغداد کے تمام اعیان و کاند
 و افسران فوج بڑے جوش سے اُس کے استقبال کو گئے۔ طاہر بن العسین بھی جس کو مامون
 نے رقعہ سے طلب کیا تھا۔ یہیں باریاب حضور ہوا۔ نہروان میں آٹھ دن قیام کر کے مامون
 بغداد کو چلا۔ اور ۱۵ صفر سنہ ۳۴۰ کو بڑی شان و شوکت سے دار الخلافہ میں داخل ہوا
 جہاں ایک مدت سے ہزاروں نگاہیں اس نا انتظار کر رہی تھیں۔ مامون خود اور اس کے
 تمام افسر سبز لباس میں تھے۔ اہل بغداد بھی مامون کے لحاظ سے سبز لباس پہنے دربار میں آئے
 مگر عام خواہش اس کے خلاف تھی۔ لوگ آرزو مند تھے کہ اُن کی آنکھیں عباسیہ حکومت کو اس
 کے اصلی لباس میں دیکھیں چنانچہ جب مامون نے ظاہر کو بلا کر اُس کی کار گزار یونٹ کا صلہ
 دینا چاہا۔ اور کہا کہ ”جو مانگنا ہو مانگ“ تو اُس نے ہی خواہش ظاہر کی کہ آل عباس کی یہ آرزو
 پوری کر دی جائے مامون نے یہ معقول و درخواست منظور کی۔ اُس نے خود دربار
 عام میں سیاہ لباس منگو کر پہنا۔ اور طاہر زوالمہین و تمام افسران فوج کو سیاہ رنگ کے خلعت و حرمت

۳۴ صفر ۲۳۵ھ کو کل اہل بغداد سیاہ لباس میں تھے۔ اور اُس دن گویا یہ علی الاعلان عام دیدیا گیا کہ اب تمام اسلامی دنیا میں آل عباس کی حکومت ہے۔

طاہر کا خراسان کی حکومت پر مقرر ہونا ۲۳۵ھ

اس سال ایک عجیب تقریب سے طاہر کو اپنے کارہائے نمایاں کا مناسب صلہ ملا یعنی وہ کل مشرقی حکومت پر جس کی دار الخلافہ بغداد سے شروع ہو کر سندھ تک منتہی ہوتی ہے، نائب السلطنت مقرر ہوا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ایک رات طاہر ماموں کی بزم عیش میں حاضر ہوا۔ ماموں باوہ نوشی کے مزے لے رہا تھا۔ بے تکلفی میں اُس نے دو پیالے طاہر کو بھی مرحمت کئے اور اپنے سامنے بیٹھنے کی اجازت دی۔ طاہر نے باادب عرض کیا کہ ”میرا منصب اس عزت کا مستحق نہیں ہے، ماموں نے کہا ”تو قیدیں دربار عام کے لئے مخصوص ہیں بے تکلفی کے جلسوں میں اس قسم کے قواعد کی پابندی ضرور نہیں، طاہر آداب بجالا کر بیٹھ گیا۔ ماموں نے اُسکی طرف نگاہ کی تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے طاہر نے عرض کیا کہ اب کیا آرزو باقی رہی ہے جس کا حضور رنج کر سکتے ہیں، ماموں نے کہا کچھ ایسی بات ہے جس کے پوشیدہ رستے میں تکلیف اور ظاہر کرنے میں ذلت ہے۔ طاہر اُس وقت تو چپ ہو رہا مگر دل میں غاشش پیدا ہوئی۔ کہ آخر کیا بات ہے جہاں جو ماموں کا ساتھی اور ندیم خاص تھا۔ طاہر نے اس کو دولاکھ دس ہزار درہم نذر بھیجے اور درخواست کی کہ اُس دن کے واقعہ کا سبب دریافت کروے جہاں نے موقع پا کر پوچھا۔ ماموں نے کہا۔ اگر یہ بات آگے بڑھی تو تیرا سرا ڈالوں گا، سچ یہ ہے کہ جب طاہر میرے سامنے آتا ہے۔ تو بھائی! میں کا ذلت و بیکسی سے مارا جاتا ہوں، آتا ہے، ماموں نے ہاتھ سے غصہ فرمایا۔ طاہر کو کسی دن ضرر پہنچے گا، طاہر کو یہ بات معلوم ہوئی تو احمد بن ابی خالد الاحول کے پاس گیا۔ احمد بن سہل کے بعد وزیر اعظم مقرر ہوا تھا۔ اور کہا کہ تم جانتے ہو کہ میں احسان فرماؤںش نہیں ہوں اور میرے ساتھ بھلائی کرنی فائدے سے خالی نہیں۔ میں تم سے صرف اتنا چاہتا ہوں کہ ماموں کی آنکھ سے دور رہوں۔ احمد بن ابی خالد نے اُس کا ذمہ لیا۔ اور دو مہرے دے دیے۔ صبح کے وقت ماموں کے پاس حاضر ہوا۔ چونکہ چہرہ سے ترو دار پریشانی نمایاں تھی ماموں نے

پوچھا کیوں؟ کیا کوئی نئی بات ہے؟ (احمد) حضور مجھے تو ساری رات نیند نہیں آئی (ماموں) آخر کیوں؟ (احمد) میں نے سنا کہ حضور نے خراساں کی حکومت عنسان کو دی جس کے ساتھ سٹی بھر آدمی سے زیادہ نہیں ہیں۔ اگر مصر کے ترکوں نے حملہ کیا تو کیا عنسان اُن کو روک سکیگا۔ (ماموں) یہ خیال تو مجھ کو بھی تھا۔ اچھا تم کسی کو تجویز کرتے ہو؟ (احمد) طاہر ذوالیمینین سے بہتر کون شخص انتخاب ہو سکتا ہے؟ (ماموں) مگر اُس کے خیالات تو باغیانہ ہیں۔ اور وہ تقضِ معیت پر آمادہ ہے؟ (احمد) اس کا میں ذمہ وار ہوں (ماموں) اچھا تو تم اپنی ذمہ داری پر مقرر کرو۔ طاہر طلب ہوا اور سندِ حکومت کے ساتھ ایک کمر و طور ہم بھی جو عموماً خراسان کے گورنروں کو ملتے تھے عطا ہوئے۔ طاہر نے ایک مہینہ میں ساز و سامان سفر درست کیا اور ۲۹ دوقعدہ سہلہ پھری کو خراسان روانہ ہوا۔ طاہر کا بیٹا اُس کے بعد صاحبِ الشرطة مقرر ہوا۔ لیکن بھٹوٹے ہی دنوں میں اُس کی ذاتی لیاقت نے مصر کی گورنری پر پہنچا دیا تقر کے وقت ماموں نے اُس کو اپنے سامنے بلایا اور کہا کہ دیوں تو ہر شخص اپنی اولاد کی نسبت حسن ظن رکھتا ہے۔ لیکن طاہر نے جو کچھ تہساری تعریف میں کہا اُس سے کم کہا جس کے تم دراصل مستحق ہوئے۔ طاہر نے یہ مشرودہ سنا تو بیٹے کو ایک نہایت مفصل خط لکھا۔ جو آئین حکومت، انتظامات ملکی، رفاہِ رعایا کے متعلق ایک نہایت مدبرانہ دستورِ عمل تھا۔ یہ خط اس قدر مقبولِ عام ہوا کہ تمام لوگوں نے اُس کی نقلیں لیں۔ خود ماموں نے اُس کی باضابطہ نقلیں عموماً حکامِ سلطنت کے پاس بھجوائیں۔ اور کہا کہ طاہر نے دنیا و دین، تدبیر و راستے، سیاست و اصلاحِ ملک و حفاظتِ سلطنت و قیامِ خلافت کے متعلق کوئی بات اٹھا نہیں رکھی۔

عبدالرحمن بن احمد کی بغاوت ۲۰۶ھ

انہی بغاوت نہ چنداں بچا تھی نہ بہت پر زور تھی۔ لیکن وہ اس لئے زیادہ یاد

رکھنے کے قابل ہے۔ کہ اُس سے مامون کی تاریخ زندگی میں ایک نیا انقلاب شروع ہوتا ہے
 یمن کے لوگ عامل کی بے اعتدالیوں سے باغی ہو گئے تھے۔ اُن کو ایک صاحبِ اثر
 شخص سمجھ کر خلیفہ قرار دیا۔ مامون نے دنیار بن عبد اللہ کو مقابلے کے لئے بھیجا۔ لیکن ایک
 معاہدہ امن بھی لکھ کر دیا کہ اگر عبد الرحمن قبول کرے تو رطانی کی کچھ ضرورت نہیں
 زمانہ حج میں دنیار یمن کو روانہ ہوا۔ اور معاہدہ امن عبد الرحمن کے پاس بھیج دیا عبد الرحمن
 نے خود دنیار کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور بغداد چلا آیا۔ مامون سادات کی پیہم بغاوتوں
 سے نہایت تنگ آ گیا تھا۔ اب اُس نے ۲۸۸ھ کو بغداد سے شہر ہجری کو حکم دیدیا کہ عموماً
 آل علی اپنا امتیازی لباس چھوڑ کر سیاہ لباس اختیار کریں۔ اور آج سے دربار میں نہ
 آئے پاویں۔ مامون کو اس خاندان سے جو بے لاگ محبت تھی سیاست ملکی نے اس
 کو اس صورت میں بدل دیا۔ جس کی تاریخ ۲۸۸ھ وقوعہ سے شروع ہوتی ہے۔

ذوالیمین طاہر کا وفات پانار روز شنبہ جمادی الثانی

شہر ہجری مقام مرو۔

مامون نے اگرچہ احمد بن ابی خالد کی ذمہ داری پر طاہر کو خراسان ایسے بڑے صوبے
 کی حکومت ویدی تاہم وہ اُس کی طرف سے مطمئن نہ تھا۔ طاہر خراسان کو روانہ ہوتے ہوئے
 جب مامون سے رخصت ہونے لگیا۔ تو مامون نے ایک خاص غلام اُس کے ساتھ کر دیا
 جس کی نسبت طاہر کو یہ یقین دلایا کہ اُس کی کارگزاریوں کا صلہ ہے۔ مگر وہ پر وہ غلام کو ہدایت
 کی تھی۔ کہ اگر طاہر کے خیالات۔ بغاوت کی طرف مائل دیکھے تو زہر دیدے۔ خراسان پہونچکر غالباً
 طاہر نے بغاوت کا ارادہ کیا مگر مورخین اُس کا کوئی عمل ثبوت بھیج اُس کے نہیں پیش
 کرتے کہ ایک جمعہ میں طاہر نے خطبہ میں مامون کا نام نہیں پڑھا کثوم بن ثابت خراسان
 کا پرچہ نویس اس موقع پر موجود تھا۔ اُس نے نگہ پر آکر عمل کیا۔ اور کثوم ہنسکر مامون

کو اس واقعہ کی عرضی لکھی۔ اُس کو یقین تھا کہ طاہر کو بھی ضرور اس حال سے خبر ہوگی۔ اور وہ اُس کو زندہ نہ چھوڑے گا۔ ماموں نے عرضی پڑھی تو احمد بن ابی خالد کو بلا بھیجا اور کہہ کر اسی وقت خراسان روانہ ہوا۔ احمد نے بڑے اصرار سے رات بھر کی مہلت لی۔ بتوڑی دیر کے بعد دوسرا چہ پہنچا کہ طاہر نے وقت انتقال کیا۔ احمد کا جانا ملتوی رہ گیا۔ طاہر کو جمعہ کے دن بخارا چڑھا۔ ہفتہ کی صبح کو لوگ عیادت کے لئے گئے تو دربانوں سے معلوم ہوا کہ آج خلاف معمول ابھی تک خوابگاہ میں ہے۔ زیادہ دیر ہوئی تو لوگ اندر گئے طاہر سر سے پاؤں تک کپڑے میں لپیٹا ہوا مردہ پڑا تھا بعضوں کا بیان ہے کہ ہلکوں میں کچھ عارضہ پیدا ہوا جس سے وہ دفعتاً گر پڑا اور مر گیا۔

ماموں نے طاہر کے بعد اُس کے بیٹے طلحہ کو خراسان کی حکومت دی دوسرے بیٹے عبد اللہ کو بھی معزز عہدے دئے۔ طاہر کی تین پشتوں یعنی خود طاہر و عبد اللہ بن طاہر و عبد اللہ بن عبد اللہ نے دولت عباسیہ میں بڑا اقتدار حاصل کیا۔ ہم کو اس میں کچھ شبہ نہیں کہ طاہر کو زہر دیا گیا اور خود ماموں نے زہر دلوایا۔ لیکن اگر ماموں کی جگہ کوئی دوسرا بادشاہ ہوتا تو کیا کرتا۔ اگر اس نظیر کے لئے ہم دور نہ جائیں اور خود ماموں کے نامور باپ ہارون الرشید کی طرف نگاہ اٹھائیں تو کیا ثابت ہوگا اور ہم دیکھتے ہیں کہ اُسے ایک حیثیاتی الزام پر ہر اکتہ کا وہ فیاض خاندان جس کی نظیر سے کل تاریخ اسلام خالی ہے ایک لحظہ میں دنیا سے ناپید کر دیا۔ لیکن ماموں نے جو کچھ کیا سیاست ملکی کے لحاظ سے اُس کا ضروری فرض تھا۔ تاہم اُس کے خاندان سے کچھ تعرض نہ کیا بلکہ اُس کی اولاد

۱۵ مصنف یعون والحدائق کامل۔ ابن خلدون۔ ابوالفدا۔ کسی نے نہیں کہا کہ طاہر کیوں کر مرا۔ مگر عربی مؤرخین کی یہ عام عادت ہے کہ وہ واقعات کو بالکل سادہ لکھتے ہیں اور اس بات سے بحث نہیں کرتے صرف ابن خلکان ایک شخص ہے۔ جس نے اس واقعہ کی پوری تفصیل لکھی ہے۔ اور چونکہ اُس نے نہایت معتبر تاریخ کا یعنی ہارون بن عباس بن مامون الرشید کی تاریخ کا حوالہ دیا ہے۔ میں نے اس موقع پر جو کچھ لکھا ہے اس سے لکھا ہے۔ دیکھو تاریخ ابن خلکان۔ ترجمہ۔ طاہر ۱۲ منہ

کو اس رتبہ پر پہنچایا کہ کچھ زمانے کے بعد خراسان میں اُن کی مستقل حکومت قائم ہو گئی۔ امویا کے پاس حبيب طاہر کے مرنے کی خبر آئی تو اُس نے کہا کہ وہ خدا کا شکر ہے جس نے طاہر کو مجھ سے پہلے بلایا۔ اس بات سے بھی ظاہر ہے کہ طاہر کی بغاوت کا اُس کو کافی یقین ہو چکا تھا۔ اس کتاب کے دوسرے حصے میں معلوم ہو گا کہ ماموں ملک کے ہر ایک جزئی حالات سے کس قدر واقفیت رکھتا تھا۔ اور اس وجہ سے اُس کی رائے اُن معالات میں نہایت وقعت کے قابل ہے۔

افریقہ اور منصور بن نصیر کی بغاوت

سنہ ہجری ۲۰۸

افریقہ کو ممالک اسلامیہ میں داخل ہوئے قریبا سو برس گزر چکے تھے مگر عہد فتح سے آج تک ہمیشہ خطرناک بغاوتیں برپا رہیں۔ یہاں کی آب و ہوا میں پہلے بھی اطاعت کا مادہ نہ تھا۔ اور قبائل عرب کے ملجانے سے جو ایک مدت سے ان اطراف میں جا کر آباد ہوتے جاتے تھے۔ اُن کی سرکشی اور بھی پرخطر اور تیز ہو گئی تھی۔ یہاں کا جو خراج بھقا وہ یہیں کے امن و انتظام قائم رکھنے میں صرف ہوتا تھا۔ بلکہ مصر کے خزانے سے اور پانچ لاکھ روپیہ سالانہ منگالے پڑتے تھے۔

سنہ ہجری میں ہارون الرشید نے ابراہیم بن الاغلب کو افریقہ کا گورنر مقرر کیا تھا جس نے افریقہ سے چالیس ہزار دینار بطور خراج کے دیئے منظور کئے تھے۔ ابراہیم نے نہایت نیک نامی کے ساتھ حکومت کی۔ اور پھر افریقہ کی گورنری اُس کے خاندان کا موروثی ترکہ ہو گیا۔ چنانچہ ماموں کے زمانہ میں جو شخص اس منصب پر ممتاز تھا۔ وہ ابراہیم کا نامور فرزند زیادۃ اللہ تھا۔ سنہ ہجری میں تونس میں ایک تازہ بغاوت کی ابتداء ہوئی۔ جس کا بانی منصور بن نصیر تھا۔ زیادۃ اللہ نے ایک افسر کو جس کا نام محمد بن حمزہ تھا تین سو سوار دے کر بھیجا

کہ دفعتاً ٹونس پہنچ کر منصور کو گرفتار کر لائے۔ لیکن محمد کے پہنچنے سے پہلے منصور کو خبر ہو گئی۔ اور وہ غنیمتہ چلا گیا۔ محمد کو ٹونس میں بالکل ناکامی ہوئی۔ اب اس نے یہاں کے قاضی کو منصور کے پاس بطور سفارت کے بھیجا۔ چالیس اور بڑے بڑے ثقات قاضی صاحب کے ساتھ گئے کہ وعظ و پند کا فسون بھونک کر منصور کو مسخر کر لائیں۔ مگر منصور ان سادہ دل ملاؤں سے زیادہ چالاک تھا۔ اس نے قاضی صاحب سے کہا کہ میں تو قدیم نمکخوار ہوں۔ آج کی رات آپ ماحضر قبول فرمائیں۔ کل میں خود آپ کے ہر کاب چلو ننگا منصور نے محمد کو بھی دعوت کے کھانے اور فواکہ بھیجے اور لکھا کہ کل قاضی صاحب کے ساتھ شرف خدمت حاصل کروں گا محمد اور اس کی مختصر فوج نے نہایت اطمینان کے ساتھ دعوت کے مزے اڑائے۔ اور خوب شرابیں پیں ہنوز خمار نہیں اُتر ا تھا۔ کہ دفعتاً طبل جنگ کی مہیب آواز نے ان بدستوں کو چونکا دیا۔ اُسٹے تو منصور ایک جمعیت کثیر کے ساتھ سر پر موجود تھا۔ محمد کی فوج نے بھی ہتھیار سنبھالنا چاہا۔ مگر اعضا قابلوہیں نہ تھے۔ تاہم ایک سخت معرکہ ہوا اور ساری رات لڑائی رہی۔ محمد کی فوج بالکل قتل ہو گئی۔ صرف وہ لوگ بچ گئے جو دریا میں کود پڑے اور تیر کر اُس پار نکل گئے ٹونس میں جو شاہی فوج تھی اُس نے بھی منصور کی خدمت میں حاضر ہو کر اطاعت پر آمادگی ظاہر کی۔ مگر اس اندیشہ سے کہ آئندہ منصور اگر زیادۃ اللہ سے مل گیا تو وہ کسی طرف کے نہ ہوں گے۔ یہ شرط پیش کی کہ آپ زیادۃ اللہ کے کسی عزیز کو قتل کرادیجئے۔ اسمعیل کے قتل سے جو زیادۃ اللہ کا رشتہ دار اور ٹونس کا عامل تھا۔ یہ خواہش پوری کر دی گئی۔ ٹونس کے اضلاع میں منصور کی قوت روز افزوں ترقی کر رہی تھی۔ اور اس وجہ سے ضرور محقق کہ زیادۃ اللہ بھی برابر کی طاقت سے اُس کا مقابلہ کرے۔ اُس نے اپنے وزیر خاص غلیوں کو اس مہم کے لئے انتخاب کیا۔ مگر وہیں ریح الاول کو جو معرکہ ہوا۔ اُس میں غلیوں نے شکست کھائی اور فوج جو ساتھ تھی باغیانہ افریقہ کے مختلف شہروں میں پھیل گئی۔ غلیوں کو شکست دیکر منصور کے حوصلے بلند ہو گئے۔ اُس نے خود زیادۃ اللہ کی دارالحکومت قیروان کو جاگیرا۔ مہمون تک محاصرہ رہا اور بڑے بڑے معرکے ہوئے۔ مگر آخر لڑائی میں جوہر جہادی الثانی

کو پیش آئی زیادۃ اللہ اس سرور سامان سے نکلا کہ منصور نے پہلے ہی ہمت ہار دی۔ مقابلہ ہوا۔ لیکن نتیجہ جنگ وہی تھا۔ جو منصور کے خیال میں جو حکم محاصرہ کے زمانہ میں قیروان والے منصور سے مل گئے تھے زیادۃ اللہ نے اب ان سے انتقام لینا چاہا۔ لیکن علماء و فقہاء بیچ میں پرے اور اسکو اس ارادے سے باز رکھا۔ تاہم عبرت کے لئے قیروان کی شہر سپاہ بالکل برباد کر دی گئی۔

اگرچہ منصور خود شکست کھا کر قیروان سے چلا گیا۔ مگر اُس کے سرداروں نے افریقہ کے اکثر اضلاع دبا لئے تھے۔ ان میں سے ایک شخص عامر بن نافع تھا جس نے سب سے پہلے قبضہ کر لیا تھا۔ سلمہ ہجری میں زیادۃ اللہ نے محمد بن عبد اللہ اپنے ایک عزیز کو اُس کے مقابلے پر بھیجا۔ محمد کو ایک سخت معسرہ ہوا۔ محمد نے شکست کھائی اور قیروان کو الٹا واپس آیا۔ اس اثنا میں منصور نے دوبارہ قوت حاصل کی اور چونکہ فوج جو منصور کے ساتھ تھی۔ اُس کے اہل و عیال قیروان میں رہ گئے تھے اُس نے پھر قیروان کا محاصرہ کیا۔ ۱۶ دن محاصرہ رہا۔ اگرچہ کوئی لڑائی نہیں ہوئی مگر منصور اپنے مقصد میں کامیاب ہوا۔ اہل فوج کے عزیز و اقارب قیروان سے نکل آئے۔ اور اپنے عزیزوں سے آکر مل گئے منصور بھی ٹونس کو واپس چلا آیا۔ افریقہ کے اکثر اضلاع زیادۃ اللہ کے ہاتھ سے نکل گئے۔ خود شاہی فوج نے جو منصور کے ساتھ ہو گئی تھی۔ زیادۃ اللہ کو مغرور پیغام کہلا بھیجا کہ جو تدبیر تم کو جانبر کر سکتی ہے وہ صرف یہ ہے کہ تم افریقہ سے اور کہیں چلے جاؤ۔ اس سعادت کے صلے میں ہم تمہاری جان سے کچھ تعرض نہ کریں گے۔ چند اتفاقی واقعات نے اگر مساعدت نہ کی ہوتی تو آل اغلب کا خاتمہ ہو چکا ہوتا۔ مگر سلمہ ہجری میں عامر جو منصور کا وہنا ہاتھ تھا۔ خود منصور سے ناراض ہو گیا۔ اور بالا آخر اسکو قتل کرادیا۔ یہ محسن کس بھی کچھ زیادہ نہ پھلا۔ دوہی تین برس کے بعد قضا کی۔ اور زیادۃ اللہ کے لئے افریقہ کی حکومت بے غش چھوڑ گیا۔ زیادۃ اللہ کو ان واقعات نے بالکل مطمئن کر دیا۔ اُس نے کچھ نہ بھیجا نہیں کہا کہ وہ اب لڑائی نے اپنے ہتھیار رکھ دئے۔

نصر بن شیبث کا گرفتار ہونا ۲۰۹ھ

نصر حلب کے شمال میں کیسوم کے علاقہ کا رہنے والا تھا۔ اور امین الرشید کا نہایت جان نثار دوست تھا۔ محاصرہ کے زمانہ میں تو امین کی کچھ مدد نہ کر سکا۔ لیکن امین کے قتل کے بعد علانہ بغاوت ظاہر کی۔ اور چونکہ عرب کے بعض قبائل اور بہت سے خانہ بدوش بدو بھی اُس کے ساتھ ہو گئے۔ اُس نے حلب و میسلا و غیرہ پر قبضہ کر لیا۔ حسن بن سہیل نے طاہر کو جو حال ہی میں بغداد کی فتح کا فخر حاصل کر چکا تھا۔ اُس کے مقابلے کے لئے بھیجا۔ ایک سخت جنگ کے بعد طاہر نے شکست کھائی۔ اور رقبہ کو واپس گیا۔ ۱۹۹ھ ہجری میں جزیرہ کے تمام اضلاع نصر کے قبضہ اقتدار میں آ گئے۔ اور ۲۰۸ھ تک اُس کی بغاوت شاہی قوت کی حریف مقابل رہی ۲۰۸ھ ہجری میں جب طاہر رقبہ سے چلا آیا تھا تو اُس کا بیٹا عبداللہ اس مہم پر مامور ہوا۔ لیکن چار برس کی متواتر کوششوں نے بھی کوئی نتیجہ نہیں پیدا کیا۔ ۲۰۸ھ ہجری میں ناموں نے محمد عامری کو نصر کے پاس سفیر کر کے بھیجا نصر نے گواطاعت پر آمادگی ظاہر کی مگر شرطیں وہ پیش کیں۔ جو ماموں کے نزدیک بغاوت کی سرکشی سے کچھ کم نہ تھیں۔ پہلی شرط یہ تھی کہ میں دربار میں حاضر نہ ہوں گا۔ ماموں نے اُس کے قبول کرنے سے بالکل انکار کیا۔ محمد عامری واپس گیا۔ اور نصر سے کہا کہ ماموں کو تہلہ ہی پر زیادہ اصرار ہے۔ نصر و فعتا جھلا اٹھا اور کہا کہ رجب منیہ کوں رقوم زطی چرس کا زور نہ چل سکا۔ اُس کے آگے عرب کے ہزاروں جانباز کیونکر سر جھکا سکتے ہیں۔ لیکن نصر کا یہ غرور قائم نہ رہا۔ عبداللہ بن طاہر نے اُس کو اتنا تنگ کیا کہ کسی شرط کے ہتھیار رکھ دئے۔

ابن عائشہ و مالک کا قتل اور ابراہیم کی گرفتاری ۲۱۰ھ

ابراہیم جس نے بغداد میں علم خلافت بلند کیا تھا۔ گودات سے روپوش ہو گیا تھا۔ لیکن

اُس کے قدیم رفقا اب بھی اپنی کوششوں میں سرگرم تھے اور چاہتے تھے کہ ابراہیم کو دوبارہ تخت خلافت دلائیں۔ ماموں کو اس سازش کی بہت جلد اطلاع ہو گئی۔ اور صفر ۱۱۳۰ ہجری میں یہ سب گرفتار کر لئے گئے۔ ابن عائشہ و مالک اس جماعت کے سرگروہ تھے۔ ان لوگوں نے ایک بڑی فہرست طلباء کے ماموں کی خدمت میں بھیجی کہ۔ اور بہت سے لوگ اس کوشش میں ہمارے ساتھ ہیں، لیکن ماموں نے اس خیال سے کچھ انتقادات نہ کی کہ شاید اپنے ساتھ دوسروں کو بھی گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔ باغی قید خانے بھیج دیئے گئے مگر وہاں بھی نچلے نہ بیٹھے۔ ایک دن اندر سے چاروں طرف کے کواڑ بند کر دیئے اور چاہا کہ دیوار توڑ کر باہر نکل جائیں۔ ماموں کو خبر ہوئی تو خود چلنا نہ پہنچ سکے، ابن عائشہ کے سوا سب کو قتل کر دیا۔ ابن عائشہ ہاشمی تھا۔ اس لئے یہ امتیاز رکھا گیا کہ بجائے قتل کے اُس کو سولی دی گئی۔ لیکن اس کے ساتھ یہ قاعدہ ٹوٹ گیا۔ کہ اب تک کسی ہاشمی نے پھانسی پانے کی ذلت نہیں اٹھائی تھی۔

یہ واقعہ ابراہیم کی گرفتاری کا دیا پتہ تھا۔ خود ابراہیم کی زبانی منقول ہے کہ ماموں جب عراق پہنچا تو لاکھ درہم کے انعام پر اس نے میری گرفتاری کا اشتہار دیا۔ میں نے خیال کیا کہ اب بغداد میں جان کی خیر نہیں۔ گرمی کے دن تھے۔ اور بھٹیک دو پہر بجی تھی کہ میں گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ مگر یہ کون بتا سکتا تھا کہ کہاں جاؤں ایک گلی میں پہنچا۔ لیکن اُس کی دوسری طرف راستہ نہ تھا۔ اب نہ آگے بڑھ سکتا تھا نہ الٹا پہر سکتا تھا۔ اسی اضطراب میں ایک مکان نظر پڑا جس کے دروازے پر ایک حبشی غلام کھڑا تھا۔ میں نے بڑھ کر اُس سے التجا کی کہ ”ذرا دیر کے لئے اپنے مکان میں جگہ دے سکتے ہو؟“ اُس نے نہایت خوشی سے منظور کیا۔ اور مجھ کو ایک کمرہ میں لیجا کر بٹھایا۔ جو عمدہ اور بیش بہا ساز و سامان سے مزین تھا۔ لیکن چونکہ خود باہر چلا گیا۔ اور کواڑ بند کرنا گیا۔ میری تازہ امید پھر یاس سے بدل گئی کہ غلام میرے گرفتار کرانے کو پولیس کے پاس گیا ہے۔ میں اسی بیچ و تاب میں تھا کہ اُسی نے کواڑ کھولے۔ اور ایک مزبور کے ساتھ مکان میں داخل ہوا۔ میں نے

مست آمیز تعجب سے دیکھا کہ وہ گوشت - مہنگی - کورے - پیالے - اور تمام ضروری چیزیں اپنے ساتھ لایا ہے۔ اُس نے یہ تمام سامان میرے سامنے حاضر کئے۔ اور کھڑے ہو کر دست بستہ عرض کی کہ ”میں ذات کا حجام میری جرات نہیں کہ اپنے گھر کا پکا ہوا کھانا حضور کی دعوت میں حاضر کروں۔ اس لئے بازار سے سب نئی چیزیں مول لایا ہوں۔ اب حضور جو پسند فرمائیں“

میں نے خود کھانا طیار کیا۔ اور خوب سیر ہو کر کھایا۔ پھر اُس نے مجھ سے پوچھ کر شراب حاضر کی اور کھڑے ہو کر کہا کہ ”اگر اجازت ہو تو میں بھی ایک کنارے بیٹھ جاؤں۔ اور حضور کی تفریح خاطر کے لئے دور ہی سے دور شراب میں شریک ہوں“ میں نے اجازت دی۔ شراب کا دور چلتا رہا۔ ذرا دیر کے بعد وہ ایک نے اٹھ لایا۔ اور دست بستہ کہا کہ ”میرا یہ منصب نہیں کہ حضور سے گانے کے لئے عرض کروں۔ لیکن حضور کا فیاض اخلاق خود میری آرزو کو پورا کر سکتا ہے“ میں نے تعجب سے پوچھا کہ تم نے کیوں کر معلوم کیا کہ میں اس لطیف فن سے واقف ہوں۔ اُس نے کہا ”سبحان اللہ کیا حضور چھپائے چھپ سکتے ہیں۔ کیا حضور کا اہم مبارک ابراہیم نہیں ہے۔ کیا بغداد کے تخت نے حضور کے قدموں سے عزت نہیں حاصل کی۔ مامون الرشید نے کس کے لئے لاکھ درہم کا اشتہار دیا ہے۔“

یہ سنکر میں حیرت زدہ ہو گیا۔ اور دل میں کہا کہ یہ غلام بھی خدا کی عجیب قدرتوں کا ایک نمونہ ہے۔ میں نے ایسے فیاض میزبان کا رنجیدہ کرنا خلاف انسانیت سمجھا اور نئے کے ساتھ حسب حال کچھ اشعار گائے۔ غلام بدست ہو گیا۔ مزے میں آکر خود بھی گانا شروع کیا۔ اور اس دروے گایا کہ درو دیوار بول اُٹھے۔ میں تمام خطرات کو یک لخت بھول گیا۔ اور فرمائش کی کہ کچھ اور گاو۔ اُس نے نہایت دلکش آواز میں یہ اشعار گائے۔

۱۔ اس قصے کو کسی قدر اختلاف کے ساتھ خود یوسف کاتب نے جو ابراہیم کا خاص ندیم تھا اپنی ایک تصنیف میں جو صرف ابراہیم کے حالات میں لکھا ہے۔ دیکھو مروج الذهب سعودی خلافت مامول - ۱۲

<p>فقلت لہا ان الکرام قليل میں نے اس سے کہا کہ بڑے لوگ کم ہی ہوتے ہیں اذا ما رايتك عاصرا وسلول لیکن ہم ایسا نہیں سمجھتے</p>	<p>تعین انہ قليل عديدنا وہ ہم کو عیب لگاتی ہے کہ ہمارا شمار کم ہے وانا لفقوكم صانوی القتل سميعة عامر وسلول قتل ہوئے کو عیب سمجھتے ہیں</p>
<p>ان پر اثر شعروں نے میرے ہوش و ہوا اس باکل کھو دئے۔ اور غفلت زدہ ہو کر سو گیا جاگا تو شام ہو چکی تھی۔ میں نے حبیب سے ایک تحقیقی نکالی اور غلام کو یہ کہہ کر دینا چاہا کہ مہو خدا حافظ۔ سر دست یہ حقیر پیشکش قبول کرو۔ خدا نے اگر وہ دن کیا کہ میری بد قسمتی اقبال مندی سے بدل گئی تو میں تمہارے احسانات کا کافی صلہ دے سکوں، غلام نے نہایت رنجیدہ ہو کر کہا: "انفوس غریب آدمی آپ لوگوں کی نگاہ میں نہایت حقیر مخلوق ہے مجکو حضور کی ذرہ نوازی سے جو عزت ملی۔ کیا میں اس کو درہم و دینار کے عیوض بیچ سکتا ہوں۔ خدا کی قسم یہ الفاظ دوبارہ سننے کی میں طاقت نہیں رکھتا۔ اور اگر آپ مکر فرمائیں گے تو میں اپنی حقیر زندگی کو قربان کر دوں گا" میں نے ندامت کے ساتھ اپنا بے موقع عطیہ واپس لیا۔ اور چاہا کہ غلام سے رخصت ہوں۔ لیکن اُس نے عاجزانہ لہجہ میں کہا کہ "میرے آقا آپ یہاں زیادہ امن و آرام کے ساتھ رہ سکیں گے۔ کچھ دنوں اور صبر کیجئے۔ یہ فتنہ فرو ہوئے تو حضور کو اختیار ہے" میں چند روز اور اُس کے مکان پر مقیم رہا لیکن اس خیال سے کہ میرا میزبان میرے مصارف کی وجہ سے گراں بار ہوا جاتا ہے۔ چپکے سے نکل کھڑا ہوا اور اخلائے حال کیلئے زنانہ لباس پہن لیا۔ تاہم راہ میں ایک فوجی سوار نے مجکو پہچان لیا اور چلا کر لپٹ گیا کہ "لینا ماموں کا اشتہاری جانے نہ پائے" میں نے پوری قوت سے اس کو پرے دھکیل دیا۔ وہ ایک گڈھے میں جا پڑا۔ اور بازار کے آدمی شور و غل سن کر ہر طرف سے دوڑ پڑے۔ میں فرحت پا کر بھاگتا ہوا اُس پار جا پہنچا۔ اور ایک عورت سے جو اپنے مکان کے دروازے پر کھڑی تھی۔ درخواست کی کہ "میری جان بچائے۔" اُس نے نہایت خوشی سے میرا استقبال کیا۔ لیکن بد قسمتی سے یہ نیک دل عورت اُسی سوار کی جو رونکلی جس نے میرا پردہ فاش کرنا چاہا تھا۔ ذرا دیر کے بعد وہ جبرم سوار آ پہنچا۔ مکان میں گھسنے کے</p>	

ساتھ اُس کی نگاہ مجھ پر پڑی۔ اور ہوی کو الگ لیجا کر ساری داستان سنائی تاہم اُس فیاض عورت نے مجھ کو آکر تسکین دی کہ جب تک میں ہوں۔ آپ کو کچھ ضرر نہ پہونچے گا۔ میں تین دن تک اُس کا مہمان رہا۔ لیکن چونکہ شوہر کی جانب سے اُس کو اطمینان نہ تھا۔ چوتھے دن مجھ سے کہا کہ افسوس میں آپ کی حفاظت کا فہم نہیں اٹھا سکتی۔ مجبوراً وہاں سے بھی نکلنا پڑا۔ اس اضطرار میں مجھ کو اپنی ایک کنیز خاص یاد آئی۔ میں سیدھا اُس کے مکان پر گیا۔ مجھ کو دیکھ کر باہر نکل آئی۔ اور روتی ہوئی آواز اور ریائی آفسوں سے میرا استقبال کیا۔ مقوی دیر تک غواری کی باتیں کرتی رہی پھر باہر چلی گئی۔ میں نے بغیر کسی تردد کے خیال کیا کہ دعوت کے اہتمام میں جاتی ہے۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد جو تحفہ وہ میرے لئے بازار سے لائی۔ وہ پولیس کے خوشحوار سپاہی تھے۔ میں اُس وقت تک زمانہ لباس میں تھا اور اسی ہدیت میں گزشتہ ہو کے ماموں کے دربار میں حاضر کیا گیا۔ سامنے پہونچا تو دربار کے قاعدے کے موافق سلام کیا۔ ماموں نے کہا وہ خدا تیرا بڑا کرے میں نے کہا: امیر المومنین ذرا اٹھ جا۔ میں بے شبہ سزا کا مستحق ہوں۔ لیکن تقویٰ کا عفو کا باعث ہے میرا گناہ ہر گناہ سے بڑھ کر ہے۔ لیکن تمام فیاضیاں تیرے رتبہ سے فروتر ہیں۔ اگر تو مجھ کو سزا دے تو تجھ کو حق ہے۔ اور اگر بخش دے تو تو ارش ہے پھر میں نے یہ اشعار پڑھے۔

ذنبی الیاب عظیم	وانت اعظم منه
میرا گناہ بڑا ہے	لیکن تو اس سے بالاتر ہے
فخذ بحقک اولا	فاصفح لمحلمک عنہ
یا اپنا حق سے	یا اپنے علم کی وجہ سے درگزر
ان لم اکن فی فعال	من الکرام فکنہ
اگر میرے کام شریفانہ نہیں ہیں	تو آخرتیرے تو ہونے چاہئیں

میرے عاجزانہ فقرے اور پر تاثیر اشعار ماموں کے دل پر قبضہ پاتے جاتے تھے محبت سے میری طرف نگاہ لی۔ میں نے چند اور شعر و ناک لہجہ میں پڑھے۔ اُس کا دل بھر آیا

اور ارکان و دولت کی طرف مخاطب ہوا کہ ”کیا رائے ہے“ سب نے متفق لفظ کہا
”مقتل“ مگر احمد بن ابی خالد و وزیر اعظم نے عام رائے کے خلاف شفاعت کی اور کہا کہ تاریخ میں ایسی
مثالیں بہت موجود ہیں کہ بغاوت کے جرم پر قتل کا حکم دیا گیا لیکن اسے امیر المومنین
اگر تو بخش دے تو ہم تیری فیاضی کی نظیر پچھلی تاریخوں میں بھی نہیں دیکھا سکیں گے
اماموں نے سر جھکا لیا اور شعر پڑھا۔

قومی ہم قتلوا ابراہیم اخی	قائد اسر میتام یصیلنے سہمے
میرے بھائی ابراہیم کو میری قوم نے قتل کیا	میں اگر ان پر تیرے حیلوں تو مجھ ہی کو لگے گا

میں نے دفعتاً چہرے سے نقاب الٹ دی اور چلا آٹھا کہ ”واللہ اکبر“ خدا کی قسم امیر المومنین
نے بخش دیا یا اماموں سجدہ میں گرا۔ اور دیر تک سر سجدہ رہا۔ پھر مجھ سے مخاطب ہوا اور کہا کہ ”و
چچا جان آپ جانتے ہیں۔ میں نے کیوں سجدہ کیا یا میں نے عرض کیا کہ ”دشاید میری اطاعت
پر یہ اماموں نے کہا ”نہیں بلکہ اس بات پر کہ خدا نے مجھ کو عفو کی توفیق دی“ اماموں نے پھر
میرے ساری داستان سنی۔ اور عظام۔ عورت۔ کنیز۔ کو طلب کر کے عظام کا ہزار دینار
سالانہ مقرر کر دیا۔ عورت کو بھی انعام عطا کیا۔ لیکن کنیز کو اپنی توقع کے خلاف خیر خواہی کا کچھ
صلہ نہ ملا۔ بلکہ اُلٹی سزا پائی۔

مصر و اسکندریہ کی بغاوتیں سپاہی بھری

ستہم میں عبید اللہ مصری مصر کا عامل مقرر ہوا تھا۔ اگرچہ نہایت رعب و اب اور حسن انتظام کے
ساتھ حکومت کی مگر اس سے زیادہ کامیابی نے خود مصری کا خیال پیدا کر دیا ظاہر
کا نامور سردار عبداللہ اس کے مقابلہ پر مامور ہوا۔ مصر حبیب ایک منزل رہ گیا تو اُس نے
اسے ابن داؤد کاتب عباسی کی تاریخ میں اس فقرہ کو کسی قدر تغیر کے ساتھ اماموں ہی طرف منسوب کیا ہے اور لکھا ہے
کہ کسی شخص نے ابراہیم کی شفاعت نہیں کی۔

۱۰ دیکھو شمار الاوراق۔ برصانیہ مستطرف صفحہ ۱۷۳ کامل بن الاثیر۔ افغانی۔ ابن خلدون وغیرہ میں ابراہیم کی گرفتاری
کے حالات مختلف طریقوں سے بیان کئے گئے ہیں۔ ۱۲

ایک سردار کو تھوڑی سی فوج دے کر آگے روانہ کیا۔ کہ پڑاؤ کے لئے کوئی محفوظ مقام معین کر رکھے
عبد اللہ سری نے یہ خبر پا کر دفعتاً سردار پر چھاپہ مارا لیکن اُس نے نہایت استقلال سے مقابلہ
کیا اور ایک قاصد وڑا دیا کہ عبد اللہ کو جا کر خبر کرے۔ عبد اللہ عین وقت پر پہونچا۔ عبد اللہ ایسا
نادان نہ تھا کہ اب بھی جنگ قائم رکھتا۔ سیدھا مصر کو واپس گیا۔ اور شہر نیابہ کے دروازے
بند کر دیئے۔ عبد اللہ نے شہر کا محاصرہ کیا۔ کچھ بہت دن نہیں گزرنے پائے تھے کہ عبد اللہ
نے انجام کار پر غور کر کے سپرد الدی اور عبد اللہ کی خدمت میں ایک گرانہا تحفہ جس کو رشوت کہنا زیادہ
بجا ہے ارسال کیا۔ یہ بیش قیمت تحفہ جس میں ہزار نوٹ می غلام اور ہر ایک کے ہاتھ میں
ہزار ہزار اشرفیاں تھیں گو قصہ آرات کے وقت بھیجا گیا۔ لیکن عبد اللہ نے صاف انکار کیا
اور کچھ بھیجا کہ ”اگر میں دن کو تیرا یہ یہ قبول کر سکتا تو رات کو بھی مجھ کو انکار نہ ہوتا یا خط کے اخیر
میں قرآن مجید کی یہ پُر عرب آیتیں لکھیں: ﴿ادجمع الیمم فلناتینیم﴾ بجنود کا قبل لہم دھنا
ترجمہ تو اُن کی طرف واپس جا۔ میں ایک ایسا شکر لے کر اُن پر آتا ہوں جبکہ
وہ لوگ سامنا نہیں کر سکتے۔ اس غضبناک خط نے تنوار سے بڑھ کر کام دیا۔ عبد اللہ نے
مجبور ہو کر امان طلب کی۔ مصر سے تو اطمینان ہوا۔ مگر ہنوز اسکندریہ کا مہلہ باقی تھا۔ عبد اللہ کے زمانہ بغاوت
میں اسپین سے دولت بنی امیہ کی ایک فوج آئی اور اسکندریہ پر قابض ہو گئی۔ لیکن عبد اللہ کی آمد آمد
نے اُس کے حواس کہو دئے اور امن کی طالب ہو کر اسکندریہ سے نکل گئی۔ اب یہ محالک فتنہ و فساد
سے یک لخت پاک ہو گئے اور ہر طرف امن و امان ہو گیا۔

زریق کی بغاوت۔ اور سید بن انس کا مقتول

ہونا سلمہ ہجری

زریق بن عزی النسل تھا۔ اور سلمہ ہجری آرمینا و آذربائیجان کا گورنر مقرر ہوا تھا۔ لیکن باغی ہو گیا۔ اور
اپنی حکومت کے کل علاقے دبا لئے۔ سید بن انس جو موصل کا لٹنٹ تھا۔ چند بار اُس سے
معرکہ آرا ہوا۔ مگر فتح نہ حاصل کر سکا۔ سلمہ ہجری میں زریق نے ایک فوج کثیر تیار کی

جو کم و بیش چالیس ہزار تھی۔ ایک بہادر شخص مدت سے زریق کے پاس نوکر تھا۔ اور لاکھ درہم سالانہ فقط اس بات کے پاتا تھا۔ کہ اُس نے سید کے قتل کا بیڑا اٹھایا تھا۔ قسم کھانی تھی۔ کہ جب سید کو دیکھ پائے گا۔ تنہا اُس کے قتل کی عزت حاصل کرے گا۔ اب زریق نے جو یہ فوج گراں سید کے مقابلہ پر بھیجی تو یہ بہادر شخص بھی ساتھ گیا۔ سید لڑائیوں میں ہمیشہ تنہا حملہ آور ہوتا تھا۔ اس معرکہ میں حریف کی فوج کو چالیس ہزار سے کم نہ تھی۔ مگر اُس نے اپنا طریقہ چھوڑنا پسند نہ کیا۔ اور تنہا اتنے بڑے لشکر پر حملہ آور ہوا۔ زریق کی فوج سے وہی بہادر شخص نکلا۔ ہر ایک نے جان توڑ کر شجاعت کے جوہر دکھائے اور دونوں کے ایک ساتھ قتل ہونے نے یہ ثابت کر دیا کہ دونوں برابر کے حریف تھے۔

ماموں محمد بن حمید طوسی کو موصل کی حکومت عطا کی۔ محمد ۲۱۲ھ ہجری میں موصل پہنچا اور فوج شاہی کے علاوہ عرب کے بہت سے قبائل ساتھ لے کر ایک مدت سے موصل میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ سید بن انس کا فرزند محمد بھی جو برسوں سے باپ کے خون کا عوض لینے کے لئے بے قرار تھا۔ اس فوج کے ہمراہ گیا۔ زریق محمد کی آمد سن کر خود مقابلے کے لئے بڑھا اور مقام زاپہ پر دونوں فوجیں صف آرا ہوئیں۔ ایک سخت جنگ کے بعد زریق امن طلب کرنے پر مجبور ہوا۔ ماموں نے اس فتح نمایاں کے صلح میں زریق کا تمام مال و اسباب محمد کو عنایت کیا مگر اُس نے زریق کی اولاد کو بلا کر سب واپس دے دیا اور کہا کہ میں اپنی طرف سے تم کو ویتا ہوں۔ محمد نے آذربائیجان پہنچ کر اُن تمام باغیوں کو بھی گرفتار کیا جو زریق کے نائب بن کر ان اصلا ع پر قابض تھے۔

بابک خرمی کی بغاوت

جاویداں ایک مجوسی بھتا جو ایک نئے مذہب کا بانی ہوا۔ اور نہایت شہرت حاصل کی اُس کے مرنے پر بابک نام ایک شخص نے دعوت کی کہ جاویداں کی روح میرے جسم میں آگئی ہے۔ ۳۱۲ھ ہجری میں اُس نے بڑی قوت حاصل کر لی اور اسلامی سلطنت کے زوال و پے ہوا۔ ۳۱۲ھ ہجری میں عیسے (گورنر آذربائیجان و آرمینیا) اس کے مقابلے پر مامور ہوا۔ مگر شکست کھانی

۹۰ھ ہجری میں احمد اس کافی لئے حملہ کیا۔ مگر بابک کی فوج نے زندہ گرفتار کر لیا۔ ۹۱ھ ہجری میں محمد جس نے زریق کی پرنسور بغاوت کا خاتمہ کروایا تھا۔ بڑے ساز و سامان سے روانہ ہوا۔ اور بڑے بڑے میدان اور وشوار گزار گھاٹیاں طے کرتا ہوا۔ بابک کی مستقر حکومت تک پہنچ گیا۔ ہشتادو سر کے آگے پہاڑوں کا ایک بڑا وسیع سلسلہ ہے۔ بابک نے یہیں ایک محفوظ اور بلند موقع پر اپنا ہیڈ کوارٹر قائم کیا تھا۔ محمد نے بڑی ترتیب سے فوج کو اوپر چڑھایا۔ قلب فوج پر ابو سعید اور میمنہ و میسرہ سعدی و عباس کو متعین کیا۔ خود عقب میں رہا کہ ہر طرف سے دیکھ بھال رکھے بابک نے پہلے سے کچھ فوج کینگا ہوں میں بھٹا رکھی تھی۔ محمد کی فوج قریب آتے ہی فرسنگ تک اوپر چڑھتی چلی گئی۔ بابک کا صدر مقام بالکل قریب آ گیا تھا۔ کہ دفعتاً اُس کے سامنے کینگاہوں سے نکل کر محمد کی فوج پر ٹوٹ پڑے اُوہ خود بابک بھی ایک جماعت کثیرے کر پڑا۔ محمد کا لشکر دونوں طرف سے پہنچ میں آ گیا اور سخت اتر سی پڑ گئی۔ ابو سعید و محمد نے بہت کچھ سنبھالا مگر فوج نہ سنبھال سکی۔ محمد تنہا رہ گیا۔ اور چونکہ لڑائی کے مرکز سے دور پڑ گیا تھا۔ چاہا کہ کسی طرف نکل جائے اس ارادے سے چند قدم چلا تھا۔ کہ سامنے شاہی فوج نظر آئی۔ جس کو بابک کی فوجیں پامال کئے دیتی تھیں۔ محمد فطری شجاعت کا جو شش ضبط نہ کر سکا اور اُلٹا پھرا۔ ایک پہاڑ افسر بھی اُسکے ساتھ تھا۔ دونوں بابک پر حملہ آور ہوئے اور نہایت جانبازی کے ساتھ لڑ کر مارے گئے۔

اماموں الرشید ۱۱۸ھ ہجری تک زندہ رہا مگر اُس کی زندگی تک بابک کا فتنہ فرو نہ ہوا۔ معتصم باللہ کے عہد خلافت کا یہ ایک مشہور اور یادگار واقعہ گنا جاتا ہے کہ اُس کے سرداروں نے متعدد و پرخطر لڑائیکوں کے بعد بابک کو زندہ گرفتار کیا۔

۱۱۸ھ بابک کا ظہور ۱۱۸ھ میں ہوا اور اس لحاظ سے مناسب تھا کہ یہ عنوان بابک کی بغاوت ۱۱۸ھ اسی سنہ کے واقعات کے ساتھ منسوب کیا جاتا لیکن چونکہ اُس کی بغاوت کا سلسلہ اماموں کی وفات کے ساتھ بھی ختم نہیں ہوا میں نے اس کو آخر ہی میں لکھنا مناسب خیال کیا۔ ۱۲

فتوحات ملکی

اگرچہ مامون کا عہد حکومت شروع ہی سے خانہ جنگیوں اور بغاوتوں میں الجھا رہا تھا تاہم اوس کے وسیع حوصلوں نے فتوحات اسلامی کا دائرہ تنگ نہیں ہونے دیا۔ صحابہ اور بنی امیہ کی سنی عظیم فتوحات تو دولت عباسیہ کی تاریخ میں سرے سے ناپید ہیں لیکن یہ ضرور ہے کہ اس میدان میں مامون اپنے نامور اسلاف ہارون الرشید۔ منصور۔ ہمدانی سے کچھ پیچھے نہیں ہے۔ بنو امیہ کے قبضہ میں صرف تلوار تھی۔ بخلاف اسکے دولت عباسیہ کے ایک ہاتھ میں قلم بھی تھا۔ باس لحاظ سے اگر اس خاندان کی ملکی فتوحات زیادہ وسیع نہوں تو نہ کچھ تعجب ہو سکتا ہے نہ ہم اس پر کوئی الزام عاید کر سکتے ہیں۔

عباسیوں کو جس چیز نے دنیا کی تاریخ میں زیادہ نامور کر دیا وہ ان کی قلم کے فتوحات ہیں جس کا اقرار ایشیا یورپ دونوں کو ہے۔ اور جس کی وجہ سے یورپ کی استادی کا مردہ فخر آج بھی مسلمانوں کے دماغ کو محفل رکھتا ہے۔ سترہ مین مامون کی کشتہ فوجیں گو بغداد کے محاصرے میں مصروف تھیں۔ تاہم ممالک مشرقیہ میں اس کی عظمت کا اثر کاسیانی کے ساتھ پھیلتا جاتا تھا۔ کابل پر فوجیں بھیجیں۔ والی کابل اسلام لایا اور تاج تخت تازہ بھیجا۔ یہ بھی درخواست کی کہ کابل وقتدھار دار الخلافہ خراسان کے اضلاع میں داخل کر لئے جائیں۔ اس سے پہلے بھی اسلامی فتوحات کا سیلاب ان کو ہستانوں کے بلند مقامات سے گزر گیا تھا۔ لیکن یہ فخر مامون ہی کی قسمت میں تھا کہ اسکے عہد میں والی کابل اسلام لایا۔ قتدھار۔ غزنین۔ وغیرہ سے بت پرستی قریباً معدوم ہو گئی اور یہ ممالک ہمیشہ کے لئے علم اسلام کے سایہ میں آ گئے۔ سینکڑوں ہزاروں مسجدیں تعمیر ہو گئیں۔ اور توحید کی خالص آواز سے تمام دشت و جبل گونج اٹھے۔ سندھ ایک

لے عوامو غزنین نے مامون کی فتوحات کو اور خلفاء کی فتوحات کی طرح مختلف سنوں کے ذیل میں کہا ہے۔ جس کی وجہ سے نہایت متفرق اور پریشان ہو گئے ہیں۔ صرف علامہ بن خلدون نے عموماً خلافت کی فتوحات کو ایک جگہ سمیٹ کر لکھا ہے اور میں نے اس کی تقلید کی ہے ۱۲

دلت سے ممالک اسلامیہ میں داخل تھا۔ منصور عباسی کے زمانہ میں اسکے عامل نے یہاں ایک شخص بھی آباد کرایا تھا۔ جس کا نام **منصورہ** رکھا تھا۔ سندہ کے گورنر ہمیشہ اپنا صدر مقام اسی کو اختیار کرتے رہے۔ مامون کے عہد میں موتی بن یحییٰ برکی وہاں کا گورنر مقرر ہوا اور ایک مشرقی رئیس پر فتح حاصل کی (فتوح البلدان صفحہ ۴۴۵) فضل بن یامان نے سندان فتح کیا۔ اور ایک مامون کی خدمت میں بھیجا جو اہل عرب کے لئے ایک نادر تحفہ خیال کیا جاتا تھا۔ فضل کے بیٹے محمد نے شتر جہاز تیار کیے اور مید ہند پر چڑھائی کی۔

دشمنوں کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ اور قتالی فتح ہوا (افسوس ہے کہ ان مقامات کے اصلی نام ہم معلوم نہ کر سکے۔ اسلئے معرب نام پر اکتفا کی) اسی زمانہ میں ذوالریاستین شیر تربت کی طرف بڑھا۔ بوخان در اور پر قبضہ کر لیا گیا۔ بلا و ترک بھی محفوظ رہے۔ قاراب شاعر۔ اطراز وغیرہ پر علم اسلام نصیب ہوا۔ جینویہ۔ خستہ لچی دفرماز وائے (ترک) کی اولاد اور حرین گرفتار ہوئیں۔ اور فرغانہ پر سبز پھریرے اڑائے گئے۔ اشروسندہ جو ایک مستقل حکومت ہے۔ کاؤس وہاں کا فرمانروا اسلام لایا جس کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ کاؤس کا چھوٹا بیٹا حید ایک فوجی افسر سے ناراض ہوا اور اسکو قتل کرادیا۔ یہ افسر

۱۵ اردو کی بعض کم رتبہ تاریخوں میں لکھا ہے کہ مامون نے خاص ہندوستان پر بھی حملہ کیا اور متعدد ولایتوں میں راجپوتوں سے شکست کھا کر واپس گیا مگر کسی معتد تاریخ میں اسکا ذکر نہیں ہے فتوح البلدان میں صرف اس قدر لکھا ہے کہ فضل بن یامان نے سندان کو فتح کیا اور مامون کی خدمت میں ایک مامون بطور یادگار فتح روانہ کیا اس نے سندان میں ایک جامع مسجد بھی بنوائی دیکھو کتابت کورہ صفحہ ۴۴۶ لیکن یہ امر خود مشتبہ ہے کہ سندان کہاں ہے اور اب کس نام سے پکارا جاتا ہے یا قوت حموی نے معقول طریقہ سے ایک مصنف کے اس خیال کو رد کیا ہے کہ وہ ہندوستان کا شہر ہے۔ یا قوت نے اسکو سندہ کے حدود کے قریب خیال کیا ہے۔

سندان کہیں ہو مگر راجپوتوں سے شکست کھانا شاید نری گڑہت ہے گو ایک ہندو مصنف نے اپنی برائے نام تاریخ میں اسکا تذکرہ علانیہ کیا ہے ۱۲

۱۶ اسوقت تک مامون الرشید کی فوج کا لباس اور پھریرے فاطمیوں کی طرح بنزدنگ ہوتے تھے ۱۲

۱۷ غالباً یہ نام اسلام کے بعد کا ہوگا ۱۲

مسفر زبہ کا آدمی تھا اور کاؤس نے اپنے بڑے بیٹے کی شادی اس کی ڈکی سے کی تھی حیدر نے باپ کے خوف سے شہر چھوڑ دیا۔ اور امامون کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض من کی کہ تھوڑی سی فوج اشروسنہ کی فتح کے لئے کافی ہے۔ امامون نے احمد بن ابی حسانہ کو ایک بڑا لشکر دے کر روانہ کیا۔ کاؤس نے یہ خبر سنی تو اپنے بڑے بیٹے کو ترک بادشاہوں کے پاس بھیجا کہ اشروسنہ کو اسلام کے غارتگروں سے بچائیں۔ ترکوں نے ایک جمعیت اعظم ساتھ کر دی۔ مگر اسلامی فوجوں نے اس کے پونچنے سے پہلے اشروسنہ کا فیصلہ کر دیا۔ کاؤس بے پروا چلا گیا۔ اور اسلام لایا جس کے صلے میں امامون نے اس کی حکومت قائم رکھی۔ تبت کے ریسون میں سے بھی ایک والی ملک اسلام لایا۔ وہ ایک بت کی پرستش کیا کرتا تھا جس کی ظاہری صورت سے ایک عجیب اونچ و شان کا اظہار ہوتا تھا۔ سر پر سونے کا تاج تھا۔ جس میں نہایت بیش قیمت زمرودیا قوت لگے تھے۔ ایک تخت سیسے جلوس کے لئے تھا اور اس پر ہر وقت دیبا کا فرش بچھا رہتا۔ بادشاہ تبت جب اسلام لایا تو بت اور تخت دونوں امامون کے پاس بھیج دیئے اور نامہ لکھا کہ وہیں فلان ابن فلان حلقہ اسلام میں داخل ہوا اور بت کے تخت کو جو میری گمراہی کا ایک ذریعہ تھی کتبہ پر نذر چڑھانے کے لئے بھیجا ہوں۔ نصیر بن ابراہیم عجلی سلمہ میں اس تخت کو لے کر مکہ معظمہ پہنچا۔ اور حکم دیا کہ صفامروہ کی گذرگاہ عام میں رکھا جائے۔ تین دن تک ایک شخص صبح و شام دونوں وقت تخت پر کھڑا ہو کر باواز بلند کہتا تھا کہ دوسرے مانروائے تبت اسلام لایا اور یہ اس کے پہلے مبعود کا تخت ہے۔ عامۃً مسلمانوں کو خدا کا شکر کرنا چاہیے کہ اس کو اسلام کی توفیق دی گئی

۱۲ فوج البلدان صفحہ ۴۴ میں یہ پوری تفصیل مرقوم ہے۔

۱۳ یہ تمام حالات ان فرامین سے اخذ کئے ہیں جو امامون نے اس تخت و تاج کے کتبہ پر چڑھائے جانے کی نسبت لکھے تھے تاج کے ساتھ یہ فرامین بھی کتبہ پر آویزان کئے گئے اور قریباً سترہ تک بعینہا کتبہ میں محفوظ تھے۔ علامہ ارزق نے ان فرامین کو خود یکجا کیا اور تاریخ مکہ میں ان کی پوری عبارت نقل کی ہے (دیکھو کتاب مذکور صفحہ ۱۵۸) ان فرامین میں کشمیر و بلاد ترک کی فتوحات کا بھی محل تذکرہ ہے۔ جیسا کہ میں نے اس موقع پر لکھا ہے انہیں ہر کہ اور کسی مورخ نے یہ واقعات نہیں نقل کئے۔ فوج البلدان میں صرف اس قدر کہ امامون کے عہد میں بادشاہ کابل اسلام لایا۔ ۱۳

اسی سنہ میں عبداللہ بن خروازہ - گورنر طبرستان نے ولیم پر چڑھائی کی - بڑے بڑے مشہور
اصلاح فتح کیے - والی ولیم جس کا نام ابولیلی تھا زندہ گرفتار ہوا - طبرستان اگرچہ مدت سے ممالک
اسلامیہ میں محسوب ہوتا تھا - لیکن پہاڑی آبادیان اب تک شہر یار و مازیار کے قبضہ حکومت
میں تھیں جو موسیٰ النسل و موسیٰ المذہب تھے - عبداللہ ان اصلاح پر بڑھکے شہر یار و مازیار و دونوں
نے اطاعت قبول کی - مازیار مامون کی خدمت میں روانہ کیا گیا کہ فتح کا ثبوت اس سے زیادہ کیا
ہوگا - ابودلف نے بھی ولیم کے چند شہر و قلعے مثلاً اقلیم - بوج - اہلام - انداق - فتح کیے مامون
نے یورپ میں بھی نامور فتوحات کی یادگاریں قائم کیں - جزیرہ کریٹ کو جو بحر الغرب میں واقع ہے
اور جس کا دور ۳۶ میل سے کم نہیں ہے - ابو حفص اندلسی نے مامون کا ایک فوجی امیر تھا

اس طرح فتح کیا کہ پہلے ایک قلعہ پر قبضہ کیا - اور وہیں پر کچھوں تک مقیم رہا - پھر تدریج فتوحات
حاصل کرتا گیا - یہاں تک کہ سنہ ۳۱۵ میں پورا جزیرہ تسخیر کر لیا گیا

جزیرہ صقلیہ (سسی) کی فتح ۳۱۵ھ

یہ فتح مامون کے عہد کی نامور یادگار ہے - ۳۱۵ھ میں میکلس شہنشاہ روم نے جس کا نام

لوڈویک فوٹ البلدان صفحہ ۳۲۳ھ اکثر عربی مورخوں نے اس فتح کا تذکرہ نہیں کیا ہے - لیکن صاحب تاریخ کما کہ دو مسلمان مورخوں
سے جو چمپا اور مانس کی شہرت سے ناواقف تھے جزیرہ کریٹ کی فتح کو حقیقت سمجھا کر رومی مورخوں نے اس کی چشم پوشی نہیں کی - عربی تاریخ نویس
سے میں اس فتح کا تذکرہ صرف فوٹ البلدان میں دیکھا جاوے اور یہ اجمالی حالات اسی سے نقل کیے ہیں ۱۲ھ سسلی کی فتح کا حال علاوہ عربی تاریخ نویس
کے میں سے لیکن صاحب کی رومن امپائر سے بھی لیا ہوا خصوصاً فیو شاہنشاہ روم کی ناراضی کی وجہ اور سلامی جزیرہ جازات کی تفصیل صرف
لیکن صاحب کے حوالہ پر میں نے لکھی کہ جزیرہ صقلیہ قریب اوس ہزار میل مربع ہے سات ضلعوں پر منقسم ہر ضلع کے نام ہم ذیل میں لکھتے ہیں -

جن شہروں کے نام پہلے اہل کتاب میں لکھے ہیں وہ معرب نام ہیں ذیل کی تصریح سے ان کے نام معلوم ہونگے

سینا
سرفوٹہ
کلائٹا

پلرم
قطانیہ
جرجنت

یہ جزیرہ جب مسلمانوں کے ہاتھ میں آیا تو اس کی آبادی میں اسلامی نسلیں نہایت کثرت سے پائی گئیں زمانہ انقلاب کیجو کہ
جب ابن حوقل جو بغداد کا مشہور تاجر تھا اس جزیرہ میں پہونچا تو خاص پرموین ایک تیر کے فاصلے پر دس دس مسجدیں دیکھیں -
وہ کہوچم البلدان حالات صقلیہ اور اب اس جزیرہ میں ایک شخص بھی محمد صلح کے نام کا ادب کرنے والا تھا ۱۲

عربی مورخ مینائل لکھتے ہیں قسطنطین کسسی کا گورنر مقرر کیا تھا۔ قسطنطین نے فیلی نام ایک شخص کو ایسیر البحری کی خدمت دی۔ فیلی ایک مشہور بہادر تھا اس نے افریقہ کے سواصل پر فتوحات نمایاں حاصل کیں لیکن اس جرم پر کہ ایک پار ساحورت کو عبادت گاہ سے بھگالایا شاہنشاہ نے حکم بھیجا کہ اُسکی زبان کاٹ ڈالیں۔ فیلی اس وحشیانہ سزا کا تحمل نہوا اور علانیہ بغاوت ظاہرہ کی جزیرہ کے ایک مشہور شہر قوستہ پر قبضہ کر لیا اور اپنی قوت کو ترقی دیتا گیا۔ قسطنطین نے سر قوستہ پر حملہ کیا مگر شکست کھائی اور قسطنطینہ میں پناہ گزین ہونا پڑا۔ فیلی نے قسطنطینہ پر چڑھائی کی قسطنطین گرفتار ہوا اور مار ڈالا گیا۔ اب تمام جزیرہ میں فیلی کی مستقل حکومت قائم ہو گئی۔ سر قوستہ کو پایہ تخت قرار دیا۔ اور اضلاع پر محال و نائب مقرر کر کے بھیجے۔ دشمنوں میں سے کوئی شخص اس کا حریف مقابل نہ تھا مگر بد قسمتی سے خود اس کا ایک غریز جن کا نام بلاط تھا مخالف ہو گیا اور اپنے بھائی کی مدد سے سر قوستہ پر حملہ آور ہوا۔ فیلی نے شکست فاش کھائی اور مجبور ہو کر زیادۃ اللہ کو جو مامون کی طرف سے افریقہ کا گورنر تھا خط لکھا کہ دو اسلامی فوج اس موقع پر اگر میری ابرور کھلے تو اس کے صلے میں کسسی کا جزیرہ مندر کرتا ہوں، زیادۃ اللہ نے ربیع الاول ۱۲۷ھ میں سو جنگی جہاز جن میں سات سو سوار اور دس ہزار پیادے تھے فیلی کی اعانت کو بھیجے۔ فوج کے سپہ سالار اسد بن فرات تھے جو مشہور محدث اور امام مالک کے شاگرد و رشید تھے۔ کسسی پہنچ کر اسلامی فوج نے جسکی طرف رخ کیا وہ بلاط تھا۔ جس نے فیلی کو شکست دیکر سر قوستہ سے نکال دیا تھا۔ دو فوجیں نہایت جوش سے ایک دوسری پر حملہ آور ہوئیں۔ فیلی اس معرکہ میں موجود تھا مگر مسلمانوں نے اس خیال سے اس کو الگ کر دیا کہ جس فتح میں غیر قوم کا کوئی شخص شریک ہو وہ فخر کی مستحق نہیں، جنگ کا حاتمہ بلاط کی شکست پر ہوا۔ اب اسد کی فتوحات کا کوئی سدر راہ نہیں رہا۔ جس طرف گذر افتخ و ظفر نے خود آگے بڑھ کر اس کا استقبال کیا۔ اس جزیرہ میں کراشا ایک مشہور قلعہ تھا اور چونکہ اسد کے ڈر سے جزیرہ سے دالے اکثر ہر طرف سے آکر وہاں جمع ہو گئے تھے وہ ایک محفوظ مقام بن گیا تھا۔ اسد نے اس پر حملہ کرنا چاہا مگر قلعہ والوں نے فریب سے یہ ظاہر کیا اور کہ ہم خود جزیرہ نیچے پر راضی ہیں، اور ہر فیلی نے مخفی طور سے اہل قلعہ کو لکھا کہ مسلمان

قبضہ نہ کرنے پائیں۔ اس نے جزیہ قبول کیا اور ان کی یہ شرط بھی منظور کر لی کہ اسلامی فوج قلعہ کی حد سے دور ٹہرے گی۔ فرصت پا کر اہل قلعہ نے پوری قوت سے جنگ کے سامان ہم پہونچائیے اور جزیہ دینے سے انکار کر دیا۔ اس نے بڑے جوش سے دشمن کا پیغام سنا اور دفعتاً تمام جزیرے میں فوجیں پھیلادین۔ سر قوسہ کا ہر طرف سے محاصرہ کر لیا۔ عین موقع پر انسریقہ سے امدادی لشکر بھی پہونچ گیا اور قریب تھا کہ اس شہر پر اسلامی پھریرا اڑایا جائے۔ لیکن بلاطہ کا بھائی میکمل۔ ایک فوج کیشر کے ساتھ آپہونچا اور اسلامی فوج خود محاصرے میں آگئی۔ اس نے حفاظت کے لئے خندق طیار کرائی اور اس سے کچھ فاصلے پر بہتے گڑھے کھدوائے اور ان پر گھسانس پھونس بچھواد دی میکمل کی فوج نے بڑے جوش سے حملہ کیا مگر جس قدر آگے بڑھی اپنی ہی لاشوں سے گڑھوں کو بھرتی گئی۔ یہ ہم تو سر ہوئی۔ لیکن اسلام میں ایک عام وبا پھیلی۔ اور اسلامی فوج کا بڑا حصہ تباہ ہو گیا۔ سپہ سالار اسد بھی بیمار ہوا اور مر گیا۔ رہی سہی فوج کی کسان محمد بن ابی ابجاری نے لی۔ اسی اثنا میں قسطنطینہ سے بادشاہ روم کا جنگی جہاز پہونچا مسلمانوں نے کسلی سے ہاتھ اٹھایا اور چاہا کہ انسریقہ کو واپس چلے جائیں لیکن رومی فوجوں نے تمام راستے روک دیئے۔ مایوسی نے مسلمانوں کو مرنے پر آمادہ کیا انھوں نے اپنے جہازات خود جلا دیئے اور جانبازی کے ساتھ تمام جزیرہ میں پھیل پڑے۔ مینا کا محاصرہ کیا اور تین دن میں قلعہ چھین لیا۔ جرجنت پر بھی خفیف مقابلے کے بعد قابض ہو گئے۔ قصریانہ کا محاصرہ ہوا۔ اس سحر کے میں فینی بھی مسلمانوں کے ساتھ تھا قصریانہ والوں نے فینی سے اپنی قدیم اطاعت کا اظہار کیا اور کہا کہ تحت حکومت حضور کا منتظر ہے۔ فینی اس قریب میں آگیا اور احمد ان کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ اسی اثنا میں روم سے ایک ہیشمار لشکر پہونچا اور قصریانہ والوں کا مددگار ہوا تاہم میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ رومی فوج زیادہ تر برباد ہوئی اور جس قدر رہ گئی وہ قصریانہ میں محصور ہوئی۔ ان متواتر فتوحات نے مسلمانوں کے حوصلے اور جوش انتقام و دونوں کو اعتدال سے زیادہ بڑھا دیا۔ فتوحات کی سبائے غارتگری پر جھکے

فوج کے متعدد ٹکڑے ہوئے اور جس نے جد ہر موقع پایا لوٹ مار شروع کی۔ رومیوں نے یہ دیکھ کر کہ ان کی طاقت یکجائی نہیں رہی ہر طرف اپنر حملے کیے اور پلے درپلے شکست دین ایک لڑائی میں اسلامی فوج کے کم و بیش ہزار سوار و پیادے کام آئے۔ اب رومیوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور بس تک بسند کر دی۔ مسلمانوں نے چاہا کہ شبنون مار کر نکل جائیں مگر ناکامی ہوئی۔ رومی پہلے خبر پا چکے تھے۔ اور اپنے خیموں کو چھوڑ کر ادھر وہاں پھیل گئے تھے۔ مسلمان انکے پڑاؤ تک پہنچے تو خیمے بالکل خالی پائے واپس آنا چاہا تو رومیوں کے حصار میں تھے۔ مجبور ہو کر ٹنا پڑا۔ مگر اکثر قتل ہوئے اور جو بچ رہے وہ بھاگ کر ینا میں محصور ہوئے۔ لیکن اس سختی سے دن گزرے کہ کتابلی تک مار کر کھا گئے۔ اس مایوسی میں ایک غیبی مدد نے انکو مرنے سے بچا لیا اسپین کے اسلامی جہازات ہمیشہ نے جزیروں اور نوآبادیوں کی تلاش میں سمندر کے ہر حصہ میں پھرتے رہتے تھے اتفاق سے ایک بڑا جہازات ادھر آ نکلا۔ ساتھ ہی اسریقہ سے بھی بہت سے جنگی جہاز مدد کو آ گئے۔ ان سب جہازوں کا شمار قریبا تیس سو تھا۔ رومیوں نے فتح کا خیال چھوڑ دیا اور محاصرہ سے دست بردار ہو گئے۔ مسلمان محاصرہ سے چھوٹے تو انتقام کے جوش میں بھرپور تھے شہر بزم انکے حملوں کا پہلا آماجگاہ ہوا۔ اور سلطانہیں بالکل فتح کر لیا گیا۔ سلطانہ میں اور اس کے بعد سسلی کے بڑے بڑے شہر فتح ہوئے۔ مگر چونکہ مامون کی تاریخ زندگی اس سنہ سے پہلے ختم ہو گئی۔ ہم ان فتوحات کا ذکر نہیں کرتے۔

روم پر حملے

یہ حملے اس لحاظ سے زیادہ دلچسپی کے قابل ہیں کہ ان میں مامون خود بذات خاص شریک تھا اور سچ یہ ہے کہ اگر ان لڑائیوں میں اس کی دلیری شجاعت کے جو ہر ظاہر نہ ہوتے تو وہ لے یا د کہنا چاہئے کہ عربی قدیم مورخ روم کے نقطہ سے ایشائے کوچک مراد لیتے ہیں یہاں بھی ہی مقصود ہے جن شہروں کے نام ان فتوحات میں لے گئے ہیں انکو ایشائے کوچک کے جغرافیہ میں ڈھونڈنا چاہئے۔ ناظرین اگر اس نکتہ سے واقف ہوں گے تو اعلیٰ یا مسططنینہ کی خاک چھانتے پھر گئے کیونکہ اب روم کے نقطہ سے ہی مراد ہوتے ہیں ۱۲۔

مورخین کے قلم سے - صرف شاعر یا صاحب القلم کا لقلقت پاتا - لیکن ان فتوحات کی سند پر عام مورخین مان گئے کہ وہ تیغ و قلم دونوں کا مالک تھا۔

جمادی الاولیٰ ۱۹۸ھ میں روم پر حملہ آور ہوا۔ روم کی سرحد کے قریب پہونچا تو بادشاہ روم کے قاصد صلح کی درخواست لے کر آئے اور یہ شرطیں پیش کیں۔

۱) دار الخلافہ سے یہاں تک آنے میں جو کچھ صرف ہوا ہے ہم ادا کریں گے

۲) جس قدر مسلمان ہمارے ملک میں مدتوں سے قید ہیں بغیر کسی عوض کے سب رہا کر دئے جائیں گے

۳) اسلامی شہروں میں سے جو شہر روم کے اگلے حملوں میں برباد ہوئے ہیں ہم اپنے صرف سے ان کی مرمت کر دیں گے۔ ان میں شرتون میں جو پسند ہو ہم اس پر راضی ہیں جس کے عوض میں ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ آپ دار الخلافہ کو واپس جائیں یا مامون نے دو رکعت نماز پڑھی اور خود ویر تک سوچتا رہا کہ کون پہلو اختیار کرے۔ مگر اسکی بلندوصلگی نے یہی رائے دی کہ یہ سب شرطیں دو فتح سے کم قیمت ہیں۔ اس نے قاصدوں کو بلا کر کماؤ پہلی شرط کی نسبت میں حضرت

سلیمان علیہ السلام کی طرح تم سے کہتا ہوں کہ وہ تم اپنا تحفہ اپنے پاس رکھو، دوسری شرط بھی بے سود ہے۔ کیونکہ جو مسلمان تمہارے ہاں قید ہیں اگر وہ دین کے لیے لڑنے گئے تھے تو

قیدان کے لئے بایہ فخر ہے۔ اور اگر ان کا مقصد دنیا حاصل کرنا تھا تو وہ قید ہی کے مستحق ہیں

تیسری شرط بھی میں منظور نہیں کر سکتا۔ قید ہوتے وقت جس مسلمان عورت نے ہائی محو کہہ کر

پکارا ہو گا میں اس کی اس دردناک آواز کو روم کے بڑے سے بڑے قلعہ کے عوض میں بھی نہیں بیچ سکتا

بڑے ساز و سامان سے لڑتا پھرتا روم کی حدود حکومت میں پہونچ گیا۔ قلعہ قرۃ کا محاصرہ کیا

اور ۲۶ - جمادی الاولیٰ کو فتح کے بعد برباد کر دیا۔ قلعہ ماجدہ کے لوگوں نے خود اطاعت قبول کی

قلعہ سان لڑ کر فتح ہوا۔ شناس اپنے غلام کو قلعہ سندس پر بھیجا جو فتح کے ساتھ مالک قلعہ کو بھی گرفتار

کر کے ساتھ لایا۔ اسی طرح عجیف و جعفر نے جو مامون کے ممتاز افسروں میں تھے قلعہ سنا پر

فتح کے پھریرے اڑائے۔

مامون اتنی کامیابیوں کے ساتھ دمشق کو واپس آیا۔ مگر ۱۹۸ھ میں یہ خبر سنکر بادشاہ

۱۹۸ھ یہ زائد تفصیل صرف مروان الذہب سودی سے لی گئی ہے۔ ۱۲

روم نے طرطوس و حصیصہ پہنچ کر نہایت بیرحمی سے دو ہزار مسلمان قتل کرادیے بڑے جوش اور غصہ کے ساتھ پھر روم پر چڑھائی کی خود ہر تاحہ کا محاصرہ کیا اور عباس اپنے بیٹے اور ابو اسحق معتصم اپنے بھائی سے کہا کہ "تمہارے حوصلوں اور بہادری کے لئے دشمن کا ملک وسیع جو لا لنگاہ ہے فتوحات کے لئے جس قدر ملک چاہو تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے" ابو اسحق نے کم و بیش تین ماہ قلعے فتح کیے جن میں خردندہ نہایت مشہور اور نامی قلعہ تھا۔ اور بارہ قلعوں پر مشتمل تھا۔ ابو اسحق نے اس قلعہ کو بالکل برباد کر دیا۔ اور آگ لگا دی عباس انطیغوی قلعہ احرب قلعہ حصین کو فتح کرنا چاہا خود بادشاہ روم پر حملہ آور ہوا۔ اور نہایت سخت پر خطر جنگ کے بعد حریف کو شکست فاش دیکر بے شمار غنیمت کے ساتھ واپس آیا۔

سلیمان بادشاہ روم نے صلح کی درخواست کی۔ مگر اتنی گستاخی پر کہ خط میں اپنا نام پہلے لکھا تھا۔ مامون غصہ سے بے تاب ہو گیا۔ اور انتقام کے فراموش شدہ حوصلے پھر تازہ ہو گئے۔ بڑے ساز و سامان سے روانہ ہوا۔ ممالک مصر و سینین و امین بھیجے کہ ہر شہر سے اسلام کے حوصلہ مند چاہا و پرکریستہ ہوں۔ اور روم کی طرف رخ کریں۔

اس زمانہ میں روم کا سپہ نامی قلعہ لولوة تھا۔ جو یہ قلعہ کی گزشتہ عظمت کا ہر گنا جاتا تھا مامون نے پہلے اس کا محاصرہ کیا اور جب متواتر حملوں کے بعد کچھ کامیابی نہ حاصل ہوئی تو حکم دیا کہ قلعہ کے سامنے کچھ دور ہٹ کر دو نئے قلعے طیار کیے جائیں بغیر ملک میں اس حکم کی فوراً تعمیل ہونے سے ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ اسلامی فوج اپنے پاس کیا سروسامان رکھتی ہوگی۔ ان دونوں قلعوں میں سے ایک پر جبلتہ اور دوسرے پر ابو اسحق معتصم کو متعین کیا اور عام انصری عجیب کو دی۔ خود ایک دوسرے قلعہ کی فتح کرنے کو بڑھا جس کا نام سلخوس تھا عجیب و شمنون کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا۔ اور پورے ایک مہینہ اس عذاب میں گرفتار رہا۔

بادشاہ روم خود قلعہ لولوة تک آیا مگر جبلتہ و ابو اسحق اپنے قلعوں سے نکال کر نہایت دلیری سے مقابل ہوئے۔ اور شاہ روم کے فوجی سامان بالکل لوٹ لیتے۔ لولوة واسے یہ دیکھ کر کہ خود ان کا جزا شہنشاہ اسلامی تلواروں کے سامنے نہ ہٹ سکا ہمت ہار گئے۔ اور عجیب کو اس درخواست کے ساتھ راکر دیا کہ تم کو تمہارے صدقے میں امن ملجائے مامون نے ان کی درخواست قبول کی۔

اور یادگار فتح کے طور پر وہاں بہت سے مسلمان آباد کرائے۔
 حدود روم کے قریب طوانہ جو ایک معمولی قصبہ تھا۔ سال ۱۷۰ھ میں مامون نے حکم دیا کہ وہاں ایک
 شہر بسایا جائے۔
 شہزادہ عباسی سرپرست پر مامور ہوا۔ شہر سے تین فرسنگ کے فاصلہ پر شہر پناہ تیار کی گئی۔ حسین
 صدر و رازہ چار تھے۔ اور ہر رازہ پر ایک مستحکم قلعہ تھا۔
 فراہم صادر ہوئے کہ ہر شہر سے ایک خاص تعداد یہاں آباد ہونے کے لئے بھیجی جائے۔
 جن کی تنخواہیں اس شرح سے مقرر ہوئیں۔ سوار ستودہم۔ پیادہ چالیس درہم۔

مامون کی وفات ۱۷۱ھ رجب ۱۷۱ھ

اس وقت مامون نے زندگی کے کل ۴۸۔ مرتلے طے کیے ہیں۔ مامون کا ابتدائی زمانہ زیادہ تر بنیادوں
 اور خانہ جنگیوں کی نذر ہو گیا۔ ان جھگڑوں سے نجات پا کر عنان سلطنت اُس نے خاص اپنے
 ہاتھ میں لی۔ اور یہی دن تھے کہ وہ اپنے حوصلوں کو پوری آزادی دیتا اور وہ کروکھا تاج اسلام کے
 آگے شہ ناموروں نے نہ کر دکھایا تھا۔ بلا دروم کے محلے اسکی بہادری کی ابتدائی بازیگاہ ہیں۔ تاہم اس
 میدان میں وہ اپنے اسلاف سے ایک قدم پیچھے نہیں ہے۔ یادگار فتوحات حاصل کرنے پر بھی اب
 تک وہ انہیں اطراف میں موجود ہی۔ اور شاید اس خواہش میں سرگرم ہو کہ شہنشاہ روم کی قوت کا بالکل
 استیصال کر دے۔ خاص قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کا وہ قطعی ارادہ کر چکا تھا۔ لیکن زمانے نے کس کی سب
 آرزوئیں پوری ہونے دی ہیں۔ بہت سے پر فخر خیالات اُس کے دلیں پھر رہے ہیں مگر افسوس
 ہے کہ موت نے یہ پیغام سنا کر سب کو مٹا دیا کہ وہ اب میری حکومت ہے۔

لیکن وہ اپنے بھائی معتصم کے ساتھ نہر بزدلوں کی سیر کو نکلا۔ پانی نہایت صاف تھا اور
 چمکتی ہوئی لہروں کی حرکت عجیب دل فریب سماں دکھائی تھی۔ مامون معتصم و دونوں ایک
 کنارے زمین پر بیٹھ گئے۔ اور پانی میں پاؤں لٹکا دیئے سعد قاری۔ مامون کا خاص قدیم

مذہب۔ مامون کے فتوحات کو ابن خلدون۔ ابو الفدا۔ ابن الاثیر سب نے کسی قدر تفصیلی سے لکھا ہے۔ لیکن میراث اس ماضی
 نبیوں و صحابہ کی جو جیکے بیان میں تفصیل کی گئی ہے اس قدر ناقص و ساق۔ عموماً دوسروں سے بڑا ہوا ہے ۱۲

بھی اس موقع پر موجود تھا۔ مامون نے اُسکی طرف مخاطب ہو کے کہا: ”کیون سعد ایسا ردا و صاف پانی تم نے کبھی دیکھا ہے؟“ (سعد حقوڑا سا پانی پی کر) ”و حقیقت میں بے نظیر ہے۔“ (مامون) ”اس پانی پر غذا کیا ہو؟“ (سعد) حضور خود اس سوال کا جواب عمدہ دے سکے ہیں۔ (مامون) ”افزادگی کھجوریں،“ یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سُنانی دی دریافت سے معلوم ہوا کہ ڈاک ہے۔ اس حُسن اتفاق پر سب کو حیرت ہوئی۔ کہ سرکاری کاغذات کے علاوہ مامون کی فرمائش بھی ڈاک کے ساتھ تھی۔ سب نے بڑے شوق سے کھایا اور نہر کا سرد پانی نوش جان کیا۔ لیکن اگلے تو حرات محسوس ہوئی۔ قیام گاہ پہونچکر جمادی الثانی مامون کو سخت بخار چڑھا۔ اور اسی عارضہ میں انتقال کیا۔

مرنے سے چند روز پہلے جب زلیست سے بالکل مایوس ہو گئی تو تمام ممالک میں فراہم روانہ کیے جن کا یہ عنوان تھا: ”امیر المؤمنین۔ مامون اور اُسکے بھائی ابواسحق کی طرف سے شہزادہ عباس بھی اگرچہ اس سفر میں ساتھ تھا اور اگر اُسکو ولیعهدی کا دعویٰ ہوتا تو ناموں بھی نہ تھا۔ لیکن مامون کی فیاض دلی محبت پوری پر غالب تھی۔ اُسنے اپنے نامور مسترزند کو چھوڑ کر اپنے بھائی ابواسحق کو انتخاب کیا۔ حالانکہ خود ہارون الرشید اپنی زندگی میں اُسکو خلافت کے آئندہ استحقاق سے بالکل محروم کر چکا تھا۔

اس کام سے مامون نے صرف اپنی فیاض دلی نہیں ثابت کی۔ بلکہ یہ انتخاب اُس کے صائب الرائے ہونے کا بھی ایک کافی ثبوت تھا۔ یہی ابواسحق ہے جو معتصم باللہ کے لقب سے مشہور ہے۔ اور اُسکے عظیم الشان کارناموں کے یاد دلانے کے لئے صرف اسکا نام لینا کافی ہے۔ مامون نے مرنے سے ذرا پہلے تمام افسران فوج۔ علما۔ قضات۔ خاندان شاہی کو حج کیا۔ اور نہایت نوثر لفظوں میں وصیت کی۔ جس کا مختصر مضمون یہ ہے: ”مجھ کو اپنے گنہوں کا استار ہے اور ہم داسید دونوں مجھ پر حاوی ہو رہے ہیں۔ لیکن جب میں خدا کے عفو کا خیال کرتا ہوں تو امید کا پیر گراں ہو جاتا ہے۔ جب میں مر جاؤں تو مجھ کو اچھی طرح سے غسل دو۔ اور وضو کرو۔ کہن بھی اچھا ہو۔ پھر خدا کی حمد و ثنا پڑھ کے مجھ کو تابوت پر لٹاؤ اور تدفین میں جانتک ممکن ہو جلدی کرو۔ جو شخص کیرا لسن۔ اور

رشتہ میں سب سے زیادہ قریب ہو۔ وہ نماز پڑھائے۔ نماز میں تجھ پر ہاتھ باریک جاسے۔ قبر میں وہ شخص تمہارے جو رشتہ میں قریب تر ہو۔ اور مجھ سے بہت محبت رکھتا ہو۔ قبر میں میرا منہ قبیلہ کی طرف رہے اور میرا پاؤں پر سے کفن ہٹا دیا جائے۔ پھر قبر کو برابر کے لوگ چلے آئیں۔ اور جبکو میرے اعمال کے ہاتھ میں چھوڑ دیں۔ کیونکہ تم سب لوگ ملکر بھی نہ مجھ کو کچھ آرام پہنچا سکتے ہو۔ نہ مجھ سے کوئی تحلیف و دفع کر سکتے ہو۔ ہو سکے تو بھلائی سے میرا نام لو۔ ورنہ چپ رہو۔ کیونکہ برا کہنے سے تمہارے بھی مواخذہ ہو گا۔ مجھ پر کوئی شخص چلا کر نہ روئے۔ شاید میں بھی اُسکے ساتھ مواخذہ میں آؤں۔

تقریب کے قابل صرف خدا کی ذات ہے جس نے سب کی قسمت میں مرنا لکھ دیا۔ اور بقا میں آپ یگانہ رہا۔ دیکھو میں کس اوج کا تاجدار تھا۔ لیکن حکم الہی کے سامنے کچھ زور نہ چل سکا۔ بلکہ حکومت نے میری آئندہ زندگی اور پرخطر کر دی۔ اے کاش عبدالعزیز مامون کا اصلی نام ہے، نہ پیدا ہوتا۔ اے ابو احمق۔ میرے سامنے آ۔ اور میرے حال سے عبرت پذیر ہو۔ خدا نے خلافت کا طوق تیری گردن میں ڈالا ہے۔ تجھ کو اُس کی طرح رہنا چاہیے۔ جو مواخذہ الہی سے ہر وقت ڈرتا رہتا ہے۔ رعایا کی بھلائی کا جو کام پیش آئے۔ اُس کو سب کاموں پر مقدم رکھنا۔ زبردست عاجزون کو ستانے نہ پائیں ضعیفوں سے ہمیشہ محبت اور آشتی سے پیش آنا۔ جو لوگ تمہارے ساتھ ہیں۔ اُن کی خطاؤں سے اعراض کرنا۔ اور سب کے روزینے۔ اور تنخواہیں۔ برسرِ ارہن یا اُسکے بعد اُس نے قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھی تھیں کہ غش سا آگیا۔ حاضرین میں سے کسی نے کلمہ توحید کی تلقین کی۔ ایک نصرانی حکیم جس کا نام ابن ماسویہ تھا۔ اس بات پر تعجب ہوا اور حقارت سے کہا۔ کہ اپنی ہدایت رہنے دو اس وقت مامون کے نزدیک خدا اور مانی۔ دونوں یکساں ہیں۔ مامون اس آواز سے دفعتاً چوک پڑا۔ اور اس قدر غضب ناک ہوا کہ اُسکے تمام اعضا ہٹنے لگے۔ چہرہ اور آنکھیں بالکل سُرخ ہو گئیں۔ ہاتھ بڑھا کر چاہا کہ ابن ماسویہ کو پکڑ لے اور اس بدگمانی کی پوری نمرادے۔ مگر اعضاء قابو میں نہ تھے منہ سے کچھ کہنا چاہا۔ زبان نے یاری نہ دی۔ نہایت سرت سے آسمان کی طرف دیکھا۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اسی حالت میں خدا نے اُس کی زبان ہلادی۔

وہ خدا کی طرف مخاطب ہوا اور کہا اے وہ جس کی سلطنت کبھی نہ زائل ہوگی۔ اُس پر رحم کر۔
جس کی سلطنت زائل ہو رہی ہے یا اسی فقرہ پر۔ اُس کے نفس و اسپین نے دنیا کو الوداع کہا۔
اور خدا کے سایہ رحمت میں چلی گئی۔ کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے یا
(اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاٰجِعُوْنَ)

عباس اور ابو اسحق معتصم۔ اُس کا لاشہ طرطوس لے گئے۔ اور غفان کے مکان میں جو ہارون
الرشید کا خادم خاص تھا۔ دفن کیا۔ مومنین اس بات کو عبرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ مامون
جو باپ کا سب سے زیادہ لاڈلا تھا اُس کی قبر ہارون الرشید کے مدفن سے جو طوس میں
ہے بُعد المشرقین کا فاصلہ رکھتی ہے۔

مامون کا حلیہ

رنگ سپید سرخی مایل تھا۔ آنکھیں بڑی تھیں۔ ڈاڑھی لمبی مگر تپلی تھی پیشانی تنگ اور چہرہ
پر ایک تل تھا۔ موزون اندام۔ اور خوش رو تھا۔

مامون کی اولاد ذکر

محمد اکبر محمد شہنشاہ عباسؑ۔ علی حسنؑ۔ اسماعیلؑ۔ فضلؑ۔ موسیٰؑ۔ ایر۔ اہاسیمؑ۔ یعقوبؑ۔ حسینؑ
سیمانؑ۔ جعفرؑ۔ اسحاقؑ۔ احمدؑ۔ ہرونؑ۔ عیسیٰؑ۔

۱۲ نزع کے بعض حالات میں نے مروج الذهب مسعودی سے لے لئے ہیں



المامون کا دوا حصہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مہتمم

ہماری تاریخ کا پہلا حصہ گو نہایت معتد اور مستند تاریخوں سے ماخوذ ہے۔ اور اس اعتبار سے وہ ان تمام تاریخوں کا ایسا جامع انتخاب ہے جس سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا تاہم وہ مامون کے عہد سلطنت کی ایک رخی تصویر ہے۔ جس میں چند معمولی واقعات اور باہمی خانہ جنگیوں کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔ پولیٹیکل انتظامات اور قوانین ملکی ایک طہ ف مامون کے سوشل حالات کا خط و خال بھی اس میں دکھائی نہیں دیتا۔ اس لیے ضرور ہے کہ اپنے رہنما مورخوں کے نقش قدم کو چھوڑ کر ہم خود ذلیل راہ بنیں۔ اور ناظرین کو وہ مرقع دکھائیں۔ جس میں وہ مامون کو جس رنگ میں دیکھنا چاہیں دیکھ سکیں۔ تمام خلفاء و سلاطین کی فہرست میں مامون جاہلیت کی حیثیت سے ایک خاص مہلتیاز رکھتا ہے۔ ادب۔ حدیث۔ فقہ۔ ایام العرب شاعری۔ انساب۔ فلسفہ۔ ریاضی۔ جس فن کی بزم میں جاؤ گے وہ صدر نشین نظر آئے گا۔ اُسکی دلیسرانہ فتوحات نے دنیا کے ممتاز حصوں میں اپنی نامور اور محسوس یادگارین چھوڑی ہیں۔

بہادری کے معرکوں میں اسکی تیز دستیان دیکھ کر یقین نہیں آسکتا کہ ان مانتوں نے تلوار کے
سوا کبھی قلم بھی چھوا ہے۔ اس کے ذاتی اخلاق بھی ایسے پاک اور برگزیدہ ہیں۔ کہ سلاطین
تو کیا۔ فقراء اور درویشوں میں بھی وہی چار ایسے فرشتہ خو گزرے ہوں گے۔ تو اضع۔ علم۔
عفو۔ فیاضی۔ دریا دلی۔ بلند ہمتی۔ دلیری۔ فرزانگی۔ کوئی ایسی صفت نہیں جو قدرت نے
اس سے دریغ رکھی ہو۔ ان سب خوبیوں کے ساتھ شخصی حکومت کے اقتدار میں
بعض ایسی بے اعتدالیان بھی اس سے سرزد ہو گئی ہیں جن کے خیال کرنے سے دل کانپ
جاتا ہے اور وقتاً اس کی تمام خوبیاں آنکھوں سے چھپ جاتی ہیں۔ تاہم مجموعی حیثیت
سے اسلامی ہیرورڈ نامور لوگ، ہیں وہ ایک نامور ہیرو ہے۔ اور ظلم ہے۔ اگر
ایسے بے نظیر شخص کو بقائے دوام کے مدبار میں پیش کرنے کے وقت ہم بھی عالم نقیبوں
کی طرح چند معمولی الفاظ پر اکتفا کر جائیں۔

افسوس ہے کہ ملکی نظم و نسق کے متعلق ہماری واقفیت بھی محدود ہے۔ جس کا التزام ہماری
قلبت نظر پر یا اگر پاس اوب نہ تو قدیم مورخوں پر ہو گا۔ جو آنے والی نسلیوں کے
تاریخی مذاق کا اندازہ نہ کر سکے۔ دوسری قسم کے حالات کے لئے بھی گو مجھو ہزاروں
ورق لٹنے پڑے ہیں۔ لیکن جو سرمایہ جمع ہو گیا ہے۔ میں اس کو بہر حال
کافی خیال کرتا ہوں۔ اور تداک کا مشکور ہوں۔ کہ جو کچھ ہے انہیں
کا ہے۔

اگرچہ یہ حضرات نیزہ چینی اور مختلف پریشان اور گنام۔ موقعوں سے پتہ لگانے کی
محنت پھر بھی میرے لئے چھوڑ گئے۔

اس حصہ کے آغاز پر بعض **تراویح** کا پر اثر نام زیادہ موزون ہو گا جو ایک ت
تک نہ صرف عباسیوں کا بلکہ عموماً اسلامی جاہ و بھلا کا مرکز رہا ہے۔

مامون اگرچہ ابتدائی زمانہ میں خراسان کا پادشاہ کہلا یا۔ اور اسی بنا پر بعض یورپینوں
نے اس کی نسبت۔ اس باب میں ہمیشہ غلطی کی ہے۔ لیکن استاد زمانہ اور استقلال
خلافت۔ دونوں حیثیت سے اس کا دار الخلافہ بغداد کہا جاسکتا ہے۔

نہ خراسان۔ اسلئے پہلے مختصر طور پر ہم اس مشہور شہر کا حال لکھتے ہیں۔

بغداد

بغداد کی جس نے بنیاد ڈالی۔ وہ مامون الرشید کا پر داد ابو جعفر منصور تھا۔ منصور اگرچہ خاندان عباسیہ کا دوسرا ہی خلیفہ تھا اور ۱۳۷ھ میں تخت نشین ہوا تھا۔ تاہم سلطنت کو وسعت اور استحکام۔ دونوں لحاظ سے اب ایک مستقل پائے تخت کی ضرورت تھی منصور نے کوفہ کے نواحی میں ایک عارضی مقام ہاشمیہ اختیار کیا تھا لیکن فرقہ راوندیہ کی بغاوت اور اہل کوفہ کی مشہور بیوفائی نے کوفہ سے اسکا دل پھیر دیا تھا۔ نہایت جستجو اور کوشش اور بہت سے اہل الرائے کے مشورہ کے بعد اُس نے وہ مختصر آبادی انتخاب کی چوکی زمانے میں نوشیروان عادل کے انصاف سے منسوب تھی۔ امداب مختصر ہو ہو کر بغداد کے نام سے پکارا جاتی تھی۔

یہ انتخاب ہر لحاظ سے موزوں تھا۔ اُسکے دونوں طرف چٹان آباد اور زرخیز صوبے تھے۔ **دجلہ** (ڈیگرس)، اور فرات کے متصل ہونے کی وجہ سے۔ ہندوستان۔ بصرہ۔ واسط۔ مغرب۔ شام۔ مصر۔ آذربایجان۔ دیار بکر۔ وغیرہ کا مشترک تجارت گاہ ہو سکتا تھا۔ آب و ہوا بھی نہایت معتدل۔ اور قریباً ہر مزاج کے مناسب تھی۔ پولٹیکل مصلحتوں کے خیال سے بھی نہایت مناسب مقام تھا۔ بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ تمام ممالک اسلامیہ میں لا جواب تھا نہ تو بالکل عرب کی نافرمانی میں تھا۔ جہاں شانہ جاہ و حشم اور شخصی حکومت اپنا زور نہیں دکھا سکتی نہ اس قدر دور تھا۔ کہ **عرب** کی قوت و اثر سے بالکل فائدہ نہ اٹھا سکے۔ ان حیثیتوں میں اگر اور کوئی اسلامی شہر اُس کا ہمسر ہو سکتا تو صرف دمشق تھا۔ لیکن وہاں کی

بغداد کے متعلق میں نے جو کچھ لکھا ہے مرآت البلدان نامی سے لکھا ہے کہیں دوسری کتابوں سے کچھ حالات اضافہ کیے ہیں تو وہ ان نوٹس میں خاص حوالے دیدئے گئے ہیں۔ ۱۲

بغداد کی وجوہ تہیہ میں یہ روایت۔ غالباً زیادہ اعتبار کے قابل ہے کہ اُسکے قریب نوشیروان کا ایک باغ تھا۔ جہاں بچکر وہ مقدمات فیصل کرنا تھا اور اسی وجہ سے وہ باغ دادیئے انصاف کا باغ مشہور ہو گیا ۱۲

آب و ہوا میں مروانی حکومت کا زہر آلود اثر اب بھی موجود تھا۔ منصور کو بھالت کے وصف میں
یکتا مانا جاتا تھا۔ لیکن نئی دارا خلافت کے شوق میں اس کی ہمت نے غیر معمولی پٹا لیا۔ قیمت
مناسب دیگر راہبوں سے بعد اد کی کل زمینیں مول لی۔ اور فرار میں بھیج کر۔ شام بموصل۔ کوہستان
کوفہ۔ واسطہ۔ سے بڑے بڑے مشہور کاریگر اور صنّاع بلائے

شکلہ میں خود اپنے ہاتھ سے بنیاد کا پتھر رکھا۔ اور اس قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی
اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُورِثُهَا مَنْ يُّشَاءُ مِنْ عِبَادِہٖ یعنی زمین کل خدا کی ہے اپنے بندوں میں سے جس
کو چاہتا ہے عنایت کرتا ہے! چند ریاضی دان عالم معین کئے کہ عمارتیں اصول ہندسی کے لحاظ سے
طیار ہوں۔ امام ابو حنیفہ صاحب کو اس جرم پر کہ وہ منصب قضا کے قبول کر نیکی نسبت منھو
کے اصرار چن بار نہایت آزادی سے رو کر چکے تھے۔ خشت شماری کا ذلیل کام دیا۔ جس
کو امام صاحب نے قضا کے پر خطر کام کے مقابلے میں نہایت خوشی سے قبول کیا۔ بنیاد نیچے سے
پچاس ہاتھ چوڑی رکھی گئی۔ لیکن سطح خاک کے برابر اگر صرف بیس ہاتھ کا عرض کافی سمجھا گیا۔
کہتے ہیں کہ دنیا میں یہی ایک شہر ہے جس کی آبادی بالکل دائرہ کی صورت میں ہے۔ منصور نے
خاص ایوان شاہی مرکز کی طرح عین وسط میں تعمیر کرایا جس سے غالباً یہ اشارہ مقصود تھا کہ حاکم
حیثیت سے بادشاہ کے ساتھ ہر خاص و عام کو یکساں نسبت ہے۔

شہر پناہ کے چار دروازے تھے۔ اور ہر دروازے سے دوسرے دروازے تک ایک میل کا فاصلہ
تھا۔ تعمیرات کے سلسلہ میں۔ ایوان خلافت۔ مسجد جامع قصر الذہب۔ قصر خلد۔ نہایت بلند اور
شادار عمارتیں تھیں۔ لیکن سب کا سرتاج قبۃ الخضر اور ایک سبز بلند گنبد تھا جس کا ارتفاع قریباً ۱۰۰ گز سے
کم نہ تھا نئی آبادی کے بعد بغداد کا نام مدینۃ السلام سے بدل دیا گیا۔ جو عام زبانوں پر گویا
لیکن وفات اور تصنیفات پر عموماً حاکم نہ عزت و زور کے ساتھ قابض ہو گیا۔

منصور نے گونہایت کفایت شماری سے کام لیا۔ جتنے کہ ایک افسر پر اس حساب میں
۱۰۰ منصور نے امام ابو حنیفہ صاحب کو منصب قضا کے قبول کرنے کے لئے کہا۔ امام صاحب نے فرمایا میں اس قابل
نہیں منصور نے غیظ میں اگر کہا: ”تم جھوٹ کہتے ہو!“ امام صاحب نے فرمایا: ”تو میرا یہ دعویٰ سچا ہے کہ میں قاضی نہیں ہو سکتا
کیونکہ جھوٹا شخص قاضی کیونکر مقرر ہو سکتا ہے؟“

سے پندرہ درہم باقی بچے توقید کی سزا دی تاہم جب مصارف تعمیر کا حساب کیا گیا تو معلوم ہوا کہ دفتر خزانہ میں دو کروڑ درہم کی رقم خالی ہو گئی۔

یہ بغداد دیکھا ذکر ہوا منصور کا بغداد تھا۔ لیکن بہت جلد روز افزون ترقی کے ساتھ اس کی اصلی ہیئت بھی بدل گئی۔ منصور کے جانشین محمد می نے دار الخلافہ کو جسد کی شرعی جانب بدل دیا۔ جس سے شہر کی یہ صورت ہو گئی کہ دجلہ بیچ میں آ گیا۔ اور اس کے قدرتی منظر میں ایک عجیب و غریب پیدا ہو گئی۔ یہ اسلامی شہر ہر عہد میں حیرت انگیز ترقیان حاصل کرتا گیا تدریجاً پانچویں صدی تک خلفاء و اعیان سلطنت اور بڑے بڑے دولتمند امر کے فیضانانہ بے روک حوصلہ اس کی آبادی کی رونق بڑھانے میں رقیانہ سرگرمی کے ساتھ صرف ہوا کرتے۔

ہارون الرشید کے وزیر اعظم جعفر برمکی نے ایک قصر کی تیاری میں جو صرف کر دیا وہ منصور کی کل فیاضی کے برابر یعنی دو کروڑ درہم اتر آئے۔ رنگیں مزاج امین الرشید نے بھی دو کروڑ سے زائد کی عمارتیں تیار کرائیں۔

مامون الرشید کے عہد میں خاص شہر کی مردم شماری دس لاکھ سے زیادہ تھی۔ اشار الدول میں لکھا ہے۔ کہ ایک زمانہ میں تیس ہزار عیدین۔ اور اور دس ہزار حمام وہاں موجود تھے۔ گبن صاحب کہتے ہیں کہ شہر بغداد میں اٹھ سو سٹا طعیون کو مطب کرنے کی اجازت تھی۔

بغداد کی مشہور عمارتوں کا تذکرہ ایک مستقل کتاب میں ہو سکتا ہے۔ جس کے لئے ناظرین کو ہمارے اس سلسلہ تصنیف کا منتظر رہنا چاہیے جس کا نام عمارات الاسلام ہو گا لیکن **دار الشجرہ** کے ذکر کے لئے اس مختصر کتاب کو بھی گبن صاحب کی تاریخ سے کچھ کم حق حاصل نہیں ہے۔ اس لئے اجمالاً ہم اس کا حال کہتے ہیں۔ یہ عجیب و غریب

۱۵ دیکھو بخیم زائمرہ فی تاریخ مصر والقاهرة صفحہ ۲۷۷۔ مصارف تعمیر میں مختلف روایتیں ہیں مگر ہم نے ایک متوسط اور مستند روایت اختیار کی ہے۔ درہم چار آنہ کا ہوتا ہے اس حساب سے دو کروڑ درہم کے پچاس لاکھ

روپہہ ہوتے۔ ۱۲

۱۳ کا مل بن الاثیر ذکر تباہی خاندان برمکی۔ ۱۲

۱۴ دائرۃ الممارت تذکرہ بغداد۔ ۱۳

عمار خلیفہ المتقدر بالکثر نے بنوائی تھی جو ۹۵۰ھ میں تخت نشین ہوا تھا۔ صحن کے ایک وسیع حوض میں سونے کا ایک درخت تھا۔ جس میں سونے چساندی کے بھٹارہ گندے تھے اور ہر گندے میں بہت سی شاخیں تھیں۔ ہر شاخ میں بیس بہا مختلف رنگوں کے جواہرات اس خوبی سے مرصع کئے تھے کہ فرتی پھولوں اور پھولوں کا دھوکا ہوتا تھا۔ نازک ٹہنیوں اور شاخوں پر رنگ برنگ اور مختلف اقسام کے طلائی پرندے تھے اور اس ترکیب سے بنائے تھے کہ ہوا کے چلنے کے وقت سب کے سب اپنے ذاتی نعمات سے خوش اسیانی کرتے سناں فیتے تھے۔ حوض کے دونوں جانب پندرہ مصنوعی سوار تھے جو نہایت قیمتی دیبا و حریر کے درویان پہنے۔ مرض زہین تلواریں لگائے۔ اس طرح حرکت کرتے نظر آتے تھے کہ گویا ہر سوار اپنے مقابل کے سوار پر حملہ کرنے کے لیے بڑھ رہا ہے۔

بعد ازیں خلفار کا ملکی رعب داب گو دہی صدیوں کے بعد جاتا رہا۔ لیکن عام اسلامی غطیت تاتاری سیلاب کے آنے تک قائم رہی۔ استنام خلافت پر بڑے بڑے ذی اقتدار فرمانروا سجدہ کر جاتے تھے۔ ضعیف سے ضعیف خلیفہ کے سامنے بھی۔ **ولیم۔ ویلیو** کا سر جھک جاتا تھا۔ محمود غزنوی نے یمن الدولہ کا پر فخر خطاب جس سے حاصل کیا تھا وہ بغداد کا ایک مسلوب الاختیارات تخت نشین تھا۔ ہزاروں شہزادے۔ مجتہدین۔ اہل فن۔ دور و دراز ملکوں سے آکر وہیں پوچھناک ہو گئے بغداد کے مقبروں نے جن اسلامی جوہر و ملک کو اپنی آغوش میں چھپا رکھا ہے۔ زمانہ سیکڑوں برس کی مدت میں اون کو پیدا کر سکا تھا۔ امام موسیٰ کاظم۔ امام ابو حنیفہ۔ امام احمد عیسیٰ۔ حضرت جنید۔ شیخ شبلی بہ معروف کرخی۔ جن کو ہاتھ سے کھودینے کا خود زمانہ کو بھی افسوس رہے گا۔ یمن کی قبرستانی آبادی میں سو ہے ہیں۔

علمی فیاضی کے لحاظ سے دیکھو۔ تو۔ جب وہ کچھ نہیں رہا تھا۔ اس وقت بھی میں بڑے کاغذ حاض شہر کے مشرقی حصہ میں موجود تھے علامہ بن حیر شافعی مہجری مین جب وہاں پہونچے تو ایک ایک کاغذ کے شاندار ایوانات اور وسیع سلسلہ عمارات دیکھ کر

۱۲ دیکھو مین البلدان۔ ذکرہ النجۃ دکن صاحب کی رومن امپائر عہد ۱۲

ان کو دھوکا ہوتا تھا کہ وہ اب میں ایک مستقل آبادی میں موجود ہوں
 انور می نے ایک قصیدہ میں بغداد کی خوشگوار آب و ہوا۔ وجہ کی روانی کشتیوں کی سیر
 باغون کی رنگینی کا نہایت دلربا سمان دکھایا ہے۔ اس کے چند شعر یہ ہیں۔ اشعار

خوشنواچی بسنداد چائے فضل و ہنر سودا بکشل چون سپرینا رنگ کتار و جسلہ ز ترکان بیست حنغ ہزار ز ورق خورشید شکل بر سر آب بشہ باغ شود آسمان بوقت غروب بوقت شام ہی این بان سپار و گل ننگہ تر گس بویا۔ بطرف لالہ ستان نوائے طوطی و بلبل۔ خروس عکہ و سار	کہ کس نشان نہد در جہان چنان کثر ہوائے اولی صفت چون نیم جان پرور میسان رجبہ نوبان ماہ رخ کمتر بران صفت کہ پراگندہ سپہرا ختر بشکل خرچ شود بوستان بوقت سحر بگاہ بام ہی آن باین دہدا ختر چنانکہ در قدح گوہرین سے اصغر ہی کت خجل لہجائے خینا گر۔
--	--

وسعت سلطنت۔ خراج۔ بڑے بڑے صنایع اقسام آمدنی یعنی خراج۔ عشر۔ زکوٰۃ۔ ہرنیہ۔ فوج کی تعداد۔ تنخواہیں۔ جنگی جہازات

الماون الرشید جن ممالک کا فرمانروا تھا وہ نہایت وسیع سلطنت تھی جو حدود ہند
 اور تاتاریہ سے بحر اوقیانوس تک پھیلی ہوئی تھی۔ اسلامی دنیا کا کوئی خطہ۔ اسپین کے سوا
 اس کی حکومت سے آزاد نہ تھا۔ ہندوستان کے سرحدی شہروں میں اس کے نام
 کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ شہنشاہ روم گو خود سر فرمانروا تھا۔ تاہم اکثر اوقات سالانہ خراج
 دینے پر مجبور ہوتا تھا۔ ہارون الرشید کے عہد میں کل ملک کا خراج آج کل کے حساب سے

اکیس کروڑ پچاس لاکھ روپہ سالانہ تھا۔ مامون کی خلافت نے اس پر بہت کچھ اضافہ کر دیا چند مشہور اضلاع اور ہر ایک جداگانہ خراج کا ہم ایک نقشہ درج کرتے ہیں۔ اور چونکہ وہ خاص مامون کے سرکاری کاغذات سے طیار کیا گیا ہے۔ غالباً زیادہ تر اعتبار کے قابل ہوگا

ضلع	خراج
سواد	دو کروڑ اٹھتر لاکھ درہم دو تہ بخرانی محلے۔ ایک خاص قسم کی مٹی جو مہر کرنے کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ دو سو چالیس رطل۔
کسر	ایک کروڑ سولہ لاکھ درہم۔
دجلہ کے اضلاع	دو کروڑ اٹھ درہم
حلوان	اڑتالیس لاکھ درہم
اہواز	پچیس ہزار درہم۔ اور تیس ہزار رطل شکر
فارس	دو کروڑ ستر لاکھ درہم۔ گلاب تیس ہزار بوتل زیب سیاہ میں ہزار رطل
کرمان	بیالیس لاکھ درہم۔ مین کے تھان پانسو۔ کچھریں ہزار رطل
مکران	چار لاکھ درہم
سندھ	ایک کروڑ پندرہ لاکھ درہم۔ عود ہندی ڈیرہ سو رطل
سیستان	چالیس لاکھ درہم۔ خاص قسم کے کپڑے تیس سو تھان۔ مٹا نید میں رطل
خراسان	دو کروڑ اسی لاکھ درہم۔ چار ہزار گھوٹے۔ ایک ہزار غلام۔ بیس ہزار تھان
جرجان	تیس ہزار رطل بلیہ۔ دو ہزار نقرہ چاندی
	ایک کروڑ بیس لاکھ درہم۔ ریشم ہزار شقہ۔

۱۵ اس تیس میں سے واقعات ذیل پر اعتماد کیا ہے (۱) رشید کے زمانہ میں سالانہ خراج سات ہزار پاشو قنطار تھا دیکھو مقدمہ بن خلدون۔ فصل دوم کی فصل ۱۸ (۲) ایک قنطار آٹھ ہزار چار سو دینار کا ہوتا ہے۔ دیکھو ہم البلدان جلد اول صفحہ ۳۶۶ (۳) دینار کم از کم پانچ روپیہ کا ہوتا ہے۔ جیسا کہ گین صاحب وغیرہ نے تصریح کر دی ہے ۱۲

۱۶ علامہ بن خلدون نے اس کا تذکرہ خود کیا تھا اور اس کے حوالہ سے یہ تفصیل نقل کی ہے۔ دیکھو مقدمہ ابن خلدون فصل دوم کی فصل ۱۸ (۱۷) درہم ۴۴۰۰ گرام کا ہوتا ہے ۱۲

صناع	خراج
قوس	دس لاکھ درہم - پانچ لاکھ نقرہ چاندی
رے	ایک کروڑ بیس لاکھ درہم - شہید بیس ہزار رطل
طبرستان و ریان	ترہیٹھ لاکھ درہم - طبرستان فی فرش چہ تلو - چادرین دو تو
وہنا و ند	کپڑے پانچو تھان - مسندیل تین سو - جامات تین سو -
ہمدان	ایک کروڑ تیرہ لاکھ درہم - ربہ المانیں ہزار رطل - شہد بارہ ہزار رطل
بصرہ و کونہ کے	ایک کروڑ سات لاکھ درہم
درمیانہ اضلاع	
بامبدل و دہ پور	چالیس لاکھ درہم
شہر زور	سیرھیٹھ لاکھ درہم
موصل	دو کروڑ چالیس لاکھ درہم - شہد سپید دو کروڑ رطل
آذربایجان	چالیس لاکھ درہم
جزیرہ صناع	تین کروڑ چالیس لاکھ درہم - غلام ایک ہزار شہد بارہ ہزار مشک
فرات	باز دس - چادرین بیس
آرمینہ	ایک کروڑ بیس لاکھ درہم - فرش مخمور بیس - زقم پانچو بیس رطل
"	سیاح سورما ہی دس ہزار رطل - صوبخ دس ہزار رطل - چچر دو سو
"	پچھیسے تیس
قفسرین	چار لاکھ دینار - زیت ہزار حمل
دمشق	چار لاکھ بیس ہزار دینار
ارون	ستاؤسے ہزار دینار
فلسطین	تین لاکھ دس ہزار دینار - زیت تین لاکھ رطل
مصر	آئیس لاکھ بیس ہزار دینار -
۱۲	

خرچ	ضلع
دس لاکھ درہم۔	برقہ
ایک کروڑ تیس لاکھ درہم۔ فشرش ایک سو بیس	اندریقہ
تیس لاکھ ستر ہزار دینار۔ مستاع مینی اسس کے علاوہ۔	یمن
تیس لاکھ دینار	حجاز
<p>یہ صرف خراج کی مد سے وصول ہوتا تھا۔ جزیہ جس کی تفصیل ہم آگے لکھیں گے اس سے الگ ہے ہر ایک قسم جو بیت المال یعنی خزانہ شاہی میں داخل ہوتی تھی۔ اس کی چار قسم میں تھیں خراج عشر۔ جزیہ۔ زکوۃ۔</p> <p>مامون نے خراج و زکوۃ و جزیہ کا جس کو آجکل کی زبان میں لگان و ٹکس کہہ سکتے ہیں کوئی جداگانہ قانون نہیں بنایا تھا۔ بلکہ اس سے پہلے عادل و فیاض جانشینان اسلام کا جو کچھ دستور العمل تھا وہی اس کے عہد میں بھی بحال رہا اس لیے ہم ان قوانین کی تفصیل بتانے میں مجبوراً مامون کے ماقبل زمانہ پر نگاہ ڈالیں گے۔ اور ہم کو ایسا ہے کہ ناظرین حصارج از بحث کا لقب نہ دیں گے۔ ہاں یہ مندر ہے۔ کہ مذہبی بحثیں ہم کو سرور کار نہ ہوگا۔ اور جو کچھ لکھیں گے تاریخی پہلو سے لکھیں گے جس طرح یورپ میں مصنفین ہمیشہ عام واقعات کے تذکرے میں بھی جستہ جستہ مذہب کا نام لیتے ہیں اور شاہان اسلام کے ذاتی افعال مذہب سے جدا نہیں کر سکتے۔ ہم ایسا نہ کریں گے خراج اور عشر زمین سے متعلق ہیں اور دیوباتی۔ ایک قسم کے ٹکس ہیں۔ جو مسلمان رعایا اور دوسرے مذہب والوں سے وصول کیے جاتے تھے۔ اس میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ مامون اور اس کے اسلاف عام اصول سلطنت میں آنحضرت صلعم اور خلفائے راشدین کے طریق عمل کو رہنما سمجھتے تھے۔ اور اسی لئے کافی وثوق کے ساتھ ہم یہ بات مندرج کر سکتے ہیں کہ مامون کے عہد کا قانون لگان و ٹکس بھی فشرش ہی ہوگا جو کسی زمانہ پر مشتمل تیار ہوا ہوگا لیکن ہم کو یہ صاف بتا دینا چاہیے کہ عشر و خراج و جزیہ مصطلح محزون میں مذہبی الفاظ نہیں ہیں۔ اور اس لیے ہم کو اس دہو کہ مین نہ پڑنا چاہیے۔ کہ</p>	

فقہ کی کتابوں میں ان کے متعلق جو تفصیلیں اور قاعدے مذکور ہیں وہ لفظی یا خلفا و سلاطین اسلام کے متفقہ اور مسلمہ عملی قاعدے ہیں بے شبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خراج ایک تمدنی قانون کی صورت پیکر چکا تھا۔ اور اس وجہ سے جیسا موقع ہوا۔ خراج۔ عشر۔ جزیہ سب کچھ وصول کیا گیا۔ لیکن یہ دعوے کرنا فضول ہے۔ کہ ان متعلق شاسع علیہ السلام نے کچھ خاص قاعدے طے کر دیے تھے۔ عام ملکی قوانین کی طرح یہ باتیں بھی ہر جائزہ تحت نشین اسلام کی رائے پر چھوڑ دی گئی تھیں اور یہی وجہ تھی کہ خلفا و سلاطین کے مختلف عہدوں میں خاص خاص ملکی مصلحتیں ان میں تبدیلیاں پیدا کرتی رہیں۔ اب ہم عام طرح پر خراج و عشر کے متعلق چند قواعد بیان کرتے ہیں۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا خلفا کے عہد میں معمول رہے ہیں اور مامون کی خلافت میں بھی فتیرب فتیرا ہی پھیل در آمد رہا۔

۱۶ جزیہ نہروں کے قدرتی پانی سے سیرب ہوتی ہو۔ یا

۱۷ جزیہ زمین فوج کو (جسے اس حصہ ملک کو فتح کیا ہے) تقسیم کر دی گئی ہو۔ یا

۱۸ جس مقام کے باشندے فوج کشی کے وقت اسلام قبول کر چکے ہوں۔ ان یتوں حالتوں میں وہ زمین عشری ہوگی۔ یعنی اس کی پیداوار سے صرف دسواں حصہ وصول کیا جائیگا۔ اور یہی اس کا خراج سمجھا جائے گا۔

ان یتوں قسموں کے علاوہ جزیہ زمین ہے وہ خراجی ہے۔ عام اس سے کہ مسلمان رعایا کے قبضہ میں ہو یا غیر قوم کے۔ اگر کوئی شخص عشری زمین میں پڑتی ڈال دے تو اس سے کچھ نہیں لیا جائیگا۔ خراجی زمین میں ایسا نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص ایک برس پڑتی ڈال کر دوسرے سال کاشت کرے تو ایک ہی سال کا خراج دینا ہوگا۔ جس زمین پر دکانیں بنالی جائیں وہ عموماً عشر خراج سے معاف ہیں۔ اگر کھیتی لے کو کوئی آفت پہونچے تو خراج معاف ہو جائے گا

مذکورہ بالا قسموں میں سے دو پہلی قسم کی عشری زمینیں بہت کم تھیں۔ حصہ ت عمرہ کے عہد میں سواد عراق کی بالکل بمبایش ہو چکی تھی۔ اور مختلف شروعاتی جمع باندہ دی گئی تھی

ملک شام کے فاتحین نے البتہ سخت اصرار کیا وہاں کی زمین اُن کو بانٹ دی جائے لیکن حضرت عمرؓ کی فیاض دلی کسی طرح اُن کو فاتحین کی رائے پر مائل نہ ہونے دیتی تھی۔ بالآخر ایک نصیحتی سند پر یہی فیصلہ ہوا کہ پہلے قابضین بے دخل نہ کیے جاویں۔

مصر میں بھی آپؓ نے تاکید فرمائی کہ اہل فوج قطعاً زمینداری اور کاشت نہ کرنے پائیں۔ اس حکم کے خلاف ایک شخص نے کچھ زمین کاشت کی۔ تو آپؓ نے اُس کو پکڑ لایا۔ اور نہایت سخت سزا دینی چاہی۔ لیکن اُس نے قطعی تو یہ سے اپنا قصور معاف کر لیا۔

عشر اور خراج کے احکام مسلمان اور دوسرے مذہب والی رعایا سے جنگو اسلام کی حمایت میں آجائے ذمی کا لقب ملا ہے۔ قریب قریب یکساں متعلق ہیں۔ خراجی زمین کسی کے قبضہ میں ہو ایک شرح سے لگان لیا جاتا تھا۔ عشری زمین میں امام محمدؒ و سفیان ثوریؒ کی عام تجویز یہی ہے کہ چونکہ تشخیص لگان میں صرف زمین کی حیثیت ملحوظ ہوتی ہے اس لئے اس قسم کی زمین اگر ذمی کے قبضہ میں ہو تو اس سے بھی وہی عشر لیا جاتے گا۔ حضرت عمرؓ نے قوم بنی سہل سے عشر ہی لیا تھا۔ امام مالکؒ کو اس بار میں کسی قدر دمیون کے ساتھ سختی کرتے ہیں۔ تاہم اس حالت میں کہ ذمی کسی دوسرے شہر یا قصبہ میں عشری زمین حشر دے اُن کا فیصلہ بھی وہی ہے جو امام محمدؒ کا ہے۔

شرح راج کی کوئی معین شرح نہ تھی لیکن یہ اصول عامۃ ملحوظ رہتا تھا کہ کسی حالت میں نصف آمدنی سے زائد نہ لیا جاوے۔

حضرت عمرؓ نے سواد کے کل استلوع کی پیمائش نہ تھی۔ جو میں کہ در سٹھ لاکھ جریب ہزار ذیل کی شرح سے لگان مقرر کی۔

۱۲۔ ازالۃ الخفا۔ جلد دوم صفحہ ۱۲۸۔ ۱۲۹

۱۳۔ حسن المحاضرۃ۔ جلد اول صفحہ ۳۹۔ مطبوعہ مصر ۱۲۹۹ھ

۱۴۔ فتوح البلدان صفحہ ۵۷ سطر ۱۰۵

۱۵۔ ازالۃ الخفا جلد دوم صفحہ ۱۳۲

نخلستان	فی جریب یعنی پون بیگہ نچتہ	۱۰ درہم سال
انگور	"	"
نیشکر	"	۶ درہم
گیہون	"	ایک درہم و ایک صاع غلہ
جو	"	ایک درہم صاع
روٹی	"	۵ درم

مسعر کا خراج بحساب فی جریب ایک دینار دینی پانچ روپہم مقرر ہوا۔ اور عمر بن الساص نے جو حضرت عمرؓ کی طرف سے مسعر کے گورنر تھے یہ عہد لکھ دیا کہ اس شرح سے کبھی زائد نہ لیا جاویگا۔ اس لحاظ سے مسعر کا بند و بست استمراری سمجھنا چاہیے۔ لیکن یہ شرحیں انتہائی مختصر ہیں۔ اور خود حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ کے عہد میں اکثر اوقات ان میں تبدیلیاں ہوتی رہیں۔

حضرت علیؓ نے اور بھی تخفیف کی۔ تمام ان علاقوں میں جو نہر فرات سے سیراب ہوتے تھے بشرح ذیل لگان مقرر کی تھی اور روٹی۔ تل۔ مقامی اور تمام قسم کی بقولات۔ اور ترکاریوں کی زمین گھوما خراج سے معاف کر دی۔

گیہون کی اول درجہ کی زمین	فی جریب	ڈیڑہ درہم اور صاع غلہ
متوسط درجہ	"	ایک درہم
اوسلے درجہ	"	درہم کی دو تہائی

جو۔ کی زمین پر اسی حساب سے گیہون کا نصف تھا

قریباً اسی شرح کا خراج تمام ممالک اسلامی میں جاری تھا۔ اور مسلمان و ذمی دینی دوسرے مذہب والے دونوں پر یکساں اثر رکھتا تھا۔ البتہ سواد کے علاقوں میں محمدی عباسی نے لوگوں کی درخواست پر نصف کے حسابے بٹائی کر دی تھی۔ لیکن

اس باب میں فتوح البلدان دہلیہ کی روایتیں مختلف ہیں : میں نے ہدایہ کی روایت لی ہے۔

صاع قیریا۔ پوسے چار سیر کا ہوتا ہے ۱۲ صاع فتوح البلدان صفحہ ۲۱۵ و ۲۱۸ مطبوعہ عریضہ۔ ہالند ۱۲

صاع قیریا۔ پوسے چار سیر کا ہوتا ہے ۱۲ صاع فتوح البلدان صفحہ ۲۱۶ تا ۲۱۷ - ۱۲

مامون الرشید نے سترہ مہینے میں یہ شرح گھٹا کر دو چس کر دی۔

خراج کا ہلکا ہونا کچھ تو اس وجہ سے تھا کہ اسلام کے جانشینوں میں اب تک اسلام کا بے حرص اور فیاضانہ اثر پایا جاتا تھا اور زیادہ تر اس وجہ سے کہ ابتدائی زمانہ میں عرب کے سادہ مزاج فاتح جو اپنے بے روک ہاتھوں سے دنیا کا مرتع الٹ پلٹ کر رہے تھے ریگستان سے اٹھکر گئے تھے۔ اور جو کچھ ہلٹاتا تھا ان کی متانہ طبیعت کے لیے کافی تھا۔ یہ وہ لوگ تھے۔ کہ ان میں سے جب ایک ممتاز شخص نے ایک سحر کے میں صرف ہزار درہم پر ایک نہایت دولت مند کا فرسے صلح کر لی۔ اور لوگوں نے ان سے کہا کہ دو تم نے بہت سست پیچا، تو انہوں نے نہایت تعجب سے جواب دیا کہ کیا وہ ہزار سے بھی کوئی زائد عدد ہے؟ اس پر خلفائے راشدین کے عہد میں یہ عام قاعدہ تھا کہ ایک مسلمان جن شرائط پر کسی قوم سے معاہدہ کرے خلیفہ وقت کو اس کی پابندی لازم ہوگی۔ فتوحات کی تاریخ اٹھا کر دیکھو۔ سیکڑوں مثالیں پاؤ گے۔ کہ فوج اسلام نے ایران۔ آرمینہ۔ مصر۔ شام کے اصلاح میں نہایت خفیف رقم پر صلح کر لی اور خلیفہ وقت کے حکم سے وہی بحال رہی۔ دولت بنی امیہ۔ اور عباسیہ نے کچھ اضافہ کیا۔ مگر اصل پیداوار کے لحاظ سے دیکھو تو وہ بھی کچھ نہ تھا۔

زکوٰۃ مسلمانوں کے ساتھ خاص تھی۔ اور سونے چاندی۔ اونٹ۔ گائے۔ بکری سب پر جب دکانہ شرحیں مقرر تھیں۔ حقیقت میں یہ نہایت سخت ٹکس تھا۔ جس کو اسلام نے خود اپنے اوپر گوارا کر لیا تھا۔

دہمیون پر جزیہ تھا۔ گو وہ ایک نہایت خفیف رقم تھی اور زکوٰۃ کے مقابلہ میں تو گویا کچھ بھی نہ تھی۔ لیکن تعجب ہے کہ دوسری قوموں نے مسلمانوں کو قصب کا الزام دینے میں۔ ہمیشہ بڑے زور شور سے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ ہلکا ٹکس جس کے نام سے یورپی مصنف

سہ کامل بن الاثیر۔ واقعات سترہ ص ۱۲ جزیہ کی تحقیق میں کہ وہ کس زبان کا لفظ ہے اور کس زمانہ سے اس کا رواج ہے اور یہ کہ اسلام میں کس مقصد سے وہ اختیار کیا گیا میرا ایک مستقل رسالہ ہے جو حال طبع ہوا ہے۔ اور سکرٹری مدرستہ العلوم کے پاس درخواست بھیجنے سے مل سکتا ہے۔ نیز آخرین اس کتاب کے وہ بھی شامل ہے۔ ۱۲

کے دل میں مسلمانوں کی طرف سے نہایت ناگوار خیالات و فتنہ جو شش مارنے لگتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ فی کس ۴۸ روپہم یعنی ۱۲ روپہ سالانہ تھا۔ اور یہ تعداد بڑے دولت مندوں کے ساتھ خاص تھی متوسطین پر چہ روپہ اور عام درجہ کے لوگوں پر تین روپہ سالانہ تھا بشرطیکہ وہ ادا کرنے کے قابل ہوں۔ لیکن فرمانروائے وقت کو حرب مصلحت اختیار عام حاصل تھا کہ اس کی شرح گھٹا دے۔ یا بالکل معاف کر دے۔ لڑکے بوڑھے۔ عورتیں مفلوج۔۔۔ معطل العضو۔ نابینا۔ ہر حالت میں مطلقاً معاف تھے۔

کبھی کبھی بنجائے فی کس کے فی گھر جزیہ مقرر ہوتا اور تعداد وہی بشرح سابق رہتی تھی نہ یعنی ایک دینار یا اس سے بھی کم۔ اس خفیف محصول کے عوض میں ذمیوں کی جان و مال کی نہایت مستحکم ذمہ داری مسلمانوں پر فرض ہو جاتی تھی۔

ان آمدنیوں میں سے زکوٰۃ کی رقم جو صرف مسلمانوں سے لی جاتی تھی۔ اسی کو تھی کہ اس کو محتاج۔ اپاہج۔ نادار مسافر۔ اور اس طرح کے در ماندہ لوگوں کی اعانت کی جائے۔ زکوٰۃ میں یہ قید تھی۔ کہ خاص مسلمانوں پر صرف ہو۔ لیکن اور کسی قسم کے صدقات میں جو مسلمانوں سے لئے جاتے تھے۔ کوئی تخصیص نہ تھی۔ اور غیر مذہب والی رعایا بھی برابر بہرہ مند ہوتی تھی۔ خود حضرت عمرؓ نے دمشق کے سفر میں مجذوم عیسائیوں کیلئے بیت المال کی اس رقم سے وظیفہ مقرر کر دیا تھا۔

اور ایک دوسرے موقع پر بیت المال کے داروغہ کو کھلا بھیجا کہ خدا کے اس قول میں کہ دو صدقات فقرار اور مساکین کے لئے ہیں یا مساکین سے عیسائی و یہودی مراد ہیں باقی خراج۔ عشر۔ جزیہ۔ پبلک کاموں۔ یعنی۔ شرک۔ پل۔ چوکیداری۔ تعلیم وغیرہ کے لئے خاص تھے۔ فوج کا صرف بھی اسی آمدنی سے دیا جاتا تھا۔

۱۰ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جو ستہ اور اسکے قرب و جوار کے مضائق میں جزیہ بالکل معاف کر دیا گیا تھا۔ دیکھو فتوح البلدان صفحہ ۲۱۹
۱۱ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں قفس والو پر اسی شرح سے جزیہ مقرر ہوا تھا۔ دیکھو فتوح البلدان صفحہ ۳۱
۱۲ فتوح البلدان صفحہ ۱۲۹ انال انظار۔ جلد دوم۔ صفحہ ۷۲۔

مامون الرشید اور عمو غانیک ول بادشاہان اسلام کے عہد میں ٹکس یا محصول جو کچھ کو بی تھا۔ جسکا ذکر ہوا۔ انکم ٹکس۔ انڈیکری ٹکس۔ چنگی۔ سٹرکانہ۔ مدرسانہ۔ چوکیداری اسٹامپ کے ناموں سے اس زمانے میں کوئی واقف نہ تھا۔

فوج نظامی یعنی جن کا نام وحلیہ و فترہ العسکر میں قلمند تھا۔ اس کی تعداد قریباً دو لاکھ سوار و پیادہ تھی۔ سوار کی تنخواہ پچیس روپیہ اور پیادے کے دستل روپے۔ جنرل و کمانڈر کی تنخواہیں بھی کچھ بہت زیادہ نہ تھیں۔ لیکن ایشیائی حکومتوں میں عہدہ داروں کی نگاہ مشاہیر سے زیادہ صلون اور انعامات پر لگی رہتی ہے۔ جو وقتاً فوقتاً کسی خاص خوشی یا اظہار کارگزاری کے وقت۔ ان کو ملتے رہتے ہیں۔ اور خصوصاً مامون کی فیاضیوں کی تو کچھ حد ہی نہ تھی۔ عبداللہ بن طاہر سردار فوج کو ایک دن پانچ لاکھ درہم انعام دیئے۔ ملکی عہدہ داروں میں بھی صرف وزیر اعظم ذوالریاستین کی تنخواہ بیش ترارتھی یعنی بیس لاکھ درہم ماہوار۔ اگرچہ اور ہر قسم کے عہدے الگ الگ اور نہایت بڑا عہدہ اور منصب تھے۔ لیکن سپہ سالاری۔ فوج جنرل کے ساتھ مخصوص نہ تھی۔ صوبہ کالیفٹ یا قسمت کا گورنر۔ عمو کمانڈر انچیف اور گورنر فوج ہوتا تھا۔ یحییٰ بن اکثم جو تاسی القضاۃ کے منصب پر ممتاز تھے مامون نے متعدد بار ان کو فوج کی انفری دی تھی۔ اہل یہ ہے کہ اس وقت سپہ گری مسلمانوں کا عام جوہر تھا اور اسی لئے کسی شخص کا اہل قلم ہونا۔ اس کو صاحب العلم ہونے کے ناقابل نہیں کرتا تھا۔

دوسری قسم کی فوج **مستطوعہ** تھی جس کو والیہ کہنا چاہیئے۔ اس قسم کی فوج وقت پر جس قدر درکار ہو تیار ہو سکتی تھی۔ اور خصوصاً جہاد کی پر زور صد اگو بننے کے وقت تو سارا ملک اُمنڈا آتا تھا۔ فوج کو۔ سواری اور ہتھیار سرکار سے ملتا تھا۔ اور خزانہ شاہی میں ہر قسم کے اسلحہ جنگ نہایت افراط سے بروقت موجود رہتے تھے۔

ہارون الرشید کی وفات کے بعد ۹۳ھ میں جب خزانہ اسلحہ کا جائزہ لیا گیا تو مفصلہ ذیل تعداد کے ساز و اسلحہ موجود تھے

مطلو و مذہب تلوارین	۱۰ ہزار	شاکیہ و غلاموں کے لئے	۵۰ ہزار
نیزے	ایک لاکھ ۵۰ ہزار	کمانیں	ایک لاکھ
مطلو ازہیں	ایک ہزار	عام ندیں	ایک ہزار
نخود	بیس ہزار	جوشن	بیس ہزار
ڈھالین	ڈیڑہ لاکھ	مطلو ازین	چار ہزار
	غلام قسم کے زین	تیس ہزار	

جنگی جہازات کی ابتدا اگرچہ عبدالملک بن مروان المتوفی ۸۶ھ سے کی تھی۔ اور اسی کے زمانہ میں حسان بن نعمان گورنر افسر بیتہ کے اہتمام سے تونس میں جنگی جہازات اور آلات بحری کی تیاری کا ایک بڑا محکمہ قائم ہوا تھا۔ لیکن مامون کے عہد میں اس کو بہت ترقی ہوئی۔ جزیرہ سسلی کی فتح کے لئے سو جنگی جہاز مع بہت سے بحری سامان کو جو بھیجے گئے تھے وہ اسی کارخانہ سے تیار ہوئے تھے۔ آتش اندازی کے لئے چھوٹے ٹھونڈے جہاز ہوتے تھے جنکو عربی میں حرا کہتے ہیں۔ ان سے روغن لفظ دگریک فارسی کے شیشہ بھر کر مارتے تھے۔ جو دشمن کے جہازوں میں آگ لگا دیتے تھے اور خود پانی سے بھی بچھ نہیں سکتے تھے۔

ملک کی آبادی۔ امن و آمان۔ مامون کی بیدار مغزی اور جزئیات پر اطلاع۔ عدل و انصاف۔ غیر قوموں کے حقوق

دولت عباسیہ کے امن و انتظام۔ ترقی۔ اور وسعت کے منانے جو روز ہم سننے رہتے ہیں۔ حق پوچھے تو ہارون و مامون کے ہی عہد حکومت نے اس خاندان کو یہ عام ناموری دی ہو۔ تجارتیں تمام آزاد تھیں۔ نئے نئے شہر آباد ہوتے جاتے تھے۔ ایک ایک قصبہ بلکہ ایک ایک گاؤں میں چٹنے اور نہرین جاری تھیں جو حاکمان ہنسلع۔ اور زمیندار و جاگیرداروں کے ذاتی مصارف سے ہمیشہ بنتی رہتی تھیں اور جنگی وجہ سے زراعت کو روز افزون ترقی حاصل تھی

۱۔ مقدمہ بن خلدون ذکر۔ قیادۃ الاساطیل

ماسون نے سلطنت کے بڑے بڑے اضلاع کا دورہ کیا۔ اور ہر جگہ دو دو چار چار دن قیام کر کے مناسب انتظامات جاری کیے۔ سترہم میں جب مرفے عراق کو روانہ ہوا سرخس۔ طوس۔ ہمدان۔ جرجان۔ نردان۔ رے۔ اور دوسرے اضلاع میں ہفتون قیام کیا۔ اور ملک کے اصلی حالات سے واقفیت پیدا کی۔ علامہ۔ مفسر ترمذی نے کتاب الخطط و الآثار میں لکھا ہے۔ کہ جب ماسون نے مصر کے علاقوں کا دورہ شروع کیا تو بہر گاؤں میں کم سے کم ایک رات دن ٹھہر گیا۔ مقام طرابلس میں پہونچا تو معمول کے خلاف وہاں قیام نہیں کیا۔ اور آگے بڑھا۔ اس گاؤں کی مالک ایک بڑھیا تھی۔ یہ خبر سکر ماسون کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور عرض کیا کہ یہ محرومی میری ہی قسمت میں کیون لکھی تھی۔ ماسون اس کا ہمان ہوا۔ اس نے اپنی حیثیت کے موافق دعوت کا سامان کیا۔ اور رخصت کے وقت دس پتیلی اشرفیان ایک ہی سہ کے سکے کی نذر میں پیش کیں۔ ماسون حیرت میں رہ گیا اور کہا کہ دعوت کیا کم تھی تم نے یہ تکلیف کیون گوارا کی۔ جس کا قبول کرنا میری فیاضی کے خلاف ہے

بڑھیا نے کہا کہ سونا تو ہمارے گاؤں کی مٹی سے پیدا ہوتا ہے۔ اور اس لئے ہم لوگوں میں اس کی کچھ قدر نہیں ہے۔ میں نے جس قدر حضور کی خدمت میں حاضر کیا ہے۔ اس کو بہت زیادہ اب بھی میرے پاس موجود ہے۔

اس حکایت سے ماسون کے حسن انتظام۔ اور ملک کی مرفہ الحالی دونوں کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ملک کے ہر حصہ میں۔ مغدور۔ محتاج۔ یتیم۔ بیوہ۔ سب کے روزیے مقرر تھے جو شاہی خزانے سے وقت میں پر ان کو ملا کرتے تھے۔ یہ بات سلطنت کے ضروری قوانین میں داخل تھی کہ جو شخص فقر و فاقہ کا ش کی ہو اس مقام کا حاکم۔ یا اس کو کوئی کام دے یا بیت المال سے وظیفہ مقرر کر دے۔

ماسون نے خراسان کے زمانہ حکومت میں غفلت کی تھی اس کا خمیازہ بذت تک کھینچنا پڑا تھا۔ اس لئے بنیاد میں اگر اس کا طرز حکومت بالکل بدل گیا۔ اب اس کو ایک ایک جزئی واقعہ اور عام حالات کی اطلاع کا کچھ ایسا عشق ہو گیا کہ شکر تعجب ہوتا ہے۔

سترہ سو عجزہ عورتیں مقرر تھیں جو تمام دن شہر میں پھرتی تھیں۔ اور شہر کا کچا چٹھا اس کو پہنچاتی تھیں۔ لیکن مامون کے سوا اور کسی کو ان کے نام و نشان سے اطلاع نہ تھی۔ ہر صیغہ پر جدا گانہ خفیہ نویس اور واقعہ نگار مقرر تھے۔ اور ملک کا کوئی ضروری واقعہ اس سے مخفی نہیں رہ سکتا تھا۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اس قسم کی کاوش کا جو عام اثر ہوتا ہے یعنی ہر شخص سے بدگمان ہو جانا اور عوام کی آزادی سے تعرض کرنا۔ مامون اس سے بالکل بری تھا۔ اس کی تاریخ زندگی کا ایک ایک حرف چھان ڈالو ایک واقعہ بھی ایسا نہیں مل سکتا جس سے اس کی اس کارروائی پر حرف آ سکے۔ بخلاف اس کے اس محکمے نے رعایا کے حق میں عجیب عجیب فیاضیاں دکھائیں۔

ایک دن کسی سپاہی نے ایک شخص کو بیکار میں پکڑا وہ درونک آواز سے چلایا کہ وہ داعی راہ لینے جائے عمر رقم کمان ہو، مامون کو اطلاع ہوئی اس شخص کو طلب کیا اور کہا کہ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عدل شکو یا د آیا۔ اس نے کہا ہاں۔ مامون نے کہا۔ وہ خدا کی قسم اگر میری رعیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سی رعیت ہوتی تو میں ان سے بھی زیادہ عادل ہوتا۔ پھر اس کو کچھ انعام دلایا اور سپاہی کو موقوف کر دیا۔

ایک بار ایک شخص نے عرضی دی کہ بیت المال سے کچھ وظیفہ مقرر ہو جاوے مامون نے بلا کر پوچھا کتنے بال بچے ہیں۔ اس نے بڑھا کر تعداد بتائی۔ چونکہ مامون ایک ایک جزیی واقعہ کی خبر رکھتا تھا اس کا چھوٹ نہ چل سکا۔ دوسری بار اس نے پھر عرضی لگی اور جو تعداد تھی سوچ بچ بتا دی۔ مامون نے اب عرضی پر لکھ دیا کہ اس کا روزیہ مقرر کر دیا جائے۔

اتوار کے دن ہمیشہ صبح سے ظہر تک دربار عام کرتا تھا جس میں حناص و عام کس کے لئے کچھ روک نہ تھی اور جہاں پہونچ کر ایک کمزور فرد کو اپنے حقوق میں حناصان شاہی کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ ہوتا تھا۔

ایک دن ایک شکستہ حال بڑھیا نے دربار میں آکر زبانی شکایت پیش کی کہ ایک

۱۲۰۰ھ شمار الدول قمرانی۔ خلافت مامون ۱۹۰۰ھ ابن خلکان۔ ترجمہ فرار غوی ۱۲

۱۲۰۰ھ یحییٰ بن داہم یاقین صفحہ ۳۷۹ ۱۲۰۰ھ رسالہ حکم و آداب صفحہ ۶۰

ظالم نے میری جائداد چھین لی ہے۔ مامون نے کہا دو کس نے۔ اور وہ کہاں ہے۔ اس نے اشارہ سے بتایا کہ وہ آپ کے پہلو میں مامون نے دیکھا تو خود اس کا بیٹا عباس تھا۔ وزیر اعظم کو حکم دیا کہ شہزادے کو بڑھیا کے برابر لجا کر کھڑا کرے۔ اور دونوں کے اظہار سنے۔ شہزادہ عباس رُک رُک کر آہستہ گفتگو کرتا تھا۔ لیکن بڑھیا کی آواز بیاباکی کے ساتھ بلند ہوتی جاتی تھی۔ وزیر اعظم نے روکا کہ خلیفہ کے سامنے چلا کر گفتگو کرنا خلاف ادب ہے۔ مامون نے کہا نہیں جس طرح چاہے آزاد سے کہنے دو۔ سچائی نے اس کی زبان تیز کر دی ہے۔ اور عباس کو گونگا بنا دیا ہے۔ اخیر مقدمہ کا فیصلہ بڑھیا کے حق میں ہوا اور جائداد واپس لا دی گئی۔

مامون کی آزاد پسندی نے اس کے عمال کو بھی اصول انصاف میں مہایت آزاد ادب دیا کر دیا تھا۔

ایک بار خود مامون پر ایک شخص نے تیس ہزار کا دعویٰ دائر کیا۔ جس کی جوابدہی کے لئے اسکو دارالقضا میں حاضر ہونا پڑا۔ خدام نے قالین لاکر چھایا کہ خلیفہ اس پر تشریف فرما ہو لیکن قاضی القضاۃ نے مامون سے کہا کہ یہاں آپ دروغی دونوں برابر درجہ رکھتے ہیں۔ مامون نے کچھ برانہ مانا۔ بلکہ اس کے صلہ میں قاضی القضاۃ کی تنخواہ اضافہ کر دی۔

مامون کی فیاض لایف پر اگر کچھ نکتہ چینی ہو سکتی ہے۔ تو یہ ہو سکتی ہے۔ کہ اس کا رحم و انصاف اعتدال کی حد سے آگے بڑھ گیا تھا۔ جس کا یہ اثر تھا کہ اس نے اپنے ذاتی حقوق کو بالکل نظر انداز کر دیا تھا۔ بد زبان شعرا اس کی بھونچ لگتے تھے۔ مگر خبر نہیں ہوتا تھا خود اس کے خدام گستاخان کرتے تھے۔ لیکن اس کو مطلقاً پروا نہیں ہوتی تھی وہ عیسیٰؑ نے ایک بھونچ اس کی نسبت لکھا۔

شاد و بذکرک بعد طول خمولہ

واسننقد ولک من الحضیض ولا وھلہ

یعنی میری قوم نے تیرے نام کو جو بالکل بجا ہوا شہرت دیدی۔ اور تجھ کو لپٹی سے نکال کر

لے دیکھو واسطۃ السلوک فی احوال الملوک۔ عقد الفرید جلد اول صفحہ ۱۲۷ مستطبر صفحہ ۱۱۰ جلد اول ۱۲۷

اس زمانہ کا ایک مشہور شاعر تھا۔ اور بھونچائی میں مشہور تھا ۱۲۷

بلندی پر بٹھا دیا۔ مامون نے یہ ہجو سنی تو صرف یہ کہ وہ عجل کو ایسی غلط بات کہتے تو را شرم نہیں آتی۔ میں گناہ کس دن تھا۔ پیدا ہوا تو خلافت کی آغوش میں پیدا ہوا اور دودھ پیا تو اسی کی چھائیوں کا پٹیا۔

ایک بار مامون کا چچا ابراہیم شاکہ ہوا کہ عجل کی بدزبانیان حد سے گزر گئیں میری ایسی جڑی ہجو لکھی ہے جو کسی طرح درگزر کے قابل نہیں۔ ابراہیم نے اس ہجو کے کچھ اشعار بھی سنائے۔ مامون نے کہا: ”چچا جان۔ اُس نے میری ہجو۔ اس سے بھی بڑھ کر لکھی ہے۔ اور چونکہ میں نے درگزر کی۔ امید ہے کہ آپ بھی ایسا ہی کریں گے۔ عجل کی یہ وہ گونئی سے سارا دربار نالان تھا۔ ابوسعید مخرومی نے چند بار۔ مامون کو بھڑکایا کہ آئندہ درگزر کہاں تک۔ مامون نے کہا: ”اچھا اگر بدلا ہی لینا ہے تو تم بھی اُس کی ہجو لکھ دو۔“ مگر صرف یہ لکھو کہ عجل لوگوں کی ہجو میں جو کچھ کہتا ہے غلط کہتا ہے۔“

مامون اکثر کہا کرتا تھا کہ مجھ کو وہ عفو میں جو نرا آتا ہے۔ اگر لوگ جان جائیں تو جرم اور نافرمانی کو میرے پاس تحفہ لیکر آئیں۔“

مختلف وقتوں میں وزراء۔ حساندان خلافت۔ حکام۔ عمال۔ کی شکایت میں انھوں نے جو عرضیاں دی ہیں۔ اور مامون نے ان پر اپنے خاص لفظوں میں احکام کیے ہیں۔ انہیں سے چند اس موقع پر ہم نقل کرتے ہیں۔ عرضیوں کی عبارت سے چند ان ہم کو غرض نہیں صرف یہ بتا دین گے کہ کس کی نسبت تھی۔ لیکن جو احکام ہیں وہ مامون کے خاص الفاظ ہیں۔ جن کا ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

عرضیان	مامون کی تحریر
ابن ہشام کی نسبت	شریف کی یہ پہچان ہے کہ اپنے بڑے کو دبائے اور چھوٹے سے خود دب جائے۔ تم کس میں ہو
ہشام کی نسبت	جس وقت تک ایک شخص بھی میرے دروازہ پر تیرا شاکی موجود ہو گا تجھ کو میرے دربار میں رسائی نہ ہوگی

صفحہ تاریخ انعام سوٹی۔ دہن خلکان ترجمہ و عجل ۱۲
 ۱۲ ان نویجات کو مصنف عقدا العزیز نے توفیقاً المامون کے ذیل میں بالفاظ نقل کیا ہے

عربیوں	مامون کی تحریر
ابو عباد کی نسبت	اے ابو عباد حق اور باطل میں کچھ رشتہ نہیں ہے
ابو عیسیٰ کی نسبت	«فاذا انفخ فی الصور فلا الشائب بلینہم» یعنی جب نفع ضرور ہو گا جو مامون کا بھائی تھا تو نسب جاتے رہیں گے
حمید طوسی کی نسبت	حمید طوسی - تقرب درگاہ پر نہ بیھو لنا - حق - ہیں - تو - اور کینہ عسلا م دونوں برابر ہیں -
بن الفضل طوسی کی نسبت	تیرا - بے تمیز اور درشت خو ہو تا تو میں نے گوارا کر لیا - لیکن رعایا پر ظلم کرنا - تو نہیں بڑاشت کر سکتا ہوں -
عمرو بن مسعدہ کی نسبت	اے عمرو اپنی دولت کو عدل سے آباد کر - ظلم تو اس کا ڈھائی ہے والا ہے -

ابن موقع پر جب ہم مامون کے عدل و انصاف کی داستان سنا رہے ہیں تو ہمارا حسد من ہے۔ کہ اس کے عہد خلافت کی سلسل بننا و قوں پر ایک اجمالی مگر دقیقہ میں نگاہ ڈالیں کیونکہ عام خیال - انصاف - اور بناوت - کو ہم عصر نہیں فرض کر سکتا - مامون کی تاریخ اس قسم کی تاگزیر معرکہ آرائیوں سے مملو ہے - لیکن جو کچھ ہو اتفاقی واقعات کا نتیجہ تھا - ورنہ اس خصوص میں اُس کا دامن انصاف ہر ایک قسم کے داغ سے پاک ہے -

ہارون الرشید کا دربار دو مختلف قوتوں یعنی عرب و ایرانی نسل سے مرکب تھا یہ وراثت اُسکے دونوں بیٹے مامون و امین میں اگر منقسم ہو گئی - مامون ماں کی طرف سے عجی تھا - اُس کا وزیر بھی ایک نو مسلم مجوسی تھا - تقسیم کی رو سے ملک جو صوبے ملے وہ بالکل عجم کے حصے تھے - ان باتوں کا لازمی اثر تھا کہ گروہ عرب کو مامون کے ساتھ کچھ بددی نہ ہو امین سے جب معرکہ شروع ہوئے تو وہ قطعاً ہمت ہار چکا تھا - لیکن **دور الیرسلین** اسکا ندیم اور وزیر تھا - ثابت قدم رہا اور اپنے من تدبیر سے آخر کامیاب ہوا -

مامون نے بے شبہ اس کے صلے اعتدال سے کچھ بڑھ کر مراعات کی اور اُس کو سیاح و سفید کا مالک بنا دیا - اسی بات پر عرب کا گروہ بگڑ گیا - لیکن مامون کو اس وجہ سے

اس واقعہ کی اطلاع نہ ہو سکے کہ ذوالریاستین کے اقتدار نے اصل حالات سے مطلع ہونے کے تمام تار کے بند کر دیے تھے۔

سادات جو خلافت کو اپنا ازلی حق سمجھتے تھے ہمیشہ ایسے موقعوں کی تاک میں رہتے تھے ہر طرف اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور تمام ملک ہلا دیا اس حالت میں اگر کسی سے ہمدردی کی توقع ہو سکتی تھی تو وہ صرف عباسی خاندان تھا۔ لیکن مامون نے حضرت امام علی رضا کو دلچسپ بنا کر یہ بات بھی کھو دی۔ مدت تک بناوٹ کا سلسلہ قائم رہا۔ اور اس وجہ سے طول پکڑتا گیا کہ سادات پر مامون کسی قسم کی سختی نہیں کر سکتا تھا وہ یوں ہی نرم دل اور فیاض طبع تھا۔ اسپرشیہ پن کے پر تو نے اور بھی سادات کا گردیدہ کر رکھا تھا۔ ان باغیوں پر قابو پاتا تھا اور چھوڑ دیتا تھا۔ لیکن وہ اور بھی شوخ اور تیز ہوتے جاتے تھے۔

اس سلسلہ کے علاوہ اور جو بناوٹیں چوئیں وہ ایسی ہی عام بناوٹیں ہیں جیسے کہ شخصی حکومت میں ہوا ہی کرتی ہیں۔ ہم کو ایشیا کی کوئی سلطنت ایسی نہیں معلوم ہے جہاں آئے دن ایسے معمولی فتنے نہیں اٹھا کرنے۔ اسکے ساتھ ہمکو یہ بھی خیال کرنا چاہیے کہ اُس وقت رعایا سے ہتھیار لے لینے کا کوئی قانون نہ تھا۔ اور اس وجہ سے سلطنت اور رعایا کی قوت ایک جثیت سے یکساں نسبت رکھتی تھی۔

ان سب پر اتنا اور مستزاد کرنا چاہیے کہ جن لوگوں نے بناوٹ کے علم بلند کیے وہ اکثر عرب کی قوم سے تھے جو آج تک اطاعت کے حلقے سے آزاد رہتی آئی ہے۔ اور شاید ہمیشہ ایسی ہی آزاد رہے گی۔ شاید ایک معترض نہایت آسانی سے مامون پر یہ الزام لگائے کہ ذوالریاستین جس نے مامون کی بنیاد حکومت کو گرتے گرتے سنبھال لیا خود مامون کے اشارے سے قتل کیا گیا۔ لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ آخر علاج کیا تھا۔ نہ ذوالریاستین اپنی خود سری سے باز آ سکتا تھا۔ نہ اہل عرب اسکے سامنے سر جھکا سکتے تھے۔ موقع ایسا آ پڑا تھا کہ بقائے خلافت۔ اور ذوالریاستین کا اجتماع ناممکن ہو گیا تھا۔ مامون نے بے شبہ ذوالریاستین کو خلافت کی تذکرہ دیا۔ اب اگر یہ الزام کی بات ہے تو ہو ہم مامون کو اُس سے نہیں بچا سکتے۔ یاں اس کا جواب ہمارے پاس بھی نہیں کہ۔

ذوالریاستین کے قاتلون کو اُس نے کیون قتل کرا دیا۔ شاید پالیسی کے وسیع قانون میں یہ باتیں جائز رکھی گئی ہوں۔

ایک بار مامون نے احمد بن داؤد سے مخاطب ہو کر ایک نہایت پولیٹیکل تقریر کی تھی جس کا اس موقع پر نقل کرنا نہایت موزون ہے۔ اُس نے کہا کہ بادشاہ بعض وقت اپنے خاص امکان دولت کے ساتھ جو باتیں کر گزرتا ہے۔ عوام ہرگز اُس کا انصاف نہیں کر سکتے وہ دیکھتے ہیں کہ وزیر یا نائب السلطنت نے جو وفاداریاں کیں۔ اُن کے بارے حکومت کی گردن کبھی ہلکی نہیں ہو سکتی وہ بے تکلف رائے لگا لیتے ہیں کہ بادشاہ نے جو کچھ کیا صرف حسد یا تنگدلی کی وجہ سے کیا لیکن اُن کو کیا معلوم ہے کہ اُس کے بعض افعال خود سلطنت کے خاتمہ برائے نام ہیں۔ اب بادشاہ دو مجبوروں میں گھر جاتا ہے۔ نہ اس راز کو عوام پر ظاہر کر سکتا ہے نہ اُس وزیر یا نائب سے درگزر کر سکتا ہے۔ مجبورانہ وہ کر گزرتا ہے۔ جو ظاہر میں نہ کرنا چاہیئے۔ وہ جانتا ہے کہ عوام تو کیا خواص بھی اُس کو معذور نہ رکھیں گے لیکن ضرورت کسی کی نکتہ چینی کی پروا نہیں کر سکتی یا شخصی حکومت کا زور مامون کے عہد میں بھی پوری قوت کے ساتھ قائم تھا۔ لیکن وہ اس بدعت کا سوچ نہیں ہے۔ اور اگر اُس کی چلی تو اس حالت میں ایک مفید انقلاب پیدا ہو جاتا۔ نہوائتہ۔ اور عباسیہ۔ دونوں نے اپنے طریق عمل سے خلافت اسلام کو خاندانی ترکہ قرار دیا تھا۔ مامون پہلا شخص ہے جس نے اس جابرانہ قانون کو مٹا دینا چاہا۔ اگرچہ افسوس ہے کہ کامیاب نہ ہو سکا۔ اُس نے بڑی تحقیق اور تجربہ کے بعد ایک ایسے برگزیدہ شخص کو ولیعہدی کے لئے انتخاب کیا جو خاندان شاہی سے کچھ واسطہ نہیں رکھتے تھے بلکہ خاندان عباس اُن کے ساتھ ایک موروثی رقابت کا خیال رکھتا تھا۔ یہی بات تھی کہ اُن کے انتخاب پر آل عباس دفعۃً برہم ہو گئے اور تمام ملک میں بغاوتیں برپا ہو گئیں۔ تاہم مامون نے وہی کیا جو سچے کائنات کی رو سے اُس کو کرنا چاہیئے تھا۔ جب اوٹونز ہر وید یا گیا۔ اور مامون کو پورا تجربہ ہو گیا کہ جو خاندان ڈیڑھ سو برس خلافت پر قبضہ کرتا آیا ہے وہ کسی طرح اپنے فرضی حق سے باز نہیں آ سکتا تو مجبورانہ

اُس نے بھی وہی کیا جو اُس کے اسلاف کرتے آئے تھے تاہم اس بات سے کہ اُس نے اپنی اولاد کو چھوڑ کر جو حکومت کی قابلیت بھی رکھتی تھی۔ اپنے بھائی کو منتخب کیا۔ ایک ایسی عالی حوصلگی اور سچی بے غرضی کا ثبوت ملتا ہے۔ جو تمام تاریخ اسلام میں بے نظیر ہے۔ گو مامون کی اولاد خلافت کے ناقابل نہ تھی۔ مگر اس میں شک نہیں کہ اُس کا لائق بھائی جو اپنے عہد میں مقتضی باللہ کے لقب سے پکارا گیا قابلیت سلطنت کے لحاظ سے حق سابق رکھتا تھا۔

مامون کے عہد میں دوسری قوموں کو جو حقوق حاصل تھے۔ مذہب سے مذہب گورنمنٹ میں بھی اُس سے زیادہ نہیں ہو سکتے۔ یہود۔ مجوس۔ عیسائی۔ لاندہب۔ اُس کی وسیع حکومت میں نہایت آزادی سے بسر کرتے تھے۔ خاص دارالخلافت بغداد میں بہت سے گرجے اور چرچ نئے تعمیر ہوئے موجود تھے۔ جن میں رات دن ناقوس کی صدائیں گونجتی رہتی تھیں۔ دربار میں ہر مذہب و ملت کے علماء و فضلا حاضر رہتے تھے۔ اور مامون اُن کے ساتھ نہایت عزت و توقیر سے پیش آتا تھا۔ جبریل بن بختیشوع جو ایک عیسائی فاضل تھا اُس کی اس قدر توقیر کرتا تھا کہ عام حکم دیدیا تھا کہ جو شخص کسی ملکی عہدہ پر مقرر کیا جائے پہلے جبریل کی خدمت میں حاضر ہو۔

خراسان میں جو کالچ بنوایا تھا اس کا پرنسپل یعنی مستم اعظم ایک عیسائی کو مقرر کیا جس کا نام یثوع تھا۔ اُس کی بے تعصبی کے ثبوت کے لئے ہم ذیل کی حکایت کافی سمجھتے ہیں۔ جبکی نظر آج بھی کسی مذہب ملک میں نہیں مل سکتی

عبدالیسح بن اسحق کنندی جو ایک عیسائی عالم اور معزز ملکی عہدے پر ممتاز تھا مامون کے ایک عزیز کا دلی دوست تھا۔

اُس ہاشمی نے عبدالیسح کو نہایت نرم لفظوں میں ایک دوستانہ خط لکھا کہ وہ اگر آپ مذہب اسلام قبول کر لیں تو خوب ہو۔ جبکہ افسوس ہے کہ ایک ایسے سچے مذہب کی طرف جیسا اسلام ہے اب تک آپ مائل نہیں ہوئے ہیں! اس خط کے جواب میں عبدالیسح نے جو کچھ لکھا کوئی

۱۲ دیکھو طبقات الاطبار ترجمہ جبریل بن بختیشوع ۱۲ لکھ انسائیکلو پیڈیا۔ برٹانیکا۔ ذکر مامون الرشید۔ ۱۲

شخص جب تک خود نہ دیکھ لے اس کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ اس برگزیدہ رہنمائے خلق یعنی محمد مصطفیٰ ص اور قرآن مجید و صحابہ کی نسبت وہ الفاظ لکے کہ سنگردل کانپ جاتا ہو یہ پورا خط جو ایک رسالہ کی شکل میں ہے۔ بمقام لنڈن مطبع گلبرٹ اور رومنگٹن۔ پتوٹے دن ہوئے چھا پا گیا ہے۔ میں نے خود اسکو دیکھا اور ناظرین کو یقین دلانا ہوں کہ دیکھنے کے وقت ایک ایک حرف پر میرا دل لرز جاتا تھا۔ اگر آج عبدالمسیح زندہ ہوتا تو تعزیرات ہند کے اثر سے کبھی نہ بچ سکتا۔ مامون کے سامنے یہ خط پیش ہوا تو اس نے پڑھ کر صرف یہ کہا کہ درجو مذہب دنیا کے کام کا ہے وہ زروشت کا مذہب ہے۔ اور جو بعض آخرت کے لئے مفید ہے وہ عیسائی مذہب ہے۔ لیکن دین و دنیا دونوں کے لئے جو مذہب مومن ہے۔ وہ اسلام ہے۔

ان باتوں پر بھی مامون کی تاریخ کو ہم بیدار نہیں کہہ سکتے ہم کو ڈر ہے کہ آگے چلکر ٹرانس ہے کہ اس پر بھی یورپین مصنفین کو شکیں نہیں ہے۔ اور وہ تاریخی تصنیفات میں بھی ہیشہ بادشاہان اسلام پر ایسے طریقے سے حملہ کرتے ہیں۔ جسکی اصلی زو اسلام پر پڑتی ہے۔ ناواقف مومنین ایک طرف مسٹر ہارمٹ جیکی عربیت کا کھوکھو بھی اعتراف ہے۔ اور جیکی نظم و نثر عربی و فارسی کا مجموعہ حال میں چھا پا گیا۔ تاریخ ہر ادون الرشید کے صفحہ ۲۲۴ میں لکھتے ہیں کہ دو اسکے پیہدہ درباریوں نے یہ بات اس کے ذہن نشین کر دی تھی۔ بلکہ کثیر اسلام اس بات کو اس وقت میں اوپر کچھ مسلمان اب بھی سمجھتے ہیں کہ کافر خدا کی مخلوق ہی نہیں کہا جاسکتا۔

ہم نہیں جانتے کہ پامر صاحب کو ایسے محیط اور عام اتہام کی جرأت اپنی حامیانہ تاریخ دانی پر کیونکر ہوئی جس تاریخ پر انکو ناز ہے۔ وہ ہمارے سامنے موجود ہے۔ پامر صاحب اگر یہ بات یاد رکھتے تو اچھا ہوتا۔ کہ جب خدا کی دنیا مسلمان تھندی کے ہاتھ میں دیدی گئی تھی۔ تو جن لوگوں نے ہزاروں لاکھوں چرچے اور گرجوں کی حفاظت کا قطعی معاہدہ لکھ دیا وہ خلفاء راشدین تھے۔ جو ہر زمانہ میں مسلمانوں کے رہنمائے گل مانے گئے ہیں کیا عمر بن عبدالعزیز جنہوں نے دمشق کے عامل کو فرمان بھیجا کہ وہ ولید نے گرجے کو توڑ کر مسجد میں جو اضافہ کر لیا تھا۔ وہ دھا دیا جائے اور عیسائیوں کو اجازت دیجائے کہ وہاں پھر اپنا گرجا بنالیں اور عمر ثانی نہیں تسلیم کئے گئے ہیں اور کیا وہ لاکھوں گرجوں مسلمانوں کے جائز قائم مقام نہ تھے۔ کیا خاص دولت عباسیہ کے عہد میں

جہاں مامون کے مذہب کا ذکر آئے گا ایک خاص مسئلہ میں اس کا مذہبی جنون دیکھ کر
شاید ناظرین اس کی تمام خوبیاں و فضیلتاں بھول جائیں۔

ذوقِ علمی - رصد خانہ - زمین کی پیمائش - فنونِ فلسفہ کے ترسے علوم کی اہمیت

اگرچہ خاندانی جھگڑے پر زور بننا و تین - روم کی اہمات - بار انتظام - اتنے کام تھے۔
جو مامون کے روزانہ اوقات - اور دل و دماغ کو مصروف رکھتے تھے۔ تاہم اس کے علمی
ذوق پر غالب نہیں آسکتے تھے۔ جب وہ مصر گیا تو ایک شخص نے اسکو مبارکباد دی کہ آج
عراق - حجاز - شام - مصر سب آپکے زیرِ نگین ہیں۔ اور رسول اللہ کے ابنِ عمر ہونیکا شرف

اور اختلاف بغداد میں سیکڑوں ہزاروں مالیشان سے گربے نہیں تعمیر ہوئے۔ جہاں نہایت آزادی سے ہر ایک قسم
کی مذہبی رسوم ادا کی جاتی تھیں۔ ہم پامر صاحب کے ہم خیال مصنفین کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر ان کو شبہ ہو
تو - دیر الروم - دیر اشونی - دیر الثعالب - دیر دثا - دیر دالس - دیر سمالو - دیر غدار - دیر العارصہ - دیر
الزریقہ - دیر الزندرو کے حالات فتح البلدان میں پڑھیں۔ عضد الدولہ و علی کہ دینی خاندان کا سربراہ اور
خلافت بغداد کی قسمت کا مالک تھا۔ اس کا وزیر اعظم نصر بن ہارون ایک عیسائی رئیس زادہ تھا۔ اسی نے عضد الدولہ
کی خاص اجازت سے تمام ممالک اسلامی میں چرچ اور گربے تعمیر کرائے

بے شبہ مسلمانوں میں ایسے بھی تنگ دل لوگ گذرے ہیں جو دوسرے مذہبوں کی آزادی کو صدمہ پہنچاتے تھے
لیکن یہ شخصی حالتیں ہیں۔ اور ان سے عام رائے کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ ہم کو معلوم ہے کہ علی بن سلمان گورنر
مصر نے مصر کے تمام گربے ڈھا دیے تھے۔ لیکن اسی کے ساتھ ہم اس سے بھی واقف ہیں کہ عیسیٰ
بن موسیٰ نے جو خاندان عباسی سے تھا اور سالہ دین مصر کا گورنر مقرر ہوا۔ خاص سرکاری خزانہ سے
سالہ بغداد میں عیسائیوں کے ادبیت سے گربے تھے لیکن ہم نے مشہور اور ممتاز گرجوں کے نام کچھ ہیں بعض
گربے خاص خاص تیوہاروں کے لئے مخصوص تھے جہاں اوقات معینہ پڑا جمع ہوتا تھا اور بڑی شان و شوکت
سے عیسائی اپنے مراسم مذہبی ادا کرتے تھے ۱۲ سالہ دیکھو روضۃ الصقاہ - حبیب السیر فی سلطنت عضد الدولہ ۱۲

ان سب پر مستزاد ہے۔ ماموں نے کہا: ہاں مگر یہ آرزو مہنوز باقی ہے کہ مجلس عام میں شائقینِ حدیث جمع ہوں اور متلی میرے سامنے بیٹھا ہوا اور کہے کہ ہاں وہ کیا حدیث ہے میں بیان کرنا شروع کروں کہ حماؤں نے یہ روایت کی "الخ" بچپن میں وہ اسلامی علوم کو حد کمال تک حاصل کر چکا تھا۔ اب فلسفہ پر مائل ہوا۔ اور دن رات اسی تذکرے میں بسر کرتا تھا۔ اس کے علمی ذوق کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس کی آستینوں پر اقلیدس کے مقالہ اوسے کی شکل پنجم کا طعرا بنا ہوا تھا۔ کیونکہ یہ شکل اس کو نہایت مرغوب تھی۔ اسی وجہ سے عربی میں پانچویں شکل کو شکلِ مامونی کہتے ہیں۔ غالباً ماموں کے سوا اور کسی بادشاہ اسلام کو یہ فخر نہیں حاصل ہے کہ اس کے نام سے کوئی علمی اصطلاح قائم ہوئی ہو۔

سہارون الرشید کا قائم کیا ہوا بیت الحکمتہ موجود تھا جس میں۔ پارسی۔ عیسائی۔ یہودی۔ ہندو۔ مسیحین نوکرتھے۔ اور فنونِ حکمت کے متعلق تصنیف اور ترجمے کرتے رہتے تھے۔ لیکن

(بقیہ صفحہ ۱۲۰) کل گرجے نئے سرے سے تعمیر کرائے۔

مسلمانوں کی حکومت میں دوسرے مذہب والوں کو جو ملی عہدے ملتے رہے ہیں۔ کون گورنٹ اس سے بڑھ کر دیکھتی ہے۔ تاریخ ابنِ فہکان۔ وفاتِ اونیات میں ہم بہت سے یہودی اور عیسائیوں کے نام پاتے ہیں جو مختلف وقتوں میں بڑے بڑے محرز عہدوں پر مستاز رہے ہیں۔ آغا ز اسلام سے عبدالملک بن مروان کی سلطنت تک شام و عراق کا دفتر زوی و فارسی زبان میں رہا اور اتنی وسیع مدت تک خرچ کے حکم میں عموماً دوسری ہی قومیں سیاہ و سپید کی مالک تھیں۔ اکبر و جہانگیر کی فیاضیوں کو تو ہندوستان کا ایک ایک بچ جانتا ہے۔ عمام میل جول۔ کے لحاظ سے دیکھو تو تاریخ کے ہر صفحہ میں مسلمانوں کی بے تعدی کی شہادت ملیگی۔ سیکرٹری عیسائی اور یہودی علماء جو ناباسیوں کے دربار میں تھے ان سے خلفا کس بے تکلفی اور یگانگت سے ملتے تھے۔ جبریل جو ایک عیسائی فاضل تھا۔ اس کو ہارون الرشید نے علاوہ بے انتہا جاگیروں اور ہاتھوں کے یہ عزت و سی ہتی کہ دربار میں جو شخص کوئی باجت پیش کرنا چاہتا تھا۔ اس کو پہلے جبریل کی خدمت میں باضابطہ حاضر ہونا پڑتا تھا۔ اس کا بیٹا مخمشرق جاہ و منزلت اس کے اس پایہ تک پہنچا کہ لباس و آرائش میں خلیفہ متوکل بائند کا ہمسر گنا جاتا تھا خلیفہ المعتصم بائند حکیم سلوہ کی بیماری میں خود عیادت کو جاتا تھا۔ اور جب اس سے انتقال کیا تو ایک دن کھانا نہیں کھایا اور حکم دیا کہ اس کا جنازہ ملے دیکھو و نجوم ظاہرہ فی تاریخ مصر و القاہرہ واقعات سلطنتی جبری

ملہ طبقات الاطباء لابن ابی الصیجۃ میں جبریل اور خلیفہ مشوع کے حالات۔ پڑھو۔

ابنک جو سرمایہ جمع ہوا تھا وہ ماموں کے شوق علمی کے لئے کافی نہ تھا۔

ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک محترم شخص تخت پر جلوہ فرما رہا ہے۔ ماموں نے نزدیک جا کر پوچھا وہ آپ کا اسم مبارک، تخت نشین نے کہا "ارسطو" ماموں پر خوشی کی ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ پھر عرض کیا کہ وہ حضرت دنیا میں کیا چیز اچھی ہے۔ خیالی ارسطو نے جواب دیا جسکو عقل جہاں کہے، دو بارہ ماموں نے درخواست کی کہ مجھ کو کوئی انصیحت ارشاد ہو۔ جواب ملا کہ درتو حید۔ اور صحبت نیک ہاتھ سے نہ دینا۔

اس خواب کا تذکرہ صاحب کشف الظنون نے ذکر حکمت میں اور علامہ ابن ابی اصیبعہ نے حنین کے ربیعہ میں مختلف روایتوں کے ساتھ کیا ہے۔ میں نے جو روایت لکھی وہ نامہ دانشوران ناصری سے لکھی ہے۔

دقیقہ حاشیہ صفحہ ۱۲۱ دار الخلافہ میں لاکر رکھا جاوے اور اس کے عزیز بخود شیخ کیساتھ عیسائیوں کے طریقے کے موافق اس پر نماز پڑھیں خلیفہ معتقد باللہ کے دربار میں جہاں تمام وزراء اور امر و دست بستہ کھڑے رہتے تھے صرف وزیر اعظم اور ثابت بن قرۃ کو جو ایک صابی الذہب عالم تھا۔ بیٹھنے کی اجازت تھی۔ ایک دن معتقد اور ثابت بن قرۃ ہاتھ میں ہاتھ ڈالکر ٹہل رہے تھے۔ کہ وقتاً معتقد نے ہاتھ کھینچ لیا۔ ثابت ڈر گیا۔ معتقد نے کہا۔ ڈرو نہیں۔ میرا ہاتھ تو پر تھا۔ میں نے یہ گستاخی پسند نہ کی اہل علم کا ہاتھ اوپر چاہئے، ابتدا میں مسلمانوں نے ان ہی قوموں سے علوم و فنون سیکھے اور جب خود استاد ی کے رتبہ پر پہنچے تو کس سیر چشمی اور فیاضی سے ان کو علوم و فنون کی تعلیم دے کر شاگردی کا حق ادا کیا۔ ان کا باہمی اخلاص اور آپس کی دوستی اور محبتیں آج بھی تعجب کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ علامہ شمس الدین نے جو مسلمانوں کے ایک بڑے فریق کے پیشوا کے مذہبی ہیں۔ ابواسحق صابی کا ایسا حسرت انگیز مرثیہ لکھا کہ اگر اس کا ہم مذہب اور نہایت ولی دوست بھی نہ کہتا تو اس سے زیادہ درد انگیز اور پراثر نہ لکھ سکتا۔ اس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے کہ علامہ موصوف جب کبھی ابواسحاق صابی کے مزار کی طرف گزرتے تھے تو ہمیشہ اس کی تعظیم کے لئے سواری سے اتر پڑتے تھے اور اس کی قبر کے سامنے سے پیادہ پاگزرتے تھے۔

ہکو انشوسس ہے کہ اس ضمنی بحث کو ہم نے بہت کچھ سمیٹ کر کہا۔ تاہم موقع اور مقام کی حیثیت سے زیادہ لکھ گئے گئے ناظرین معاف فرمائیں۔ لیکن یہ خیال رکھیں کہ ہماری اس بحث کے مخاطب صرف پامر صاحب نہیں ہیں۔ یورپ میں ان کے اور بھی بہت ہم زبان ہیں۔ اور اسی خیال سے ہم نے اس بحث کو ذرا طول دیدیا کہ وہ کچھ نامہ دانشوران ناصری۔ تذکرہ ابواسحق صابی۔ نامہ دانشوران میں اس مرثیے کے چند اشعار بھی نقل کئے ہیں۔ ۱۲۔

ماسون یوں ہی فلسفہ پر مشابہ تھا۔ ارسطو کی زیارت نے اور بھی آگ پر روغن کا کام دیا اس نے
قیصر روم کو خط لکھا کہ ارسطو کی جس قدر تصانیف مل سکیں۔ دار الخلافہ کو روانہ کی جائیں، یہ وہ زمانہ تھا کہ
بادشاہان اسلام کے معمولی خطوط۔ قیصر و حفصہ پر فرمان کا اثر رکھتے تھے۔ قیصر تعمیل ارشاد پر مستعد
ہوا۔ مگر روم کے اطراف میں فلسفہ خود گنہام ہو چکا تھا۔ بڑی تلاش سے ایک راہب ملا جس نے
پتہ دیا کہ یونان میں ایک مکان ہے جو قسطنطین کے زمانے سے مقفل ہے اور جتنے تاجدار اس کے
بعد تخت نشین ہوئے۔ قفسوں کی تعداد بڑھاتے گئے۔ قسطنطین نے فلسفہ کی تمام کتابیں ہر جگہ
سے جمع کر کے اس مکان میں بند کرادی تھیں کہ اگر فلسفہ و حکمت کو آزادی ملی تو دین عیسوی کو سخت
صدے اٹھانے پڑیں گے۔

راہب کی ہدایت پر یہ پرخطر خزانہ کھولا گیا۔ تو بہت سی کتابیں محفوظ ملیں۔ لیکن قیصر کو اب یہ
خیال پیدا ہوا کہ مسلمانوں کے ساتھ ایسی فیاضی مذہباً ممنوع تو نہ ہو۔ ارکان دولت نے متفق اللفظ
عرض کیا کہ ”کچھ مضائقہ نہیں۔ فلسفہ اگر مسلمانوں میں پھیلا تو ان کے مذہبی جوش کو بھی ٹھنڈا کر کے
رہے گا،“ قیصر نے بھی یہی مناسب سمجھا اور پانچ اونٹ لاؤ کہ خاص فلسفہ کی کتابیں ماسون کے
پاس روانہ کیں۔ ماسون نے تصنیفات ارسطو کے ترجمے پر یعقوب بن اسحق کندی کو مامور کیا
جو مختلف زبانوں کے جاننے اور تحقیقات علمی میں عموماً بے نظیر مانا جاتا تھا۔ ماسون نے خود بھی حجاج
بن المطر یوحنا بن البطریق۔ سلما۔ کو جو بیت الحکمت کے مہتمم اور افسر تھے۔ اس عرض سے روم
بھیجا کہ اپنی پسند سے کتابیں انتخاب کر کے لائیں۔ آرمینہ۔ مصر۔ شام۔ سپرس۔ اور دوسرے
مقامات میں بھی قاصد بھیجے اور لاکھوں روپے عنایت کئے کہ جس قدر صرف سے اور جس طرح
ممکن ہو فلسفی تصنیفات ہم پہونچائیں۔ اسی زمانہ میں قسطنطین کا ایک عیسائی فلاسفر اپنے شوق
سے روم گیا۔ اور فنون حکمت کی بہت سی کتابیں ہم پہونچائیں۔ ماسون کو اس کا حال معلوم
ہوا۔ نوبلا بھیجا اور بیت الحکمت میں ترجمے کے کام پر مقرر کیا۔ سہل بن ہارون کو جو ایک فارسی نسل
حکیم تھا۔ جو سیوں کے علوم و فنون کے ترجمے کی خدمت دینی۔

۱۲۴ یہ تمام تفصیل ہم اپنے رسالہ ”مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم“ میں کچھ پچھلے ہیں اور اسکو کسی قدر تغیر کے ساتھ یہاں نقل کر دیا ہے۔ ۱۲

ماموں کی اتفاقات اور توجہ دیکھ کر تمام دربار میں یہ جوش پھیل گیا۔ محمد و احمد و حسن نے جو ماموں کے خاص ندیم۔ اور ہندسہ جیل۔ موسیقی۔ میں استاد و وقت مشہور تھے روم کے اطلس براہین بہت سے ایچی بھیجے اور فنون حکمیہ کی ہزاروں کتابیں منگوائیں۔ دور دراز ملکوں سے مترجم بلوائے اور بیش قرار مشاہروں پر ترجمہ کر کے لے کر رکھا جبریل بن بختیشوع المتونی ۲۱۸ھ ہجری جو ایک عیسائی طبیب اور دربار خلافت کا بڑا ارکن تھا۔ اُس نے بھی ترجمہ کے کام میں بڑی فیاضیاں دکھائیں۔

ہارونی و مامونی۔ فیاضیوں نے مال و دولت کے اعتبار سے اُس کو ایک مستقل والی ملک بنا دیا تھا۔

اس عہد میں جن کتابوں کے ترجمے ہوئے وہ یونانی۔ فارسی۔ کالڈی۔ قبطی۔ شامی۔ زبانون کی تھیں۔

جن بادشاہوں سے دوستانہ تعلق تھا۔ چونکہ ماموں کا میلان طبیعت اسی طرف پاتے تھے۔ اسی مذاق کے تحفہ دے دیا یا بھیجتے تھے۔ ہندوستان کے ایک راجہ نے اپنی ریاست کے

علامہ ابن ابی اصیبتہ نے اپنی تاریخ میں جبریل کی آمدنی و مصارف کا ایک مفصل نقشہ نقل کیا ہے۔ جو جبریل کے مرنے کے بعد اُس کے خزانے میں پایا گیا تھا۔ ہم اس موقع پر صرف آمدنی کی بعض مدات لکھتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوگا کہ خاندان عباسی نے کس بڑے نظیر فیاضی سے اپنے دربار میں اہل کمال جمع کئے تھے۔ اور یہ کہ اُن کی فیاضیوں میں سلطان اور دوسری توہین برابر جہہ رکھتی تھیں۔

تفصیل اعلیٰ عام صیفہ سے دس ہزار درہم ماہوار۔ خاص صیفہ سے پچاس ہزار درہم ماہوار لباس کے لئے پچاس ہزار درہم ماہوار۔ خوراک کے لئے پانچ ہزار درہم ماہوار۔ رہ ذم کے آغاز میں پچاس ہزار درہم۔ فطر کے دن پچاس ہزار درہم۔ خلیفہ کی فصد کے دن ہر دفعہ پچاس ہزار درہم۔ دوا پلانے کے لئے سال میں دو بار پچاس ہزار درہم اس کے علاوہ خاندان شاہی اور دربار وزارت سے جو ردیئے مقرر تھے اُن کی یہ تفصیل ہے۔

زمیدہ خاتون۔ پچاس ہزار درہم سال۔ عباسیہ پچاس ہزار درہم۔ فاطمہ ستر ہزار درہم۔ عیسیٰ بن جعفر پچاس ہزار درہم۔ ابراہیم بن عثمان۔ تیس ہزار درہم۔ یحییٰ بن خالد برکی۔ چہ لاکھ درہم سال۔ جعفر برکی۔ بارہ لاکھ درہم۔ فضل بن یحییٰ لاکھ درہم۔ فضل بن الریث پچاس ہزار درہم۔ ۱۲۰

مشہور حکیم و وہبان کو اس کی خدمت میں بھیجا۔ اور خط میں لکھا کہ مجھ پر یہ آپ کی خدمت میں رونما کرتا ہوں۔ دنیا میں اس سے بڑھ کر مفید اور نامور اور معزز تحفہ نہیں ہو سکتا کہ اس حکیم نے کسی طرح معلوم کیا تھا کہ ایوان کس کے لئے میں ایک صندوق مدفون ہے۔ جس میں نو شیرواں کے وزیر کی ایک نہایت بے مثل تصنیف چھپا کر رکھی گئی ہے۔ ماموں سے کہہ کر اس نے صندوق منگوا یا کھولا گیا تو وہاں کے ٹکڑے میں لپٹا ہوا۔ قسریا سو ورق کا ایک رسالہ ملا۔ ماموں نے اس کا ترجمہ نہایت مستثر ہوا۔ اور فضل بن سہل سے مخاطب ہو کر کہا کہ خدا کی قسم کلام اس کو کہتے ہیں۔ وہ نہیں جو ہم لوگ کیا کرتے ہیں۔

حجاج بن یوسف کوفی۔ قسطن بن لوقا بعلبکی۔ ابو حستان۔ سلیمان بن اسحاق۔ سہل بن ہارون۔ ابو جعفر یحییٰ ابن عدی۔ محمد بن موسیٰ خوارزمی۔ جن بن شاکر۔ احمد بن شاکر۔ علی ابن العباس بن احمد جوہری۔ یعقوب کندی۔ یوحنا بن ماسویہ۔ ابن البطریق۔ محمد بن شاکر۔ یحییٰ بن ابی المنصور۔ ماموں کے دربار کے مشہور مترجم اور بیت الحکمت کے مہتمم تھے۔ ان مترجموں میں سے اکثر کی تنخواہیں بہت کم تھیں۔ ان کے حساب سے ڈھائی ڈھائی ہزار روپیے ماہوار تھیں۔ ترجمہ کا کام دولت عباسیہ میں خلیفہ منصور کے عہد سے شروع ہوا۔ اور ایک مدت تک بڑے اہتمام سے جاری رہا یہ کہنا قریباً صحیح ہے کہ یونان۔ اٹلی۔ وکسلی۔ و اسکندریہ کا کوئی علمی سرمایہ ایسا باقی نہیں رہا جو ترجمہ کے ذریعے سے عربی زبان میں منتقل نہیں ہوا۔ یہی چیز ہے جن کی وجہ سے علمی دنیا میں دولت عباسیہ کی شہرت کی آواز باز گشت آج تک آرہی ہے۔

لیکن بالخصوص ماموں الرشید کا دور اس فخر کے تلج کا طرہ ہے ماموں کے سوا اور عباسی خلفائے ہارون الرشید و امین و معتصم وغیرہ علوم فلسفہ سے محض ناواقف یا برائے نام واقف تھے۔ اور اس وجہ سے ان کے اہتمام و ترجمہ کا اثر وہ نہیں ہو سکتا تھا۔ جو ایک ماہر فن کا ہو سکتا تھا۔ اس سے زیادہ یہ کہ خوش شہرتی سے یا ماموں کی رتبہ شناسی سے مامونی

عہد کے مترجم زبانداں ہونے کے علاوہ حکیم اور مجتہد الفن بھی تھے۔ یعقوب کندی جو اس کے ور بار کا بڑا مترجم تھا مسلمانوں میں ارسطو کا ہم پل تسلیم کیا گیا ہے۔ سلیمان بن خان نے لکھا ہے کہ ”اسلام میں کندی کے سوا اور کوئی شخص فلاسفر کے لقب سے ممتاز نہیں ہوا وہ طب۔ حساب۔ منطق۔ موسیقی۔ ہندسہ۔ طبائع اعداد۔ نجوم۔ کا بہت بڑا ماہر تھا“

ان علوم میں اس کی مستقل تصنیفیں موجود ہیں۔ علامہ بن ابی الصیبعہ نے اپنی کتاب طبقات الاطباء میں اس کی تصنیفوں کی ایک مفصل فہرست لکھی ہے۔ جس میں دو سو بیاسی کتاہوں اور رسالوں کے نام ہیں۔ ان میں سے بعض میں اس نے یونانی حکما کی غلطیاں ثابت کی ہیں۔ بعض میں حالات جدیدہ کا بیان ہے۔ ایک رسالہ ایک آلہ پر لکھا ہے جس سے تمام اجرام کا بعد دریافت ہو سکتا ہے۔ ایک اور آلہ کی ترکیب لکھی ہے جس سے تمام معائنات کا بعد معلوم ہو سکے۔ اس قسم کے اور جدید آلات پر اس نے رسالے لکھے ہیں۔ علوم فلسفہ کے ترجمہ میں اس بات کو بہت بڑا دخل ہے کہ مترجم۔ فن سے مجتہدانہ واقفیت رکھتا ہو۔ اسی بنا پر ابو عیسیٰ نے کتاب المذکرات میں لکھا ہے کہ اسلام میں عمدہ مترجم چار شخص گزرے ”یعقوب کندی جنین بن اسحق۔ ثابت بن قرقہ۔ عمرو بن الفرخان البطری۔ یعقوب کندی نے ترجمہ کے ساتھ اصل کتاب کی پییدگیاں بھی رفع کر دیں۔ اور اس وجہ سے اس کے ترجمے ایک اعتبار سے شرح کی حیثیت رکھتے ہیں۔“

یعقوب کندی کی خاص تصنیفیں جو منطق میں ہیں ایک مدت تک درس میں داخل تھیں اور جب تک حکیم ابو نصر فارابی کی تصنیفیں نہیں شائع ہوئیں انکار و ارج تمام ممالک فارس و خراسان و عراق میں قائم رہا۔ یعقوب کے شاگردوں میں سے۔ حسنویہ۔ نفطویہ۔ سلمویہ۔ احمد بن الطیب کو علمی شہرت حاصل ہے احمد بن الطیب علوم فلسفہ کا بڑا فاضل تھا۔ اس نے اکثر ارسطو وغیرہ کی تصنیفات کے خلاصے۔ کئے اور شرحیں لکھیں۔

ماموں کے ور بار کا دوسرا مترجم جنین بن اسحق جبکانشو و نمسا۔ ماموں ہی کے عہد میں ہوا

۱۔ ویکو طبقات الاطباء۔ ۲۔ آلات یعقوب کندی۔ ۳۔ میں نے جو کچھ اس حکیم کی نسبت لکھا ہے۔ اسی معتمد کتاب سے لکھا ہے۔ جو اپنے باب میں ایک بے نظیر تصنیف ہے۔ ۴۔ جنین کا مفصل تذکرہ طبقات الاطباء میں ملاحظہ کرنے کے قابل ہے۔ ۱۲

ترجمہ کا نامور میر ہے۔ عربیت کی تکمیل خلیل بن احمد بصری سے کی تھی جو لغات عرب کا پہلا مدون اور فن عروض کا موجد ہے۔ یونانی زبان بلا دروم میں جا کر سیکی۔ اول اس نے جبریل مجتشیوع کی خدمت میں رسائی حاصل کی رفتہ رفتہ دربار خلافت میں پہنچا۔ ماموں نے اس کو ترجمے کے کام پر مامور کیا اور زروال سے مالامال کر دیا۔ مشاہرہ کے علاوہ صلہ وانعامات کی کوئی حد نہ تھی۔ مشہور یہ ہے کہ ماموں ہر کتاب کے ترجمہ کے عوض کتاب کے برابر سونا تول کر دیتا تھا۔ لیکن جنین نے خود ایک رسالہ میں دینار کی بجائے درہم کی تصریح کی ہے۔ علامہ بن ابی اصیبعہ نے کتاب طبقات الاطباء میں جو سلسلہ جبری میں تالیف ہوئی لکھا ہے کہ میں نے خود جنین کے بہت سے ترجمے دیکھے جو اس کے کاتب ارزق کے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے۔ اور جن پر ماموں الرشید کا شاہی طغرائہ ہوا تھا۔ ابن ابی اصیبعہ کا بیان ہے کہ ”یہ مترجم کتابیں نہایت جلی خط میں تھیں۔ کاغذ بھی نہایت گندہ تھا اور ہر صفحہ میں صرف چند سطر تھیں۔ غالباً جنین قصداً کتاب کی ضخامت کو بڑھانا چاہتا تھا کیونکہ کتاب کے برابر تول کر اس کو چاندی ملتی تھی“ علامہ موصوف ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اگر اس قدر گندہ اور مضبوط کاغذ پر نہ لکھی ہو تیں تو آج تک یہ کتابیں محفوظ نہ رہ سکتی تھیں۔ علامہ بن ابی اصیبعہ نے حکیم جالینوس کے ذکر میں جالینوس کی ایک سو اکیس کتابوں کے نام اور ان کے مضامین لکھے ہیں۔ پھر لکھا ہے کہ قریباً یہ سب کتابیں جنین نے عربی میں ترجمہ کیں جنین نے ایک رسالہ میں خود جالینوس کی تصنیفات کی تفصیل کی ہے اور کہا ہے کہ میں نے کن شکلوں سے یہ کتابیں ہم پہنچائیں۔ اور ان کے ترجمے کئے۔ وہ لکھتا ہے کہ دو کتاب البرہان کی تلاش میں جزیرہ فلسطین۔ مصر۔ اسکندریہ۔ اور تمام ممالک شام میں پھرا۔ لیکن صرف نصف مقالہ دمشق میں دستیاب ہوا۔ جالینوس کی کتابوں کے ترجمے اور مترجمین نے بھی کئے مثلاً۔ الطائ۔ ابن کی۔ بطریق۔ ابوسعید عثمان دمشقی۔ موسیٰ بن خالد۔ لیکن جنین کے ترجموں سے ان کو کچھ نسبت انہیں ہے علامہ بن ابی اصیبعہ نے موسیٰ بن خالد کے ترجمے خود دیکھے ان کا بیان ہے کہ دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ تعجب ہے کہ جنین خود بھی صاحب تصنیفات تھا۔ طبقات الاطباء میں اس کی خاص تصنیفات کی فہرست تین صفحوں میں نقل کی ہے

جس کو ہم تطویل کے لحاظ سے قلم انداز کرتے ہیں۔
حنین کا نامور فرزند اسحق اور اس کا بھانجا جیش۔ ان دونوں نے ترجمہ کے کام کو بہت
وسعت دی۔ ارسطو کی اکثر فلسفی تصانیف اسحق نے ترجمہ کیں۔

قسطابن لوقا بعلبکی بھی نہایت نامور فاضل اور مختلف زبانوں کا ماہر تھا۔ ابن الندیم
کا بیان ہے کہ وہ طب۔ فلسفہ۔ ہندسہ۔ اعداد۔ موسیقی۔ میں مہارت کامل رکھتا تھا۔ یونانی
زبان نہایت فصاحت سے بولتا تھا۔ عربیت میں کامل تھا۔ علامہ ابن ابی اصیبعہ
نے لکھا ہے کہ اس نے یونان کی بہت سی کتب میں عربی میں ترجمہ کیں اور اکثر پہلے
ترجموں کی اصلاح کی اس کے علاوہ وہ خود بھی صاحب تصنیفات تھا۔
طبقات الاطباء میں اس کی بہت سی تصنیفات کے نام لکھے ہیں۔

خاص ماموں کے عہد میں جس قدر کتابیں ترجمہ ہوئیں۔ اور ان پر جو شرح و حواشی لکھے
گئے۔ ان کی فہرست کے لئے ایک مستقل رسالہ درکار ہے۔
ماموں جس قدر فلسفہ کے دلچسپ مسائل سے آگاہ ہوتا گیا۔ اس کے شوق تحصیل کو
اور ترقی ہوتی گئی۔ اور زیادہ تر تحقیق و تجربے پر مائل ہوا۔

علم جبر و مقابلہ پر اسلام میں اول جو کتاب لکھی گئی۔ وہ اسی عہد کے ایک مشہور عالم محمد بن
موسیٰ خوارزمی نے ماموں کی فرمائش سے لکھی۔ یہ تصنیف آج بھی موجود ہے اور اس قدر جامع
و مرتب ہے کہ گو علمائے اسلام نے جبر و مقابلہ میں سینکڑوں ناور کتابیں لکھیں لیکن
اصل مسائل میں اس سے زیادہ ترقی نہ کر سکے۔

سلاہ تعجب ہے کہ صاحب کشف الظنون نہ صرف ماموں ارشد بلکہ خاندان عباسیہ کی مجموعی کوششوں کو بے وقتی کی نگاہ سے
دیکھتے ہیں۔ وہ علم حکمت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ یونان کی عمدہ اور معظم تصنیفات عربی میں ترجمہ نہیں ہوئیں اور جس قدر
ہوئیں ان میں اکثر غلطیاں رہ گئیں۔

میں اموغ پر صرف اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ صاحب کشف الظنون کو تاریخ الحکماء۔ و طبقات الاطباء لابن ابی اصیبعہ غور
سے پڑھنا چاہیے تھا۔ میں کئی سہ تصنیفات کے ترجموں کا نشان دے سکتا ہوں ۱۲۔

یونانی کتب حکمت میں اُس نے پڑھا تھا کہ کرہ زمین کا دور ۲۴ ہزار میل ہے۔ مزید تحقیق کے لحاظ سے محمد و احمد و حسن کو جو اُس کے خاص ندیم اور مشنوں حکمت کی ترقی و اشاعت میں اُس سے بھی کچھ زیادہ سرگرم تھے۔ حکم دیا کہ دربار میں جو ہیئت دان ماہرین فن ہیں۔ اُن کو ساتھ لیں۔ اور کسی سہوار اور وسیع صحرائیں آلات رصدیہ اور اصول حساب کے استعمال سے کرہ زمین کی پیمائش کریں۔ سنچار کا سطح اور وسیع میدان اس تجربے کے لئے نہایت مناسب مقام تھا۔ ان لوگوں نے پہلے ایک جگہ ٹھہر کر آلات رصدیہ کے ذریعے سے قطب شمالی کا ارتفاع معلوم کیا۔ پھر وہاں ایک کھوٹی گاڑوی اور ایک لمبی رسی اُس میں باندھ کر ٹھیک شمالی کی سمت چلے۔ رسی جہاں ختم ہو گئی۔ وہاں ایک دوسری کھوٹی گاڑوی اور اُس میں ایک رسی باندھ کر پھر شمالی سمت کو چلے اور ایک جگہ ٹھہر کر صدمے دیکھا تو قطب شمالی کا ارتفاع ایک درجہ بڑھ گیا تھا۔ اب جس قدر مسافت طے ہوئی تھی۔ اُسکی مساحت کی تو ۶۶ میل اور دو ثلث میل بٹھری۔ اس سے نتیجہ نکالا کہ آسمان کے ہر ایک درجہ کے مقابل زمین کی سطح ۶۶ میل اور دو ثلث میل ہے۔ پھر اُسی مقام سے ٹھیک جنوب کی طرف چلے اور اُسی طرح رسیاں باندھتے گئے۔ یہاں قطب شمالی کا ارتفاع لیا تو معلوم ہوا کہ ایک درجہ کم ہے۔ اب اس طرح حساب لگایا کہ ایک درجہ کے مقابل زمین کی جو مسافت ٹھہری تھی۔ اسکو تین سو ساٹھ میں ضرب دیا کیونکہ آسمان کے درجہ اسی قدر قرار دئے گئے ہیں۔ اس حساب سے محیط زمین ۲۴ ہزار میل ٹھہرا۔

دولت اسلامیہ میں اول جس نے رصد خانہ کی بنیاد ڈالی اور پیش بہا آلات رصدیہ مہیا کئے وہ یہی نامور خلیفہ ماموں ہے۔ اس کام کے لئے اُس نے علاوہ اُن لوگوں کے جو دربار میں تھے تمام مالک محروسہ سے ہیئت و ہندسہ کے ماہرین فن طلب کئے۔ اور ۱۲۷ھ میں بمقام شامیمہ عظیم اٹھان رصد خانہ قائم کیا۔ جس کے مہتمم بیٹھ ابن ابی المنصور اس المنجین خالد بن عبد الملک مروندی۔ سہد بن علی۔ عباس بن سعید جوہری۔ اور چند راضی و اہل علماء تھے۔ نہایت پیش بہا آلات رصدیہ تیار ہوئے۔ اور آفتاب کے میل کا مقدار اس کے

مرکزوں کا خروج اوج کے مواضع۔ اور چند تیارات و ثوابت کے حالات دریافت کئے گئے۔
 ماموں کے زمانہ تک جس زیتج پر اعتماد کیا جاتا تھا۔ وہ محمد بن ابراہیم فزاری کی تالیف تھی لیکن
 نئی تحقیقات کے بعد ماموں کے ایک بڑے منجم ابو جعفر محمد بن موسیٰ خوارزمی نے جو زیتج ترتیب
 دی۔ اُس کی شہرت مقبول نے اوروں کا نام مٹا دیا۔ یہ زیتج دینا کی تمام مستند زیچوں
 سے ماخوذ تھی۔ اوساط ہندوستان کی زیتج کے مطابق رکھے تھے۔ تعدتیں فارس کی
 تحقیقات کے موافق تھیں۔ اور میل شمس میں بطلمیوس کی رائے کی تھی۔ اُس کے ساتھ
 ترتیب و تقریب کے متعلق خود پسند ایجادیں کی تھیں۔

ماموں کے ایک دوسرے منجم حبش حاسب مروزی نے بھی تین زیچیں تیار کیں مگر اُن
 میں جو تحقیقات جدیدہ کے مطابق اور ماموں کے نام سے منسوب ہے زیادہ مشہور ہوئی۔
 ایشیائی حکومتوں میں کسی چیز کی اشاعت کے لئے صرف یہ بات کافی ہے کہ فرمانروائے
 وقت اُس کا قدر دان ہو۔ لیکن ماموں کے عہد میں چند اور باتیں جمع ہو گئی تھیں۔

اُس وقت تک مسلمانوں میں عدم وثبات کا عام مادہ موجود تھا۔ اور ہر شخص کا دل جوش اور
 آسنگ سے بھر رہا تھا۔ یہ سرگرم طبعیتیں جس طرف رخ کرتی تھیں کوئی دقیقہ اٹھانہیں رکھتی تھیں
 اُس کے ساتھ ماموں کی پایہ شناسی اور فیاضیوں نے اور بھی جوصلے بڑھا دیے اور چونکہ ماموں
 خود نہایت محقق اور ماہر فن تھا۔ اور اُس کے دربار میں فروغ پانا کچھ آسان بات نہیں تھی۔ ملک میں
 کمال کا عام رواج ہو گیا۔

اس عہد میں جب وہ بغداد پہونچا تو قاضی یحییٰ بن اکثم کو حکم دیا کہ علماء و فضلاء میں سے بیس شخص
 انتخاب کئے جائیں جو علمی مجلسوں میں شریک ہوا کریں۔ فرامیں بھیج کر جگہ سے ادیب فقیہ۔ شاعر۔
 مشکلم حکیم۔ طلب کئے۔ اور معقول تنخواہیں مقرر کیں۔

اصحٰی کو جو ایک انجمن روزگار شخص۔ اور لغات عرب میں قریباً ایک خمس اسی کی روایت ہے
 بصرہ سے بلانا چاہا۔ مگر چونکہ اُس نے ضعف اور پیرانہ سالی کا عذر کیا۔ اس لئے حکم دیا۔

۱۔ کشف الظنون ذکر الرصد ۱۲۔ ۲۔ دیکھو جامع اربعہ الہندیہ مطبوعہ فرانس مقام بن محمد بن صفحہ ۱۰۰۔ ۳۔ کشف الظنون ذکر زیتج حبش کا بیان
 ۴۔ نامہ دانشوران ناصر بن صفحہ ۱۱۔ ۵۔ مروج الذهب مسعودی ذکر خلافت قاهر باللہ ۱۲۔

کہ نحو اور ادب کے مشکل مسائل جو دربار کے علما حل نہ کر سکیں۔ اسمعی کے پاس جواب کی غرض سے بھیجے جائیں۔ شاہ یونان کو خط لکھا کہ ”حکیم لیو کو اجازت دی جاوے کہ مجھ کو یہاں آکر فلسفہ پڑھا جائے۔ جس کے عوض میں صلح دائمی کا وعدہ اور پانچ ٹن سونا دینا منظور کرتا ہوں۔“

فراغی کو جو علم نحو کے ارکان میں شمار کیا گیا ہے۔ حکم دیا کہ نحو میں ایسی جامع کتاب لکھے جو تمامی اصول کو حاوی اور اہل زبان کے محاورات اور طریق استعمال سے مستنبط ہو۔ اس غرض سے ایوان شاہی کا ایک کمرہ خالی کیا گیا۔ اور خدام و ملازم مقرر ہوئے کہ فرا کو کسی ضرورت کے لئے کچھ کہنا نہ پڑے۔ صرف نماز کے وقت آدمی اطلاع کرتا تھا کہ ”وقت ہوا“ بہت سے کاتب اور ناقلین معین ہوئے کہ جو کچھ فرماتا جائے۔ لکھتے جائیں۔ و در بس کی متصل محنت میں ایک نہایت بسیط کتاب تیار ہوئی۔ ماموں نے حکم دیا کہ اس کی بہت سی نقلیں لکھو اگر کتب خانوں میں بھیجی جائیں۔ اس کتاب کا نام کتاب الحدود ہے۔ فرانسے اس کے بعد کتاب المعانی پچھر کے طور لکھوائی۔ راوی کا بیان ہے کہ جو شائقین فن اس کے لکھنے کے لئے ہر روز فرا کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ میں نے ان سب کا شمار کرنا چاہا تو نہ کر سکا۔ لیکن صرف قاضیوں کو گنتا تو اپنی تھی۔

ماموں کے عہد خلافت کی ایک بڑی یاد گاریہ ہے کہ فارسی شاعری کی ابتدا اسی زمانے میں ہوئی۔ گو فارس میں اسلام سے پہلے سنخوری ادب کمال تک پہنچ چکی تھی۔ لیکن فتوحات عرب کے سیلاب میں وہ دفتر خدا جانے کچھ ہل گئے کہ آج بڑے بڑے وسیع النظر مصنف تذکروں کے ہزاروں ورق اٹٹ کر بھی ایک قطعہ یا غزل کا پتہ نہیں دے سکتے۔ فارسی مگر پھر خلافت ماموں کا یہ ابدی احسان ہے۔ کہ اس عہد میں اس کی مردہ شاعری نے دوبارہ جنم لیا۔ ماموں کی زبان ماورمی فارسی تھی۔ اس کا ابتدائی زمانہ بھی خراسان میں بسر ہوا۔ لیکن دربار میں صرف عرب کے شعرا تھے۔ جو حبش و خوشی کے موقعوں پر فصیح و بلیغ قصائد لکھ کر گراں بہا صلے حاصل کرتے تھے۔ اس بات نے عباس مروزی ایک ایرانی فاضل کو رشک

کے ساتھ جو صلہ دلایا کہ ملک کی مردہ شاعری کو بچھ زندہ کرے ماموں کی طرح میں اُس نے ایک قصیدہ لکھا جس کے چند شعر یہ ہیں۔

اے رسانیدہ بدولت فرق خود بر فرقین مرغلافت را تو شایستہ چو مردم و پدہ را کس بدیں منوال پیش از من چنین شعر می گفت لیکن اں گفتن من این مدحت ترا تا این لغت	گسترانیدہ بفضل وجود در عالم بدیں دین یزداں را تو بایستہ چو رخ راہر و عین مرزبان پارسی را است با این نوع ہیں گیر و از مدح و ثنائے حضرت تو زیبائیں
--	---

حکومت کی تاثیر دیکھو۔ عربی الفاظ کے ہزاروں برس کی خاص اور مخفی ہوئی زبان پر کس قدر جلد قبضہ کر لیا۔ کہ حب وطن میں ڈوبا ہوا شاعر۔ اپنے ملک کی زبان کو اُس سے آزاد کرنا چاہتا ہے۔ اور نہیں کر سکتا۔

ماموں کے عہد میں علم خط نے بھی جوایشیا کا ایک بڑا جوہر ہے۔ نہایت ترقی حاصل کی اس سے پہلے بھی بہت سے خط ایجاد ہو چکے تھے۔ منصور۔ و مہدی عباسی کے زمانے میں اسحق بن حماد۔ مشہور خوشنویس تھا۔ اُس کے شاگردوں نے بارہ قسم کے خط ایجاد کئے تھے لیکن اس وقت تک کسی نے اس فن کے اصول و ضوابط نہیں لکھے تھے۔ بلکہ یہ کہنا چاہتا کہ اُس وقت تک یہ فن کوئی اعلیٰ فن نہ تھا۔ سب سے پہلے ماموں کے درباریوں میں سے احوں حرر نے اُس کے اصول و قواعد منضبط کئے۔ ماموں کے وزیر اعظم و دار یاستین نے بھی ایک خط ایجاد کیا۔ جو اُس کی طرف منسوب ہو کر قلم اریاسی کے نام سے مشہور ہے۔

ماموں کا فضل و کمال علمی محاسبیں

اہل علم کی قدردانی

اسلام کو آج تیرہ سو برس سے کچھ اوپر ہوئے۔ اس وسیع مدت میں ایک تخت نشین بھی ایسا نہیں گذرا جو فضل و کمال کے اعتبار سے ماموں کی شان یکتائی کا حریف ہو سکتا۔ افسوس

ہے کہ سلطنت کے انتساب نے اُس کو خلفاء و سلاطین کے پہلو میں جگہ دی ورنہ شاعری - ایام العرب - ادب - فقہ - فلسفہ - کون سی بزم ہے - جہان فخر و شرف کے ساتھ اُس کا انتقال نہ کیا جاتا - قریباً پانچ برس کی عمر میں وہ مکتب میں بٹھایا گیا - علما جو اُس کی تعلیم کے لئے مقرر ہوئے - ہر ایک یگانہ وقت تھا -

یزید می جس کو تعلیم کے ساتھ اتالیقی کی خدمت بھی سپرد تھی - ایک مشہور مصنف ہے خلیل بصری جو لغات عرب کا پہلا مدون ہے اُس کا اُستاد تھا - لغت میں کتاب النوا وریزی ہی کی تصنیف ہے - وہ سنیہ ہجری تک زندہ رہا اور ہمیشہ مامون اس کی صحبت سے مستفید ہوتا رہتا تھا - مامون کا دوسرا استاد - کسائی - نحو کے مجتہدین میں شمار کیا گیا ہے - امام مالک جو فنیٹ میں مامون کے استاد تھے - مشہور امام ہیں - آج دنیا میں سنی مذہب کے لوگ قریباً ایک ربع انہیں کے مقلد اور پیرو ہیں -

مامون کے اساتذہ اور طالب علمی کے حالات کو اس موقع پر ہم دوہرا نا نہیں چاہتے ناظرین کتاب کے حصہ اول میں جہاں یہ حالات پڑھ چکے ہیں - اُن صفحات کو ایک بار اور مٹھا کر دیکھ لیں - ذیل کی حکایتوں سے جو نہایت صحیح اور مستند تاریخی شہادتوں سے ثابت ہیں مامون کی جامعیت اور فضل و کمال کا اندازہ ہو سکتا ہے

ایک دن علماء کا مجمع تھا - ہر فن کے اہل کمال دربار میں حاضر تھے - ایک عورت فریادی آئی کہ میرا بھائی چہم سوا شرفیاں چھوڑ کر قضا کر گیا - مگر لوگوں نے ترکہ میں مجھ کو ایک ہی اشرفی دیوائی - مامون نے ذرا دیر دل ہی دل میں کچھ حساب لگایا - دیکھا تو سہام صحیح تھے - عورت سے کہا کہ ہاں تجھ کو اتنا ہی ملنا چاہئے - اس غیر موقع جواب پر سب کو حیرت ہوئی - علماء نے پوچھا دو امیر المؤمنین،، کیونکر،، مامون نے کہا،، متوفی کی دو بیٹیاں ہوں گی - دو ثلث یعنی چار سوا شرفیاں تو اُن کو ملیں - مان بھی ہوگی - جس کو سدا سے یعنی سوا شرفیاں پہنچیں - زوجہ کو ثمن یعنی پچہتر،، ملا ہوگا - ۲۵ باقی رہے،، مامون نے عورت کی طرف مخاطب ہو کر کہا سچ کہنا - تیرے بارہ بھائی ہیں،، عورت نے تسلیم کیا کہ ہاں،، مامون نے کہا - دو دو اُن کو ملیں ۲۴ - ہوئیں - ایک باقی رہی - وہ تیرا حق ہے

ایک بار ایک شخص ماموں کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ محدث ہوں اور اسی فن میں کل زندگی سب کر دی ہے۔ ماموں نے کہا اس مسئلے کے متعلق کتنی حدیثیں یاد ہیں وہ ایک بھی نہ بتا سکا۔ ماموں نے بیسویں روایتیں بیان کیں اور سندوں کا ایک تار باندھ دیا کہ اس باب میں ہاشم نے یہ کہا ہے۔ حجاج نے یہ روایت کی ہے۔ ایک دوسرے محدث کا یہ قول ہے "پھر اس شخص سے ایک دوسرا مسئلہ پوچھا۔ وہ اب بھی عاجز رہا۔ ماموں نے اُسی طرح حدیث کے متعدد طریقے بیان کئے۔ اور درباریوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ "لوگ تین دن حدیث پڑھ کر بھول جاتے ہیں کہ ہم بھی محدث ہیں۔ خیر۔ تین درہم اسکو دلاؤ۔"

ادب و شاعری میں وکال ہم پہنچا یا تھا۔ کہ بڑے بڑے ماہرین فن اس کی استادی کا اعتراف کرتے تھے۔ قدامت اور شعرا کے جاہلیت کے علاوہ شعرا کے عصر کے مشہور قصائد اور قطعے اس کو نوک زبان یاد تھے۔ اور اس باب میں اس کی شہرت ضرب المثل کی حد تک پہنچ گئی تھی۔ علامہ یزید می نے ایک بار خلیفہ واثق کی تعریف کی کہ تمام خلفائے عباسیہ میں واثق کے برابر کسی کو عرب کے اشعار نہیں یاد تھے۔ لوگوں نے مہنایت مستحب ہو کر کہا۔ کیا ماموں سے بھی زیادہ یزیدی نے کہا ہے ہاں۔ ماموں نے ادب میں نجوم اور طب اور منطق کو بھی ملادیا تھا۔ لیکن واثق نے ادب کے سوا اور کسی فن کی طرف توجہ ہی نہیں کی ماموں کو اس ذوق شوق میں شان سلطنت کا بھی خیال نہ تھا خواہ اس کی ہجو میں وعیل وغیرہ نے جو لکھا تھا۔ اسکو حفظ یاد تھا۔ اور زبان کی شستگی کے لحاظ سے اسکی تحسین کرتا تھا۔ خدا نے طبیعت ایسی موزوں اور طبائع عطا کی تھی۔ کہ شعرا اسکی زود فہمی اور نکتہ سنجی پر حیرت زدہ ہو جاتے تھے۔ ایک موقع پر جب عمارت بن عقیل نے سو شعروں کا ایک مدحیہ قصیدہ پیش کیا تو ہر شعر پر مصرعہ ثانی کے شروع ہونے سے پہلے ماموں بتاتا گیا کہ یہ قافیہ ہے اور اس پہلو سے بندھا ہو گا۔ عمارت نے حیرت زدہ ہو کر کہا۔ خدا گواہ ہے۔ اب تک اس قصیدہ کا ایک شعر بھی میں نے ظاہر نہیں کیا ہے۔

ترجمہ لوگ دنیا کے کاروبار میں پھنسے ہیں۔ لیکن۔ امام۔ رہنما۔ اماموں دین میں مشغول رہے۔ عمارت، سبحان اللہ۔ اس شعر کی بھی آپ داد چاہتے ہیں۔ اماموں نہ ہوا کوئی بڑھیا ہوئی کہ محراب میں بیٹھی تسبیح پھر رہی ہے۔ اگر اماموں اچو بار سلطنت کا عامل ہے، دنیا کا کفیل نہ ہوگا۔ اور کون ہوگا۔ مروان اب میں سمجھا کہ میری خطا تھی۔

اماموں کی خوش بیانی اور برجستہ گوئی کا عموماً لوگ اعتراف کرتے تھے۔ ثمامہ بن اشرس کا قول ہے کہ ”میں نے جو حضرت ابی اور اماموں سے زیادہ فصیح اور بلیغ کسی کو نہیں دیکھا“

اماموں کے خطبے اب بھی موجود ہیں۔ جن کے ہر فقرہ سے شستہ بیانی اور زور طبیعت کی شہادت ملتی ہے۔ اگرچہ اس وقت خطبوں کا وہ زور شور نہیں رہا تھا۔ جیسا جاہلیت یا آغاز اسلام میں تھا۔ اور خصوصاً پولشکیل موقع پر تو اسکی صدا باکل ناپید ہو گئی تھی۔ تاہم جمعہ اور عیدین میں اب تک فصحا اپنی تیج زبان کا جوہر دکھاتے تھے۔ لیکن آجکل کی طرح کھکھرا موختہ نہیں سناتے تھے۔ بلکہ جو کچھ کہتے تھے زبانی اور محل کہتے تھے۔ اس قسم کے خطبے جو اماموں نے مختلف وقتوں میں پڑھے۔ کتاب العقد لابن عبد مہابہ میں بالفاظہ مذکور ہیں مگر افسوس ہے کہ ان کا نقل کرنا یہاں موزوں نہ ہوگا۔ ناظرین میں سے عربی دان کتنے ہیں۔ اور ترجمہ کیا جاوے تو وہ بات نہیں رہتی۔ سخنوری کے لحاظ سے اماموں ایک بلند رتہ شاعر تھا اس کے چند شعر جن کی نازک خیالی اور مضامین کی خوبی کا اندازہ کسی قدر ترجمے سے ہو سکتا ہے ہم اس موقع پر نقل کرتے ہیں۔

لستانی کنوم لاسرار کسم	میری زبان تمہارے رازوں کو چھپاتی ہے
ووصعی نموم لاسرای مذلیج	لیکن آنسو غماز ہیں اور میرے راز کو فاش کر دیتے ہیں۔
فلولا صوعی کمت الہوی	اگر آنسو نہ ہوتے تو میں عشق کو چھپا سکتا۔
ولولا الہوی لم یکن لی دھوع	اور اگر عشق نہ ہوتا تو آنسو ہی کیوں ہوتے۔
انما المہون والملاک الہمام	میں مامول ہوں اور عظیم الشان بادشاہ ہوں۔
ولکنی الحجاب مستحمام	لیکن تیرے عشق میں سرگشتہ ہوں۔

سہ تاریخ الخلفاء سیوطی ۱۲۷۵ ید اشعار فوات الوفا مات و تاریخ الخلفاء و کامل بن الاثیر و عقد الفرید سے جمع کیے گئے ہیں۔ ۱۳

میں نے ان کا خلاصہ لکھا

<p>کیا تجکو یہ پسند ہے کہ میں تیرے عشق میں مر جاؤں اور دنیا بے امام کے رہ جائے۔ میں نے تجکو محبوب کی تلاش میں بھیجا۔ تو اُسکے دیدار سے کامیاب ہوا اور مجھے بھول گیا۔ جس سے مجکو تیری نسبت بدگمانی ہوئی۔ میرے محبوب سے تو نے سرگوشی کی۔ اور میں دور تھا۔ ہا کے تیرا قرب (محبوب سے) میرے کس کام آیا۔ کاش میں ہی قاصد ہوتا۔ اور تو بجائے میرے ہوتا۔ پس تو محبوب سے دور رہتا اور میں قریب ہوتا۔ میں تیری آنکھوں میں غلامیہ محبوب کا اثر دیکھتا ہوں۔ بے شبہ تیری آنکھوں نے اسکی آنکھوں سے جن لے لیا ہے</p>	<p>اترضی ان ہوت علیک وجدا ویبقی الناس لیس لہم امام بعثتک مراد افہرت بنظیرۃ واغفلتہ حتی استابت الظننا فناجیت من اہوی وکنت مبعدا فیالیت شعری عن ذلک ما فنی فیالیتنی کنت الرسول وکنتی نکت الذی تفنی کنت الذی اذ اری اثر امند بعینک بیتا لقد اخذت جنتک من علیہ صنا</p>
<p>قاصد پر رشک کرنا۔ شعر اکا ایک وسیع مضمون ہے۔ اور بہت سے نازک خیالوں نے اُس کے مختلف پہلو نکالے ہیں۔ عربی نے قاصد سے گزر کر خود پیغام پر رشک کیا ہے اس کا شعر یہ ہے۔</p>	<p>قاصد پر رشک کرنا۔ شعر اکا ایک وسیع مضمون ہے۔ اور بہت سے نازک خیالوں نے اُس کے مختلف پہلو نکالے ہیں۔ عربی نے قاصد سے گزر کر خود پیغام پر رشک کیا ہے اس کا شعر یہ ہے۔</p>
<p>لیوے او لفرستم پیام راں ترسم کہ بر حکایت من مطلع شود پیغام مگر نکتہ سنج سمجھ سکتا ہے کہ ماملوں نے اس مضمون کو کس کس طرح پلٹا ہے اور ہر بندش میں جدت کے ساتھ بات میں بات نکالی ہے۔ ایک بار عید کے دن ماملوں کے خوان کرم پر بہت سے معزز مہمان جمع تھے تین سو سے زائد مختلف اقسام کے کہانے و ستر خوان پر چنے گئے۔ ماملوں ہر ایک کا غاصہ اور اثر پیتا جاتا تھا کہ ”بلغنی مزاج کو یہ مفید ہے۔ سوداوی کو وہ نافع ہے۔ جس کو صفر کا زور ہو۔ وہ اس خاص قسم سے پرہیز کرے۔ جو تغلیل غذا کا عادی ہے وہ یہ کھائے ماملوں کی ہمہ دانی پر تمام حاضرین مجو حیرت تھے۔ قاضی سحی بن اکثم سے نہ رہا گیا بسیاحت بول اُٹھے کہ ”امیر المومنین آپ کی کس کس بات کی تعریف کی جائے</p>	<p>لیوے او لفرستم پیام راں ترسم کہ بر حکایت من مطلع شود پیغام مگر نکتہ سنج سمجھ سکتا ہے کہ ماملوں نے اس مضمون کو کس کس طرح پلٹا ہے اور ہر بندش میں جدت کے ساتھ بات میں بات نکالی ہے۔ ایک بار عید کے دن ماملوں کے خوان کرم پر بہت سے معزز مہمان جمع تھے تین سو سے زائد مختلف اقسام کے کہانے و ستر خوان پر چنے گئے۔ ماملوں ہر ایک کا غاصہ اور اثر پیتا جاتا تھا کہ ”بلغنی مزاج کو یہ مفید ہے۔ سوداوی کو وہ نافع ہے۔ جس کو صفر کا زور ہو۔ وہ اس خاص قسم سے پرہیز کرے۔ جو تغلیل غذا کا عادی ہے وہ یہ کھائے ماملوں کی ہمہ دانی پر تمام حاضرین مجو حیرت تھے۔ قاضی سحی بن اکثم سے نہ رہا گیا بسیاحت بول اُٹھے کہ ”امیر المومنین آپ کی کس کس بات کی تعریف کی جائے</p>
<p>لے قاصد سے خطاب ہے۔ ۱۲۔</p>	<p>لے قاصد سے خطاب ہے۔ ۱۲۔</p>

طب کا ذکر ہو تو آپ جالینوس وقت میں۔ نجوم کی بات چھڑے تو ہرس فقہ کی بحث ہو تو علی مرتضیٰ۔ سخاوت میں حاتم۔ راست بیانی میں ابوذر۔ وفا میں شمول۔ اس سچی خوشامد سے ماموں بھی پھرک اٹھا۔ اور کہا کہ ”ماں آدمی کو جو شرف ہے عقل سے ہے۔ ورنہ خون اور گوشت میں کیا خوبی رکھی ہے۔

ماموں کے بعض دل آویز اقوال اس موقع پر نقل کرنا موزوں ہو گا جن سے اس کے لطیف اور اعلیٰ و فیاضانہ خیالات کا اندازہ ہوتا ہے۔ اُس کا قول تھا کہ ”شریف وہ ہے جو بڑوں کو دہلے اور چھوٹوں سے خود دبے“ ”عقلوں کی لڑائی دیکھنے سے۔ دنیا میں کوئی تماشہ نہیں“ ”دلیل سے غالب ہونا میں بہ نسبت زور سے غالب ہونے کے زیادہ پسند کرتا ہوں“ ”دو آدمی تین قسم کے ہیں۔ بعض ایسے ہیں۔ جن کی ہر وقت ضرورت ہے۔ بعض بمنزلہ دوا کے ہیں کہ خاص وقتوں میں ان کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور بعض تو ایسے ہیں کہ بیماری کی طرح کسی حال میں پسندیدہ نہیں“ بادشاہ کو لحاجت نہایت تازہ بیبا ہے۔ اور اُس سے زیادہ یہ تازہ بیبا ہے کہ قاضی فریقین کی تسکین نہ کر سکے۔ اور گھبرا جائے۔ اور ان سب سے زیادہ ناموزوں۔ بوڑھوں کی ظرافت۔ جوانوں کی کاہلی۔ سپاہی کی بزدلی ہر سب سے عمدہ مجلس وہ ہے جس میں لوگوں کے حالات سے واقفیت ہو“

لطیفہ ماموں شطرنج کا بڑا شایق تھا۔ مگر اچھی نہیں کھیلتا تھا۔ اکثر کہا کرتا تھا کہ ”دعوتہ عالم کا بند و بست کرتا ہوں مگر دو بالشت کا انتظام نہیں کر سکتا۔

ماموں کا ایک مشہور مناظرہ جس میں اُس کا یہ دعویٰ تھا کہ تمام صحابیہ میں حضرت علی افضل ترین ہیں۔ ایک بڑے معرکے کا مناظرہ ہے۔ قاضی کجی بن اکثم اور چالیس بڑے بڑے فقیہ اس دعویٰ کے مخالف تھے۔ ادھر ماموں تنہا۔ سب کا طرف مقابل تھا۔ مناظرہ کے وقت حاکمی اور محکومی کا پردہ اٹھا دیا گیا تھا۔ اور ہر شخص کو گفتگو میں پوری آزادی حاصل تھی صبح سے قریباً دوپہر تک دونوں فریق نے داؤد سخن دی مگر انصاف یہ ہے کہ میدان ماموں کے ہاتھ رہا۔ یہ پورا مناظرہ کتاب العقدہ میں مذکور ہے اور حق یہ کہ وہ ماموں کی سوت نظر جودت ذہن

ماموں کے جتنا قول

نظر اور علمی میں

کثرت معلومات - جن بیان - زور تقریر کا ایک حیرت انگیز موقع ہے۔
یوں تو ماموں کی عام مجلسیں بھی علمی تذکروں سے خالی نہیں ہوتی تھیں۔ لیکن شنبہ
کا دن مناظرہ کا مخصوص دن تھا جس کا طریقہ یہ تھا کہ صبح کچھ دن چڑھے ہر مذہب و ملت
کے علماء اور ماہرین فن دربار میں حاضر ہوئے۔ ایک پر تکلف ایوان پہلے سے مرتب
رہتا تھا۔ سب لوگ نہایت بے تکلفی سے وہاں بیٹھ گئے۔ خادم نے ہر شخص کے سامنے
اکر عرض کیا کہ بے تکلفی سے تشریف رکھئے۔ اور چاہئے تو پاؤں سے موزے بھی اتار
ڈالئے۔ پہرہ و ستر خوان جو مختلف اقسام کے اطعمہ و اشربہ سے مزین ہوتا تھا بچھایا
گیا۔ کھانے سے فارغ ہو کر سب نے وضو کیا۔ عود و لبان کی انگلیمیاں آئیں کپڑے لباس
خوشبوئی۔ خوب مطیب و معطر ہو کر دار المناظرہ میں حاضر ہوئے۔ اور ماموں کے زانو
سے زانو ملا کر بیٹھے۔ مناظرہ شروع ہوا۔ ماموں خود ایک فریق بنتا تھا۔ لیکن اس
آزادی سے گفتگو نہیں ہوتی تھیں۔ کہ گو یا کسی شخص کو یہ معلوم ہی نہیں کہ مجلس میں خلیفہ
وقت بھی موجود ہے۔ دوپہر تک یہ انجمن قائم رہتی تھی۔ زوال آفتاب کے بعد خاصہ
حاضر ہوتا تھا اور لوگ کھاپی کر رخصت ہوتے تھے۔ ان مجلسوں میں بعض وقت
اہل مناظرہ اعتدال کی حد سے تجاوز کر جاتے تھے۔ مگر ماموں بڑے علم و متانت سے
برداشت کرتا تھا۔ ایک بار محمد صولی و علی بن الشیم بحث کے دو فریق تھے گفتگو حسب قدر
بڑھی بد مزہ ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ محمد صولی نے علی کو سخت کہہ دیا۔ علی نے برا فروخت ہو کر
کہا: ”اس وقت تم کسی دوسرے کی زبان سے بول رہے ہو۔ ورنہ اس مجلس سے باہر تم ایک کہتو
تو دو سنتے“ اس پیدا کانہ گستاخی سے دفعتاً ماموں کا چہرہ تغیر ہو گیا تاہم اسے ضبط کیا اور اٹھ کر
زمانہ میں چلا گیا۔ کہ بات کو ٹال جائے جب غصہ فرو ہو تو پھر دربار میں آیا۔

۱۰۱۱

ایک دن ایک ثنوی المذہب سے نہایت لطیف بحث ہوئی۔ ماموں نے اس سے پوچھا
کہ انسان بُرا کام کرنے کے بعد کبھی شرمندہ بھی ہو سکتا ہے (ثنوی) ہاں کیوں نہیں

۱۱۰۰ مروج المذہب مسعودی - خلافت الماموں علیہ آغالی - جز ۱۲ صفحہ ۳۶ - مکتوبہ مصر ۱۲۸۰ھ

۳۵ ایک فرقہ ہے جو ٹہلی اور بدی کا جدا جدا خانی مانتا ہے ۱۲

(ماموں) گناہ پر نادم ہونا اچھا ہے یا بُرا (ثنوی) اچھا ہے۔ (ماموں) جو شخص خادم ہوا گناہ اُس سے سرزد ہوا تھا۔ یا کسی دوسرے شخص سے (ثنوی) اُسی سے (ماموں) بس تو ایک ہی شخص سے گناہ بھی ہوا۔ اور ثواب بھی (ثنوی) گہرا کر نہیں میں یہ کہہ بیٹھا کہ جو نادم ہوا اُس نے گناہ نہیں کیا تھا۔ (ماموں) تو اُس کو اپنے گناہ پر ندامت ہے یا دوسرے کے (ثنوی) آخر لا جواب ہو کر ساکت ہو گیا۔ ایک اور دن مجلس مناسطہ قائم تھی۔ چوہدری نے اطلاع کی کہ ایک اجنبی شخص دروازے پر کھڑا ہے۔ اور حضور سے بحث کرنے کی اجازت چاہتا ہے۔ ماموں نے حکم دیا کہ ”یلا لو“ آیا تو اس ہیئت سے آیا کہ جوتا ہاتھیں اور پیاسے چڑھے ہوئے۔ صفت نعال میں کھڑا ہوا اور وہیں سے چسلا کر کہا دو اسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ ماموں نے سلام کا جواب دیا اور اجازت دی کہ قریب آکر بیٹھے۔ ماموں سے اُس نے پوچھا کہ ”خلافت آپ نے بنو وراثت کی ہے یا دنیا کے تمام مسلمانوں نے۔ اتفاق رائے سے آپ کو منتخب کیا ہے“ ماموں نے کہا ”نہ زور سے نہ اتفاق سے۔ بات یہ ہے کہ مجھ سے پہلے جماعت اسلام پر جو حکمران تھا۔ اور عامہ مسلمانان حیرا یا طوما اُسکے حلقہ بگوش اطاعت تھے۔ اُس نے میری ولایت کے لئے عام بیعت لی اور اُس وقت جو لوگ اسلامی طاقت کے ارکان مانے جاتے تھے سب نے معاہدہ بیعت پر دستخط کئے۔ اُسکے انتقال کے بعد میں نے خیال کیا کہ جسیر دنیا کے تمام مسلمانوں کا اتفاق ہو وہ تخت نشین ہو۔ لیکن ایسا شخص نہ مل سکا۔ اور ملک کے نظم و نسق کے لئے ایک قوی انتظام کی ضرورت تھی۔ ورنہ امن و امان میں خلل آتا اور عظمت اسلامی کے تمام اجزاء متفرق ہو جاتے۔ مجبوراً نہ سر دست میں تے یہ بار اپنے سر لیا۔ اور منتظر بیٹھا ہوں کہ جب دنیا کے تمام مسلمان اتفاق رائے سے ایک شخص کو انتخاب کر لیں تو میں عنان حکومت اُسکے ہاتھ میں دیکر الگ ہو جاؤں۔ میں تم کو اپنا وکیل کرتا ہوں ایسا موقع ہو تو فوراً مجھ کو خبر کرنا۔“

ایک دن ماموں نے یحییٰ بن اکثم سے جو قاضی القضاہ تھے۔ کہا کہ میری خواہش ہے کہ

آج محدثانہ حدیث کی روایت کروں۔ قاضی صاحب نے عرض کیا کہ حضور سے زیادہ کس کو یہ حق حاصل ہے۔ معمول کے موافق ممبر رکھا گیا۔ اور ماموں نے ممبر پر ٹھیکہ ٹری قابلیت کے ساتھ درس دیا۔ قریباً تیس حدیثیں تحقیق و تنقید کے ساتھ روایت کیں لیکن حاضرین کے رخ سے اُس نے جان لیا کہ لوگ محفوظ نہیں ہوئے۔ ممبر پر سے اترا تو قاضی یہ بھی نے کہا کہ یہ ہے کہ تم لوگوں کو کچھ فرقہ نہ آیا۔ حقیقت میں اس منصب کے وہی لوگ متحق ہیں۔ جو اس ذوق میں تنہا بدن کا خیال نہیں رکھتے۔ اور ممبر پر بھی بیٹھے ہیں تو ان کے کپڑے بوسیدہ ہوتے ہیں، ماموں کی راست پسندی کا اکبر نشاہ کی خود رائی اور ہل مرکب سے مقابلہ کیا جائے تو ایک عجیب حیرت انگیز تفاوت معلوم ہوتا ہے ایک دن دربار میں ایک شخص جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ حاضر کیا گیا جس میں بہت سے منجم اور ہدایت داں علماء بھی حاضر تھے مگر کسی کو اس کے ادعاے نبوت کا حال معلوم نہ تھا۔ ماموں نے ستارہ شناسوں کو حکم دیا کہ رائجہ دیکھ کر بتائیں کہ یہ شخص سیاح یا جھوٹا ہے۔ سب نے صحن میں جا کر طالع کو دیکھا تو یہ صورت تھی کہ شمس و قمر ایک قیقہ میں تھے مشتری سنبلہ میں تھا۔ اور اسی کی طرف ناظر تھا۔ زہرہ و عطارد و عقرب میں تھے اور عقرب کی طرف ناظر تھے۔ اس بنا پر سب نے حکم لگایا کہ مدعی نے جو دعویٰ کیا ہے صحیح ہو گا۔ لیکن نجی بن منصور نے ان لوگوں کی رائے سے اختلاف کیا اور کہا کہ مشتری مہبوط میں ہے۔ اور جن برج میں ہے۔ اُس سے کارہ ہے۔ اس بات نے طالع کی سعادت بالکل رائل کر دی ہے۔ دونوں فریق قیاسات لگا چکے۔ تو ماموں نے کہا ”یہ بھی جانتے ہو کہ اس شخص نے کس بات کا دعویٰ کیا ہے۔ یہ نبوت کا مدعی ہے“ حاضرین دربار یہ سن کر اُس سے معجزہ کے طالب ہوئے۔ اُس نے ایک انگوٹھی پیش کی۔ کہ میرے سوا جو اسکو پہن لے گا۔ بے اختیار ہنستا شروع کرے گا۔ اور جب تک اتار نہ دالے یہی حالت رہے گی۔ لیکن اگر میں ہن لوں تو کچھ اثر نہ ہو گا۔ اسی طرح اُس نے ایک قلم دکھایا جس سے صرف وہ لکھ سکتا تھا۔ اور دوسرا شخص اس سے لکھتا چاہتا تو مطلق

نہیں چلتا تھا۔ تجربے سے دونوں باتیں صحیح نکلیں۔ ماموں نے سمجھ لیا کہ یہ کوئی ناو اور علی شیعہ ہی۔ اور اگر نبوت کے ادعائے باطل سے وہ باز آئے تو کام کا آدمی ہوگا۔ ماموں نے اسکو اپنا ندیم بنالیا۔ اور اس قدر استمالت اور مراعات کی کہ آخر اسنے اپنا راز بتا دیا۔ اور انکو ٹھٹھی اور قلم میں جو صنعت تھی ظاہر کر دی۔

ماموں نے ہزار دینار انعام میں دئے اور مقررین میں داخل کر لیا۔ یہ شخص باطنی اور ہنر کا بڑا عالم تھا۔ طلسم انجمن اسی کی ایجاد ہے جو قیصر ادا کے اکثر گہروں میں موجود تھا۔

ایک بار نصر بن شہیل المتوفی سنہ ہجری جو خلیل بصری کے شاگرد۔ اور حدیث فقہ۔ نحو۔ غریب۔ شعر۔ ایام العرب میں استاد وقت تھے۔ ماموں کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور چونکہ ماموں کی سیاہ فرامی اور بے تکلفی سے واقف تھے کپڑے تک نہیں بدلے۔ اور وہی مدت کا بوسیدہ قمیص و عبا زیب بدن کئے ہوئے ایوان شاہی میں چلے آئے (ماموں) کیوں۔ نفر۹ امیر المؤمنین سے اس لباس میں ملنے آئے ہو (نفر) مرو کی سخت گرمی کی انہیں کپڑوں سے حفاظت ہوتی ہے (ماموں) یہ تو یہاں ہیں اصل یہ ہے کہ تم کفایت شکاری پہ مرتلے ہو، اس کے بعد مسلم حدیث کا تذکرہ شروع ہوا۔

ماموں نے اپنی سند سے ایک حدیث روایت کی مگر ”سداو“ کے لفظ کو جو اس حدیث میں تھا۔ فتح سے پڑھ گیا۔ نفر نے اس غلطی پر اسکو متنبہ کرنا چاہا تو اسی حدیث کو اپنی روایت سے بیان کیا اور سداو کو مکسر پڑھا۔ ماموں نکیہ لگا گئے بیٹھا تھا۔ دفعتاً سنبھل بیٹھا۔ اور کہا کیوں کیا سداو فتح غلط ہے، نفر ہاں شہیم آپکے استاد نے آپکو غلط بتایا (ماموں) کیا دونوں کے معنی مختلف ہیں (نفر) سداو بالفتح کے معنی راست روی کے ہیں۔ سداو بالکسر اسکو کہتے ہیں جس سے کوئی چیز روٹی جائے (ماموں) کوئی سند بتا سکتے ہو (نفر) عربی کا یہ شعر موجود ہے۔

اضاعونی و اتی فقی اضاعوا | لیوم کرمیتہ و سداو نضر

۱۵ مختصر الدول۔ حکمائے عہد ماموں ۱۲

مامول نے سر نیچے کر لیا اور کہا کہ خدا اُس کا بُرا کرے جس کو فن ادب نہیں آتا، پہر نقر سے مختلف مضامین کے اشعار سنئے اور رخصت ہونے کے وقت وزیر اعظم فضل بن سہل کو رقعہ لکھ دیا کہ پچاس ہزار درہم نقر کو عطا کئے جائیں۔ نقر یہ رقعہ خود لے کر فضل کے پاس گئے۔ فضل نے رقعہ پڑھ کر کہا۔ تم نے امیر المومنین کی غلطی ثابت کی۔ نقر نے کہا نہیں غلطی تو ہیشیم نے کی۔ امیر المومنین پر کیا الزام ہے۔ فضل نے پچاس ہزار پرتیس ہزار اور تین طرف سے خرید کئے۔ اس طرح ایک غلطی تباہی کے صلہ میں۔ نقر نے اسی ہزار درہم چھل کئے تھے کلثوم عتبی۔ جس کو اپنے علم و فضل پر بڑا تار تھا۔ اور سچا بھی تھا۔ مامول کی پایہ شناسی کا شہرہ منکر خدا و پہونچا۔ اور دربار میں حاضر ہوا۔ مامول نے مزاج پرسی کی۔ اور حالات پوچھے۔ کلثوم نے اس فصاحت اور جبرجستگی سے گفتگو کی کہ مامول بھی حیرت میں رہ گیا اور حکم دیا کہ ہزار دینار اُس کے سامنے لا کر رکھ دیں۔ لیکن چونکہ حاضر جوابی اور توجہ بخشی کا امتحان ہونے لگا تھا۔ مامول نے سچی موصی کی طرف اشارہ کیا کہ کلثوم کو اس فن میں آزمائے سچی نے سامنے آکر مناظرانہ گفتگو شروع کی۔ اور اعتراضات کا تار باندھ دیا۔ کلثوم بالکل ہیرت زدہ ہو گیا کہ اس بلا کا وہین کون شخص ہو سکتا ہے۔ دربار سے قلمی سے

موافق پہلے اس نے مامول سے اجازت طلب کی پھر سچی کی طرف متوجہ ہوا کہ دو آپکا نام و نسب کیا ہے؟ (اسحاق) نسب آدمی ہوں اور میرا نام کل بصل ہے، (کلثوم) نسب تو خیر ظاہر ہے۔ مگر نام نئے ڈھنگ کا ہو (اسحق) ”کل بصل“، ”کلثوم“ سے تو زیادہ تعجب انگیز نہیں ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ لہن سے پیا بہر حال اچھے ہے۔ اس لطیفہ پر کلثوم بھی پھر ٹک گیا اور مامول سے درخواست کی کہ ہزار دینار جو مجھ کو انعام میں عطا ہوئے۔ اسی کو دلائے جائیں مگر مامول نے کلثوم کا انعام مضاعف کر دیا۔ اور حکم دیا کہ اسحاق کو بھی اسی قدر صلہ عطا کیا جائے۔ مامول کا دربار اگرچہ نامور شعرا سے معمور تھا۔ جو وقتاً فوقتاً قصیدے اور قطعے کہہ کر گراں بہا صلے حاصل کرتے تھے۔ لیکن عام ایشیائی فرمانرواؤں کی طرح وہ اپنی مدح کی دلاویز صداؤں سے جی خوش کرتا تھا۔ لیکہ اس فیاضی سے اس کو زیادہ تر مسلم و

سلف تاریخ الخلفاء ہیولی ۱۲ عربی میں لہن کو نوم اور پیا ز کو بصل کہتے ہیں ۱۲ سلف مروج الذہب مسعودی خلافت مامول ۱۲

ادب کی ترقی مقصود تھی۔ تشبیہ اور عام مضامین کے متعلق جو اشعار ہوتے تھے ان کو نہایت ذوق سے سنتا تھا۔ لیکن خاص مدحیہ اشعار و دہن سے زیادہ سننا پسند نہیں کرتا تھا۔ اور یہ کہکشاؤں کو روک دیتا تھا کہ وہ بس میری قدر افزائی کے لئے آنا کافی ہو۔

اہل علم کے ساتھ ماموں کی معاشرت بالکل دوستانہ تھی۔ اہل کمال کا عموماً وہ نہایت ادب کرتا تھا۔ اور انکی شانہ فیاضیاں ان لوگوں کے لئے بالکل بے روک تھیں

علامہ واقدی نے جو فن سیر کے امام ہیں۔ ایک بار ماموں کو خط لکھا۔ جس میں ناداری کی شکایت اور لوگوں کا جسدِ قدس چڑھ گیا تھا۔ اُس کی تعداد لکھی تھی۔ ماموں نے

جواب میں یہ الفاظ لکھے ”آپ میں دو عادتیں ہیں۔ جیا و سخاوت۔ سخاوت نے آپ کے ہاتھ کھول دیے ہیں کہ جو کچھ تھا آپ نے سب اڑا ڈالا۔ جیا کا یہ اثر ہے کہ آپ نے

اپنی پوری حاجت نہیں ظاہر کی۔ میں نے حکم دیدیا ہے۔ تعداد مطلوبہ کا مضاعف آپ کی خدمت میں پہنچ جاویگا۔ اگر آپ کی اصلی ضرورت کے لئے یہ تعداد پوری نہ آئے

تو خود آپ کی کوتاہی کا قصور ہے۔ اور اگر کافی ہو جائے تو آئندہ بھی آپ جس قدر چاہیں فراخ دستی سے صرف کریں۔ خدا کے خزانہ میں کچھ کمی نہیں ہے۔ آپ نے خود مجھے

حدیث روایت کی تھی۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زہیر سے فرمایا تھا کہ رزق کی کتبیاں عرش پر ہیں۔ خداوند کے لئے اُنکے خرچ کے موافق رزق دیتا ہے۔ زیادہ ہو تو زیادہ اور

کم ہو تو کم۔ علامہ واقدی کو یہ حدیث یاد نہیں رہی تھی وہ صلہ سے زیادہ اس بات پر جوش ہوئے کہ ماموں کے یاد دلانے سے اُنکو ایک بھولی ہوئی حدیث یاد آگئی۔

ماموں کے دو فرزند قرآنحوی سے تعلیم پاتے تھے۔ ایک بار وہ کسی کام کے لئے مسند درس سے اُٹھا۔ دونوں شہزادے دوڑے کہ جوتیاں سیدی کر کے آگے رکھ دیں

مگر چونکہ دونوں ساتھ پہنچے اس پر نزاع ہوئی کہ اس شرف کیساتھ اخصصاص کس کو ہو۔ آخر دونوں نے فیصلہ کر لیا اور ہر ایک نے ایک جوتی سامنے لاکر رکھی۔

ماموں نے ایک ایک چیز پر چہرہ نہیں مقرر کر رکھے تھے۔ فوراً اطلاع ہوئی۔ اور

۱۲ - آغانی - ترجمہ اولاد ابو محمد ترمذی - ترجمہ واقدی ابن ملک کان

۱۳ - بس سے بعد کے اہل علم کے لئے -

اہل علم قدر دانی

المامون کی فہرست

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۳۲	مامون کی ولادت اور تعلیم و تربیت	۶۹	افریقہ اور مصر اور بن نصیر کی بناوت
۲۰	مامون کی ولیدہدی ۸۲ھ	۷۲	نصر بن شیبثہ کا گرفتار ہونا
۲۳	دستاویز جو امین نے لکھی	۷۷	ابن عائشہ اور مالک کا قتل ابیہیم کی گرفتاری
۲۶	مامون کی دستاویز	۷۸	مصر و اسکندریہ کی بناوت میں مسئلہ
۳۰	مامون و امین کی مخالفت	۷۹	نریق کی بناوت
۳۱	مامون پر فوج کشی	۸۱	بابک خرمی کی بناوت
۳۵	اموا از بلخ و بخرین - عمان و خمیسہ	۸۴	فتوحات ملکی
۳۶	بغداد کا محاصرہ - ۹۶ھ	۸۶	جزیرہ صقلیہ کی فتح
۴۰	امین کا قتل ۹۸ھ	۸۷	روم پر حملے
۴۸	مامون کی خلافت ۹۸ھ	۹۰	مامون کی وفات ۲۱۸ھ
۴۹	ابن طباطبائی کا خروج ۹۹ھ	۹۳	مامون کا حلیہ
۵۲	ہرثمہ کا قتل اور بغداد کی بناوت	۱۰۰	مامون کی ادنا و ذکور
۵۳	حضرت علی رضا کی ولیدہدی ۱۰۰ھ	۱۰۲	حصہ دوم
۵۵	ابراہیم بن المہدی کی تخت نشینی ۱۰۲ھ	۱۰۶	بغداد کی سلطنت و خراج
۵۸	مامون کا عراق روانہ ہونا اور ذوالریاسین کا قتل	۱۱۰	ملک کی آبادی امن و آمان
۶۰	حضرت علی رضا کی وفات ۱۰۳ھ	۱۲۰	ذوق علمی - رصد خانہ - پچائیش زمین
۶۲	ابراہیم کی معزولی	۱۲۳	مامون کا فضل کمال - علمی مجلسین - اہل علم کی قدر
۶۴	مامون کا بغداد واصل ہونا	۱۲۵	مامون کے عام اخلاق و عادات
۶۵	طاہر کا خراسان کی حکومت پر مقرر ہونا	۱۴۰	مامون کا فریب سلطانیت
۶۶	عبد الرحمن بن احمد کی بناوت ۱۲۶ھ	۱۴۵	امین و ہار اور ملکی حکومت
۷	ذوالیمینین طاہر کا وفات پانا ۱۲۶ھ	۱۴۹	مامون کے حکمت کے اہل کمال

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دیباچہ

تمہیں و نسلہ علیٰ رسولہ الکریم یہ نہایت سچا مقولہ ہے کہ وہ قوم نہایت بد نصیب ہے جو اپنے بزرگوں کے ان کاموں کو جو یاد رکھنے کے قابل ہیں بھلا دے یا ان کو نہ جانے۔ بزرگوں کے قابل یادگار کاموں کو یاد رکھنا اچھا اور بُرا دونوں طرح کا پھل دیتا ہے۔ اگر خود کچھ نہ ہوں۔ اور نہ کچھ کریں۔ اور صرف بزرگوں کے کاموں پر مبنی کیا کریں۔ تو استخوانِ جدفروشن کے سوا کچھ نہیں اور اگر اپنے میں ویسا ہونے کا چھکا ہو تو پھر وہ امرت ہے۔ مگر ہم وہ کریں یا یہ کریں۔ یہ تو پچھلی بات ہے پہلے ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ وہ دیکھپ حالات اور پر خرواقتات ہم کو ملین کہاں سے۔ ہماری تاریخیں اُس زمانہ کی لکھی ہوئی ہیں جس میں زمانے تاریخ نویسی کے فن کو پوری طرح پر ترقی نہیں دی تھی اسلئے ہمارے بزرگوں کے کاموں کے گوہر آبدار کہیں بھر سے پڑے ہوئے ہیں۔ اور کہیں کوڑے کرکٹ میں رسے لے لے ہیں ایک نہایت لائق شخص کا کام ہے جو ان کو چھنے اور لڑی میں پرو کر سجائے۔

ہم کو نہایت خوشی ہے کہ ہمارے دوست خدمتِ اور ہمارے مدرسۃ العلوم کے پروفیسر مولانا مولوی محمد شبلی نعمانی نے اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے اور ایک سلسلہ ہیروز آف اسلام کا لکھنا چاہا ہے۔ اسی سلسلہ میں کی ایک یہ کتاب ہے جو المامون کے نام سے موسوم ہے۔ انھوں نے خلفائے نبی عباس میں سے مامون الرشید ابن ہارون الرشید کو جہاں غفار کا ہیرو قرار دیا ہے۔ اور اُس کے تمام کارنامے اچھے یا بُرے نہایت خوبی اور بُرے انتہا خوش اسلوبی سے اُس میں لکھے ہیں۔

تاریخانہ واقعات لکھنے چندان شکل نہ تھے مگر وہ باتیں جیسے لکھنے کا اُس زمانہ کے مورخوں کو بہت کم خیال تھا۔ یا انکی قدر نہیں کرتے تھے۔ اور اُس زمانہ میں انھیں کی تلاش اور انھیں کی قدر کی جاتی ہے۔ تلاش کرنی نہایت مشکل تھی مولانا نے انھیں پوری یا جہان شک ممکن تھی کامیابی حاصل کی ہے۔ پہلے حصہ میں انھوں نے تاریخانہ واقعات لکھے ہیں اور نہایت خوبی اور اختصار سے دکھایا ہے

کہ خلافت کا سلسلہ کیونکر اور کیوں خاندان نبی امیہ کو براہِ کر کے عباسی خاندان میں پہنچا اور کیسے اسباب جمع ہوئے جس سے امین اُس کا بھائی محروم اور مقتول اور غلاموں تمام مملکت اسلامی کا مالک الملک لاشریک لہ بن گیا۔

جا بجا واقعات و پچپ سے بھی اس حصہ کو آراستہ کیا ہے۔ جس کے سبب سے یہ سوکھا اور پھیکا تاریخیانہ حصہ نہایت دلچسپ ہو گیا ہے۔

دوسرے حصہ میں انتظامِ سلطنت۔ آمدنی مملکت۔ فوجی انتظام۔ عدالت اور اسکی جزئیات کو جہان جہان سے ملیں۔ چُن چُن کر ایک جگہ جمع کیا ہے۔ اور مامون کی خصلت اور اسکی سوشل حالت اُس کی پریوٹ زندگی اُس کے مشغولوں اور اسکی مجلسوں کا ذکر کیا ہے اور اُس زمانہ کی زندگی اور طرز معاشرت کا نقشہ کھینچ دیا ہے۔ یہ حصہ نہایت ہی دلچسپ ہے شان اور عظمت اور جلال خلافت کے ساتھ ایسی ایسی ساوہ اور بے تکلف باتوں سے بھرا ہوا ہے کہ اس سے اُس کو۔ اور اُس سے اوسکو رہنمائی ہوتی ہے۔

اس حصہ میں لطائف و ظرافت کے ساتھ علمی اور خصوصاً علم ادب کے لیے سرمایہ ادب اور ظریف کے لیے سرمایہ ظرافت ہیں۔

اس قدر جزئیات کو تلاش کرنا اور نظم اسلوب سے ایک جگہ جمع کرنا کچھ آسان کام نہ تھا مصنف نے کوئی بات ایسی نہیں لکھی جس کا حوالہ معتبر ماخذ سے نہ دیا ہو۔ ہر ایک جزوی بات پر بھی اُس کتاب کا جس سے وہ بات لی گئی حوالہ دیا ہے۔ اُس کے حاشیوں پر جس قدر کتابوں کے حوالے ہیں ان کو کچھ اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس کتاب کے لکھنے میں کس قدر جان بھری ہوئی ہوگی۔ اور مصنف کو کتنے ہزار دن ورق تاریخوں کے اُلٹنے پڑے ہونگے اور اسی کے ساتھ جب یہ خیال کیا جائے کہ مصنف نے اُن جزئیات کو ایسی کتابوں سے تلاش کر کے نکالا ہے جن کی نسبت خیال بھی نہوتا تھا کہ انہیں مامون کے حالات ہونگے تو اُس محنت کی وقعت و قدر اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔

یہ کتاب اردو زبان میں لکھی گئی ہے۔ اور ایسی صاف و شستہ اور برجستہ عبارت ہے کہ دلی والوں کو بھی اُس پر رشک آتا ہو گا۔

اردو زبان نے بہت کچھ ترقی کی ہے مگر اس بات کا بہت کم لحاظ رکھا گیا ہے۔ کہ ہر فن کے

لیئے زبان کا طرز بیان جداگانہ ہے تاریخ کی کتابوں میں ناول (قصہ) اور ناول میں تاریخانہ طرز گوئی ہی فصاحت اور بلاغت سے برتا گیا ہو دونوں کو برابر کرتا ہے۔

لاڈھکی جو انگریزی زبان کا بے نظیر ادیب ہے اُسکے تاریخانہ اس سے باعتبار فصاحت و بلاغت کے اپنا نظیر نہیں رکھتے مگر ایشیائی اور مشرقی طرز اداسے تاریخانہ اصلیت کو بہت کچھ نقصان پہونچانے والے ہیں۔

ہمارے لائق مصنف نے اسکا بہت کچھ خیال رکھا ہے۔ اور باوجود تاریخانہ مضمون ہونے کے ایسی خوبی سے اُسکو ادا کیا ہے کہ عبارت بھی فصیح اور دلچسپ ہے اور تاریخانہ اصلیت بدستور اپنی اصلی صورت پر موجود ہے۔ جو خوبصورت ہے۔ خوبصورت ہو جو بھونڈی ہو بھونڈی ہے نہ خوبصورتی کو زیادہ خوبصورت بنایا ہے۔ اور نہ بھونڈے پنے کو زیادہ بھونڈا اور درحقیقت یہی کمال تاریخ نویسی ہے۔ اس کتاب کا حق تصنیف مصنف نے اپنی فیاضی اور قوی ہمدردی سے درستہ العلوم علی گڑھ کو عطا کیا ہے۔

پہلا ایڈیشن اس کتاب کا اسی سال میں کمیٹی درستہ العلوم نے کمیٹی کے فائدہ کے لئے چھاپا اور سب فروخت ہو گیا۔ اور لوگوں کی طلب باقی رہی۔ میں نے کمیٹی کی طرف سے اس کے فائدہ کے لئے دوسرے ایڈیشن کے نکالنے کا ارادہ کیا۔ اور اُسکے لئے یہ دیباچہ لکھا۔

مگر مجھکو مصنف کا دوبارہ شکر ادا کرنا پڑا کہ انھوں نے مہربانی سے پہلے ایڈیشن پر نظر ثانی کی اور بعض نہایت مفید اور ضروری مضامین اس میں اضافہ کیئے اور حکمائے عہد مامون میں بالتخصیص نہایت مفید اضافہ کیا۔ مجھکو اُمید ہے کہ یہ ایڈیشن پہلے ایڈیشن سے بھی زیادہ مطبوع طبع ہوگا۔

سید احمد خان
سرکاری کمیٹی درستہ العلوم علی گڑھ
۱۳ اکتوبر ۱۸۸۹ء

[illegible]

74-92
CHECKED AT THE TIME
UE



RULES:—

1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of **Re. 1-00** per volume per day shall be charged for text - books and **10 Paise** per volume per day for general books kept over - due.

